أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونَنِي، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ.)) [1]

''میں حوض کوثر پر تمھارا پیش رفت ہوں گا، جو بھی آئے گا نوش کرے گا، اور جو بھی نوش کرے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی، اور میرے پاس کچھ لوگ ایسے آئیں گے جنھیں میں پہچانتا ہوں اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ میں کہوں گا: ((اِنَّهُمْ مِنِّي.)) ''یہ میرے امتی ہیں'' تو کہا جائے گا: ((اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ.)) ''آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں'' تو میں کہوں گا: ((سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ.)) ''ایسے لوگوں کو مجھ سے دور ہٹاؤ جنھوں نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلیاں کر لی تھیں۔'' [2]

اور سیّدنا شقیق سے بروایت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَا رَبِّ أَصْحَابِيْ أَصْحَابِيْ، فَيُقَالُ: اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ.)) [3]

''(کہ میں کہوں گا) اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب ہیں، تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں۔''

نیز سیّدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنِّيْ عَلَى الْحَوْضِ حَتّٰى أَنْظُرَ مَنْ يَّرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ، وَسَيُؤْخَذُ نَاسٌ مِنْ دُوْنِيْ فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ مِنِّيْ وَمِنْ أُمَّتِيْ، فَيُقَالُ: هَلْ شَعَرْتَ مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ،

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی ﷺ: ۷/۲۶۴۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته: ۴/۱۷۹۳، حدیث نمبر: ۲۲۹۰.

[2] صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۶۵۸۳.

[3] صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۶۵۷۵۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته، حدیث نمبر: ۲۲۹۷.

وَاللّٰهِ مَا بَرِحُوْا يَرْجِعُوْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ، فَكَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلٰى أَعْقَابِنَا وَأَنْ نُفْتَنَ فِي دِيْنِنَا .)) [1]

''میں حوض کوثر پر ہوں گا تاکہ تم میں جو لوگ میرے پاس آتے ہیں انھیں دیکھوں اور جو کچھ لوگوں کو مجھ سے ہٹا دیا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ مجھ سے اور میری امت کے لوگ ہیں تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا؟ اللہ کی قسم! یہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ گئے تھے، چنانچہ حضرت ابن ابوملیکہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹیں یا اپنے دین میں فتنہ سے۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((أَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيْرُ الضَّالُّ أُنَادِيْهِمْ أَلَا هَلُمَّ فَيُقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوْا بَعْدَكَ فَأَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا .)) [2]

''سنو! کچھ لوگوں کو میرے حوض سے بھگایا جائے گا جس طرح بھٹکے ہوئے اونٹ کو بھگایا جاتا ہے۔ میں انھیں آواز دوں گا: سنو، ادھر آؤ تو کہا جائے گا: انھوں نے آپ کے بعد تبدیلی کر دی تھی تو میں کہوں گا: دوری ہو، دوری ہو (بھگاؤ، دور کرو)۔''

اہل بدعت کے ساتھ تعلق کا حکم:

اہل بدعت کے ساتھ میل جول گمراہی کا باعث ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (الانعام:۱۱۶)

''اور اگر (اے پیغمبر!) آپ زمین میں بسنے والے اکثر لوگوں کی بات مانیں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے۔''

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۶۵۹۳۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وصفاته، حدیث نمبر: ۲۲۹۳.

[2] صحیح مسلم: ۲۱۸/۱.

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ اپنی کتاب ''بدعت'' میں رقمطراز ہیں:

''بدعتیوں کے پاس آنا جانا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے، ہاں! اگر مقصد ان کو نصیحت کرنا اور ان کے اس فعل پر نکیر ہو تو جائز ہے۔ اس لیے کہ بدعتی سے ملنا جلنا ملنے والے پر بہت برا اثر چھوڑتی ہے جس کی برائیاں دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں اور جب انھیں بدعت سے روکنے اور گرفت کرنے کی طاقت نہ ہو تو ان سے اور ان کی برائیوں سے ڈرانا ضروری ہے۔ اور ممکن ہونے کی صورت میں مسلم علماء کرام اور ان کے اولی الامر پر ان کی گرفت کرنا، ان کی برائیوں سے انھیں باز رکھنا اور انھیں بدعتوں سے روکنا واجب ہے اس لیے کہ اسلام پر ان کے خطرات بہت سخت ہیں۔

پھر یہ جاننا ضروری ہے کہ کافر ممالک بدعت کی نشر و اشاعت میں بدعتیوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں مختلف طریقوں سے ان کی مدد کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس میں اسلام کا خاتمہ نظر آتا ہے اور اس کی صورت دوسروں کی نظریں بگاڑنا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے اور اپنے کلمے کو بلند کرے اور دشمنوں کو رسوا کرے۔''

امام اسماعیلی سلف صالحین کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((وَيَرَوْنَ أَهْلَ الْحَدِيْثِ مُجَانَبَةَ الْبِدْعَةِ وَالْآثَامِ وَتَرْكَ الْغِيْبَةِ إِلَّا لِمَنْ أَظْهَرَ بِدْعَةً وَهُوَ يَدْعُوْ إِلَيْهَا فَالْقَوْلُ فِيْهَا لَيْسَ بِغِيْبَةٍ عِنْدَهُمْ.)) [1]

''گناہ اور غیبت سے بچتے تھے ہاں اس شخص کے بارے میں بات چیت کرتے جس کا بدعتی ہونا واضح ہو جاتا، اور وہ شخص اس بدعت کی دعوت بھی دیتا ہو۔ ایسے شخص (کی غیر موجودگی میں اس) کے بارے میں بات چیت کرنا اہل السنہ کے نزدیک غیبت نہیں ہے۔''

[1] اعتقاد آئمہ الحدیث: ۷۸۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یقیناً اللہ کے نبی ﷺ نے اس اُمت کے فرقوں میں بٹ جانے اور ان میں خواہشات و بدعات کے پیدا ہو جانے کی بھی خبر دے دی ہے، اور نجات کا فیصلہ اس جماعت کے حق میں کر دیا جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلے گی۔ اب یہ بات ایک مسلمان پر لازم ہے کہ جب کوئی شخص بدعات و خواہشات کو عقیدہ بنا کر سر انجام دے یا پھر وہ ایسا کرم کرے جو سنت کو کمزور کر دے تو اس سے قطع تعلقی کرے اور اس سے برأت و بیگانگی کا اظہار کرے اور اس کو زندگی و موت دونوں صورتوں میں چھوڑ دے (یعنی اس کے خوشی و غمی کے معاملات میں شریک نہ ہو) جب کبھی ملاقات ہو تو سلام بھی نہ کہے اور اگر وہ پہلے سلام کہے تو اس کا جواب نہ دے یہاں تک کہ وہ اس بدعت کو چھوڑ کر حق کی طرف لوٹ آئے، امام بغوی نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا: تین دن سے زیادہ بات چیت چھوڑنا اس وقت حرام ہے جب اس کی وجہ سے محبت اور معاشرت پر منفی اثر ہو، مگر جب دین کے معاملہ میں ہو اور دین کے حق میں ہو تو تب یہ گناہ نہیں بلکہ خواہشات پرست لوگوں سے اس وقت تک بات چیت بند رکھی جائے جب تک وہ توبہ نہ کر لیں۔'' [1]

حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں زمانہ ماضی میں اہل سنت اقلیت میں تھے، آئندہ بھی وہ اقلیت میں ہی رہیں گے۔ یہ وہ ہیں جو نہ تو تکبر میں متکبر لوگوں کے ساتھی بنے اور نہ بدعت میں اہل بدعت کے ساتھی بنے بلکہ سنت پر رہ کر صبر کرتے رہے، یہاں تک کہ اپنے رب سے جا ملے اور تم بھی ایسے ہی ہو جاؤ۔ [2]

امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۷ھ) نے فرمایا:

---

[1] شرح السنة: ۱/ ۲۲۳، ۲۲۷.

[2] بحوالہ نجات یافتہ کون؟ ص: ۱۴۹.

’’یقیناً اللہ کے فرشتے ذکر کے حلقے تلاش کرتے رہتے ہیں، لہٰذا دیکھو کہ تمھارا اُٹھنا بیٹھنا کس کے ساتھ ہے؟ بدعتی کے ساتھ نہ ہو کیونکہ اُن (بدعتیوں) کی طرف (رحمت سے) نہیں دیکھتا اور نفاق کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا اٹھنا بیٹھنا بدعتی کے ساتھ ہو۔‘‘[1]

قاضی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

’’کہ میں کسی یہودی یا عیسائی کے ہاں کھانا کھاؤں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ کسی بدعتی کے ہاں سے کھانا کھاؤں، کیونکہ جب میں یہودی وعیسائی کے ہاں کھانا کھاؤں گا تو اس بات میں میری پیروی نہیں کی جائے گی، لیکن جب میں کسی بدعتی کے ہاں کھانا کھاؤں گا تو لوگ اس میں میری پیروی کریں گے، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے اور بدعتی کے درمیان لوہے کا قلعہ (یا پردہ) ہو، سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل کرنا یہ بدعتی کے (بہت سارے) اعمال سے بہتر ہے، اور جو شخص بدعتی کے ساتھ بیٹھتا ہے تاکہ وہ اس بدعتی کو اللہ سے ڈرائے تو یہ صحیح ورنہ اس کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں یہ بھی عذاب کی لپیٹ میں نہ آ جائے، اور بدعتی کو اپنے دین کے بارے میں نہ بتاؤ اور اپنے معاملات میں اس سے مشورہ بھی نہ لو۔‘‘[2]

ابن مفلح حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’متوکل نے اپنے دورِ حکومت میں فتویٰ پوچھنے کے لیے امام احمد رحمہ اللہ کے پاس آدمی کو بھیجا کہ ہم حکومتی کاموں کے لیے عیسائیوں کو مزدور، ملازم رکھیں یا پھر بدعتی اور خواہش پرست لوگوں کو ملازم رکھیں؟ امام احمد بن حنبل نے فتویٰ دیا کہ عیسائیوں کو ملازم رکھنا بدعتیوں کو ملازم رکھنے سے بہتر ہے، پھر جب متوکل کا قاصد چلا گیا تو امام احمد کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے آپ سے سوال کیا۔ امام صاحب

---

[1] الطیوریات: ۳۱۸/۲، ح: ۲۵۸۔ حلیۃ الاولیاء: ۱۰۴/۸.

[2] حلیۃ الاولیاء: ۳۰۱/۸.

نے جواب دیا کہ یہود و نصاریٰ تو ذلیل و رسوا کیے ہوئے ہیں اور ان کی برائی واضح ہے، لیکن یہ اہل بدعت لوگوں پر ان کے دین کو خلط ملط کرتے ہیں اور ان سے ان کے صحیح دین کو چھپاتے ہیں۔“ [1]

[1] الآداب الشرعية: ۱٦۵.

اہل بدعت کے شبہات اور ان کا ازالہ

اہل بدعت اپنی ایجاد کردہ بدعات کو تقویت دینے کے لیے، بلکہ انھیں دین کا حصہ ثابت کرنے کے لیے چند شبہات پیش کرتے ہیں، جن کا ازالہ انتہائی ضروری ہے تا کہ سادہ لوح عوام ان خبیث لوگوں کی خباثت سے محفوظ رہ سکیں۔

پہلا مغالطہ اور شبہ:

بدعت سنت حسنہ ہے، جس کے شروع کرنے والے کو ماجور قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سیّدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.)) [1]

''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ شروع کیا خود اسے اس کا اجر ملے گا اور ان تمام لوگوں کا اجر بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے اجر میں کسی قسم کی کمی واقع ہو اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ شروع کیا تو اس کے اوپر اس کا اپنا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا بھی جنھوں نے اس کے بعد اس پر عمل کیا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے گناہ میں کسی قسم کی کمی واقع ہو۔''

جواب: ...... اسلام مکمل بھی ہے اور محفوظ بھی ہے۔ اسلام میں اگر کسی نے قرآن وسنت کے طریقے کو اپنایا یا متروکہ سنت کو دوبارہ شروع کیا یہ حدیث اس کے لیے خوشخبری ہے اور جس نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ یا بدعت اختیار کی اُس کے لیے وعید ہے۔

---

[1] صحیح مسلم: ۲/۷۰۴، ۷۰۵.

دوسری بات یہ حدیث کا ٹکڑا ہے مکمل حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قبیلہ مضر کے لوگوں کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صدقہ کی ترغیب دی، صحابہ کرام نے اتنا صدقہ کیا کہ سب سے پہلے ایک انصاری صحابی ایک تھیلی لائے جس کی وجہ سے اُن کے ہاتھ تھک گئے، اس کے بعد یکے بعد دیگرے غلے اور کپڑوں کے دو ڈھیر لگ گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ بہت خوش ہوئے اُس وقت نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث مبارک ارشاد فرمائی تھی۔ لہٰذا اس کو بدعت ایجاد کرنے کے لیے دلیل بنانا جہالت اور شریعت اسلامیہ سے ناواقفیت کے علاوہ کچھ نہیں۔

دوسرا مغالطہ اور شبہ:

بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم اور مزید سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو ایک امام کے پیچھے تراویح پر جمع کرنا اور علیحدہ علیحدہ ائمہ کے پیچھے تراویح کو بدعت حسنہ قرار دینا اس امر کی دلیل ہے کہ بدعت، حسنہ بھی ہوتی ہے اور مذمت تو بدعت سیئہ کی ہے نہ کہ حسنہ کی۔

جواب: ...... نبی کریم ﷺ سے مسجد میں باجماعت تراویح پڑھانا، صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا اسے بدعت کہنا جہالت پر مبنی ہے۔

اور اگر سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک امام پر جمع کیا تو وہ بھی قابل تعریف اور قابل عمل بات ہے۔ انھوں نے شریعت اسلامیہ میں کوئی بدعت ایجاد نہیں کی تھی، بلکہ سنت ہی سے باجماعت نماز پڑھنا ثابت تھی، اسی سنت کا احیاء کیا تھا تاکہ مسجد میں زیادہ جماعتوں کے بجائے ایک جماعت کروائی جائے، اور یہی سنت طریقہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ.)) [1]

''تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔''

---

[1] مسند أحمد: ۴/۱۲۷۔ سنن ابوداؤد: ۵/۱۳۔ ۱۵۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۶۷۱۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

پس سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا باجماعت تراویح پڑھنے کا حکم دینا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو جانا ہمارے لیے حجت ہے۔

بعض لوگ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول ''نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ'' سے دھوکہ دیتے ہیں، کہ بدت اچھی بھی ہوتی ہے۔ حالانکہ جس عمل کی نص قرآن وسنت میں موجود ہو، وہ بدعت کیسے ہوسکتی ہے، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ لغوی طور تھے نہ کہ شرعی بدعت کے معنی میں کیونکہ شریعت میں بدعت سیئہ ہی ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے:

((وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) ❶

''اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً.)) ❷

''ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اس کو اچھا تصور کریں۔''

اس اثر کی روشنی میں بدعت کی تقسیم سیئہ اور حسنہ کے لحاظ سے کرنا قطعی درست نہیں ہے۔

تیسرا مغالطہ اور شبہ:

بدعتی لوگ قرآن مجید کے ایک مصحف میں جمع کو بھی بدعت حسنہ کہہ کر بدعت کی ترویج کرنا چاہتے ہیں۔

جواب:...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ:

((لَا تَكْتُبُوا عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ.)) ❸

''میری طرف سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے طریقے کو اپنانے کا حکم فرمایا ہے، لہٰذا انھوں

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، رقم: ۲۰۰۵.

❷ شرح السنة للمروزی، ص: ۵۸، بتحقیقنا.

❸ صحیح مسلم: ۲۲۹۸/۴.

نے قرآن مجید کو کتابی شکل میں جمع فرمایا اور اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اور ہم پر فرض ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع پر عمل کریں، لہٰذا جمع قرآن کو بدعت قرار دینا کسی لحاظ سے بھی صحیح نہیں اور نہ ہی اس کو دلیل بنا کر دین اسلام میں نئی نئی بدعات و خرافات ایجاد کرنے کی جرات کرنی چاہیے۔

باب نمبر ۷:

دین اسلام کے امتیازات

فصل نمبر ا:

اللہ تعالیٰ کا مبعوث کردہ ہر نبی دین لے کر آیا، اور اس کے زمانے کے لوگوں کے لیے اسی کی اتباع لازم ہوئی، یہاں تک کہ آخرالزماں پیغمبر سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اور تمام سابقہ ادیان منسوخ ہو گئے اور صرف وہ دین رہ گیا جو اللہ عزوجل نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دے کر مبعوث کیا۔

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران: ۱۹)

''بے شک دین برحق اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔''

دین کا معنی ومفہوم:

دین سے مراد شریعت کے تمام اصول اور جزئی احکامات وہدایات ہیں اور ان احکام پر عمل پیرا ہونے کا وہ طریقہ، نمونہ اور منہج وسلوک کہ جو رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں کے سامنے پیش فرمایا۔

دین اسلام، دین فطرت ہے:

دین اسلام اللہ کا وہ دین فطرت ہے جس پر اس نے تمام انسانوں کو پیدا فرمایا ہے؛

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۰﴾
(الروم: ۳۰)

''پس (اے میرے نبی!) آپ یکسو ہو کر دین اسلام پر قائم رہیے، یہ اللہ کا وہ دین

فطرت ہے جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، یہی سچا اور صحیح دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو عقیدۂ توحید اور دین اسلام پر پیدا کرتا ہے، لیکن خارجی عوارض وموانع کے سبب بہت سے لوگ اس امر فطری سے برگشتہ ہو جاتے ہیں اور کفر وشرک کی راہ اختیار کر لیتے ہیں، جیسا کہ بخاری ومسلم کی سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے: اس ملت پر پیدا ہوتا ہے، لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے مادہ چوپایہ ایک مکمل چوپائے کو جنتی ہے، کیا اس میں کوئی بچہ کان کٹا ہوتا ہے؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو: ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ﴾ ''اور ایک روایت میں ہے کہ تم لوگ اس کا کان کاٹ دیتے ہو۔[1]

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ ''مسلمانو! تم لوگ اس فطرت کو مت بدلو'' بلکہ اپنی اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت کے ذریعہ اس فطرت کی نشوونما کرو تاکہ بچہ جب بڑا ہو تو عقیدہ توحید پر گامزن ہو اور دین اسلام کا پیروکار رہے۔

پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور شام کرتے تو یہ دعا فرماتے:

((أَصْبَحْنَا / أَمْسَیْنَا عَلٰی فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ وَعَلٰی کَلِمَةِ الْإِخْلَاصِ وَعَلٰی دِیْنِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَعَلٰی مِلَّةِ أَبِیْنَا إِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ.))[2]

''ہم نے فطرت اسلام، اور کلمہ اخلاص اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور اپنے باپ ابراہیم حنیف کی ملت پر صبح / شام کی، وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

دین اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے:

اللہ تعالیٰ نے اُمت اسلامیہ پر اپنی عظیم نعمت اور عظیم احسان کا ذکر کیا ہے کہ اللہ نے انھیں اپنا پسندیدہ ایک مکمل دین عطا کیا ہے، انھیں کسی دوسرے دین کی اور نہ ہی کسی دوسرے نبی کی

ضرورت ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدۃ: ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت پوری کر دی، اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لیے پسند کر لیا۔''

دین اسلام، مکمل ہو چکا ہے:

مذکورہ آیت کریمہ سے پتا چلتا ہے کہ دین اسلام مکمل ہو چکا ہے، امام احمد اور بخاری و مسلم وغیرھم نے جناب طارق بن شہاب سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین! آپ لوگ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر وہ ہم پر نازل ہوئی ہوتی، تو اس دن کو ہم ''یوم عید'' بنا لیتے۔ انھوں نے پوچھا، وہ کون سی آیت ہے؟ تو یہودی نے کہا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم، میں اُس دن اور اُس وقت کو خوب جانتا ہوں جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ یہ آیت جمعہ کے دن عرفہ کی شام میں نازل ہوئی تھی۔ [1]

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنِ ابْتَدَعَ فِي الْإِسْلَامِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا خَانَ الرِّسَالَةَ لِأَنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾.)) [2]

''جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور اس کو وہ نیکی خیال کرتا ہے، تو تحقیق اس نے یہ گمان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا کہ ''آج کے دن میں نے تم پر تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۵۹۔ صحیح مسلم، رقم: ۶۷۵۵۔ مسند احمد: ۲/۳۵۱۔

[2] مسند أحمد: ۳/۴۰۶۔ الأذکار اللنووی، ص: ۱۲۵۔ شیخ حمزہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

کو مکمل کر دیا اور تمھارے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔''

---

❶ مسند أحمد: ۱/ ۲۸۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۴۵۔ صحیح مسلم، کتاب التفسیر، رقم: ۳۰۱۷.

❷ کتاب الاعتصام للشاطبی: ۱/ ۴۹.

اور نبی اکرم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا:

((إِذَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِيثًا فَلَا تَزِيدُنَّ عَلَيْهِ.)) ❶

''جب میں تم کو کوئی حدیث بیان کروں تو اس پر زیادہ نہ کرو۔''

---

❶ مسند أحمد، رقم: ۱۹۶۱۸۔ احمد شاکر نے اسے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

یعنی اس بیان کردہ دین میں اپنی طرف سے زیادتی نہ کرو کیونکہ وہ دین تو مکمل ہو چکا ہے۔

تکمیل دین کا مطلب:

تکمیل دین کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ معاشرتی ہو، معاشی ہو یا سیاسی ہو۔ باہر سے کوئی بھی اصول اور طریقہ اسلام میں درآمد کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہی، اس لحاظ سے موجودہ مغربی جمہوریت، اشتراکیت، کیمونزم، سوشلزم اور کوئی بھی ازم داخل اسلام کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

تکمیل دین کا دن:

امام احمد اور بخاری و مسلم وغیرہم نے طارق بن شہاب سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین! آپ لوگ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر وہ ہم پر نازل ہوئی ہوتی، تو اس دن کو ہم ''یوم عید'' بنا لیتے۔ انہوں نے پوچھا، وہ کون سی آیت ہے؟ تو یہودی نے کہا ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ'' (الآیة) تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اُس دن اور اُس وقت کو خوب جانتا ہوں جب یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ یہ آیت جمعہ کے دن عرفہ کی شام میں نازل ہوئی تھی۔ ❶

❶ صحیح بخاری، کتاب الإیمان، رقم: ۴۵۔ صحیح مسلم، کتاب التفسیر، رقم: ۳۰۱۷۔ مسند احمد:

۲۸/۱.

دین اسلام، اللہ تعالیٰ کی طرف سے محفوظ ہے:

دین اسلام کتاب وسنت کا نام ہے اور وہ محفوظ ہیں، ان کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹﴾ (الحجر: ۹)

''بے شک ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

حدیث رسول ﷺ قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ اس تفسیر پر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وظیفہ مقرر کیا۔

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل: ۴۴)

''اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے، تاکہ لوگوں کے لیے جو کچھ نازل کیا گیا ہے، اسے آپ ان کے لیے کھول کر بیان کر دیجیے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے جو لوگوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتا ہے، اور انھیں خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے، اور آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ بحیثیت رسول ان اوامر ونواہی اور وعدہ و وعید کو لوگوں کے لیے بیان کر دیں جو اس قرآن میں موجود ہیں۔

معلوم ہوا کہ دین کتاب اللہ اور سنت رسول کا نام ہے، اور جیسے قرآن محفوظ ہے، ایسے ہی سنت رسول ﷺ بھی محفوظ ہے، چنانچہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا فرمان ہے:

((اَلْاِسْنَادُ عِنْدِیْ مِنَ الدِّیْنِ وَلَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ.))

''میرے نزدیک سند دین کا حصہ ہے اور اگر سند نہ ہوتی تو جو چاہتا کہہ ڈالتا۔''

[1] مقدمہ صحیح مسلم.

امام ابوعبداللہ الحاکم النیشاپوری مذکورہ بالا قول نقل کرنے کے بعد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''اگر اسناد نہ ہوتیں اور محدثین کرام ان کو طلب نہ کرتے اور کثرت سے یاد نہ رکھتے تو اسلام کی علامتیں مٹ جاتیں، جھوٹی احادیث گھڑ لی جاتیں، اسنادِ حدیث کو الٹ پلٹ کر دیا جاتا اور اس طرح اہل بدعت غالب آ جاتے، کیونکہ اگر احادیث کو اسناد سے بے نیاز کر دیا جائے تو وہ بالکل بے بنیاد رہ جائیں گی۔'' ❶

حدیث رسول ﷺ آپ کے عہد مبارک میں ہی مکتوب تھی:

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حدیث رسول ﷺ آپ کے عہد مبارک میں مکتوب تھی، لہٰذا اسے مشکوک اور ظنی قرار دینا، اور اعتراض یہ کرنا کہ حدیث عہد نبوی ﷺ میں مدون نہ تھی، بعد میں لکھی گئی، لہٰذا یہ مشکوک ہے، اس کو شریعت اسلامیہ یا دین قرار دینا درست نہیں۔

آپ نے سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

''احادیث لکھا کرو، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔'' ❷

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو زکوٰۃ کے فرائض لکھ کر دیے۔ ❸

ابوراشد الحبرانی فرماتے ہیں کہ سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے میرے سامنے

---

❶ معرفة علوم الحديث، ص: ٦.

❷ سنن ابوداؤد، كتاب العلم، باب كتابة العلم، رقم: ٣٦٤٦.

❸ صحيح بخاری، كتاب الزكوة، باب زكوة الغنم، رقم: ١٤٥٤.

ایک کتاب رکھی اور فرمایا:

''یہ وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ نے لکھوا کر مجھے دی تھی۔'' ❶

موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وہ کتاب ہے جو معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے لکھوائی تھی۔ ❷

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو اہل یمن کے لیے ایک کتاب لکھوا کر دی جس میں فرائض، سنت اور دیت کے مسائل تحریر تھے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو پڑھا، یہ کتاب ابوبکر بن حزم کے پاس تھی۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے بھی اس کتاب کو پڑھا۔ [3]

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الصدقہ تحریر کروائی۔ امام محمد بن مسلم فرماتے ہیں کہ آپ کی یہ کتاب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے پاس تھی اور مجھے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم نے یہ کتاب پڑھائی اور میں نے پوری طرح اس کو محفوظ کرلیا۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس کتاب کو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پوتوں سالم اور عبداللہ سے لے کر لکھوایا۔ [4]

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہمارے پاس کوئی چیز نہیں سوائے کتاب اللہ کے اور اس صحیفہ کے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں۔'' [5]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء علمه صلی اللہ علیہ وسلم أبا بکر: ۳۵۲۹.

[2] سنن الدارقطنی : ۲/۹۶، رقم: ۱۸۹۱۔ مسند أحمد : ۵/۲۲۸، رقم: ۲۱۹۸۹۔ مستدرك حاکم: ۱/۴۰۱۔ سنن الکبریٰ البیھقی: ۴/۱۲۸، ۱۲۹.

[3] سنن نسائی، کتاب القسامة، باب عقل الأصابع، رقم: ۴۸۵۰ (وباب) ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین له، رقم: ۴۸۵۷.

[4] سنن ابوداؤد، کتاب الزکاة، باب فی الزکاة السائمة: ۱۵۷۰.

[5] صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینة، باب حرم المدینة، رقم: ۱۸۷۰۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة...... الخ، رقم: ۱۳۷۰.

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان نہیں کرتا سوائے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے، اس لیے کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ [1]

خلیفہ ثانی سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی زکوٰۃ کے متعلق ایک کتاب تحریر فرمائی تھی۔ امام مالک

فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما کی کتاب پڑھی۔ ❷

سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے علماء کو حدیث کی جمع وتدوین کا حکم صادر فرمایا: آپ نے ابوبکر بن حزم رحمہ اللہ کے نام ایک خط میں تحریر کیا:

''احادیث نبویہ جہاں بھی ملیں، ان کو لکھ لو، اس لیے کہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے رخصت ہوجانے کا خدشہ دامن گیر ہے حدیث نبوی کے سوا اور کچھ قبول نہ کیجیے۔ علم کی اشاعت کیجیے اور بیٹھ کر درس دیجیے تاکہ جو شخص نہیں جانتا وہ جان لے، یاد رکھئے کہ علم اس وقت تک معدوم نہیں ہوتا جب تک اسے پوشیدہ نہ رکھا جائے۔'' ❸

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کی ایک جماعت کتابت حدیث کو ناپسند کرتی تھی، وہ چاہتے تھے کہ جس طرح انھوں نے وہ احادیث اپنے حافظہ میں محفوظ رکھیں، اسی طرح دوسرے لوگ بھی ان احادیث کو یاد کرلیں مگر جب ہمتیں پست ہوگئیں اور علماء علم کے ضائع ہوجانے سے ڈرنے لگے تو انھوں نے احادیث کو مدون کرلیا۔ اس ضمن میں سبقت کا شرف امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کو حاصل ہوا۔ آپ نے پہلی صدی ہجری کے اختتام پر جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے حکم سے حدیثیں جمع کیں۔ پھر تدوین وتصنیف کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا اور اس سے (ملت اسلامیہ کو) بڑا فائدہ پہنچا۔ ❹

---

❶ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کتابة العلم، رقم: ۱۱۳.

❷ موطا امام مالك، کتاب الزکاة، باب صدقة الماشية، رقم: ۲۳.

❸ صحیح بخاری، کتاب العلم۔ مؤطا مالك، کتاب العلم.

❹ فتح الباری: ۱/ ۲۱۸.

دینِ اسلام، آسان دین ہے:

دین اسلام آسان دین ہے، اس میں جبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (البقرہ: ۲۵۶)

''دین میں داخل ہونے کے لیے کسی کو مجبور نہ کیا جائے۔''

یہ آیت کریمہ دین اسلام کے کامل ہونے کی دلیل ہے، اوراس میں اس بات کا بیان ہے کہ دین اسلام کی صداقت کے دلائل وبراہین واضح ہیں، لہٰذا ضرورت نہیں کہ کسی کو اس میں داخل ہونے پر مجبور کیا جائے، اگر کوئی شخص اس میں داخل ہوتا ہے تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے اسے حق قبول کرنے کی توفیق دی، اور اگر وہ کفر کی راہ اختیار کرتا ہے تو گویا اللہ نے اس کے دل کی روشنی چھین لی، اوراس کی آنکھ اور کان پر مہر لگا دی، اب اگر ایسے آدمی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور بھی کیا جائے تو کوئی فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ حق قبول کرنے کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔

مزید اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرہ:۲۸۶)

''اللہ کسی آدمی کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔''

سورۃ البقرہ میں دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرہ:۱۹۵)

''اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔''

لہٰذا ہر وہ کام اور ہر وہ بات جس میں مسلمانوں کی ہلاکت کا ڈر ہو، اس آیت کے حکم میں داخل ہوگی۔

سورۃ البقرہ میں تیسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرہ:۱۸۵)

''اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، تمہارے لیے تنگی کو پسند نہیں کرتا۔''

اس آیت کریمہ میں مریض اور مسافر جتنے دن روزے نہیں رکھیں گے، اتنے دن کے روزے صحت مند ہونے اور سفر ختم ہوجانے کے بعد رکھ لیں گے۔ اللہ کی طرف سے بندوں کو یہ سہولت دی گئی ہے، اور قضا کا حکم اس لیے دیا گیا تاکہ رمضان کے فرض روزے پورے ہوجائیں۔

حالت سفر میں روزہ افطار کرنے کی رخصت دین اسلام کی طرف سے آسان ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو روزے سے تھے، جب عسفان پہنچے تو پانی مانگا اور اسے دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھایا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں، پھر روزہ توڑ دیا، یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے۔ اسی حدیث کے پیش نظر سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر میں) روزہ بھی رکھا اور افطار بھی کیا، اس لیے جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔''[1]

سیّدنا ابو بردۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہما) کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو اُن سے ارشاد فرمایا: ((يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرا.))[2]

''لوگوں کے لیے آسانی کی راہ اختیار کرنا، ان کے لیے تنگی پیدا نہ کرنا۔''

دین اسلام، خیر خواہی کا دین ہے:

سیّدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا:

((اَلدِّيْنُ النَّصِيحَةُ: قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: ''لِلّٰهِ، وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وِلِأَبِيْهِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ.))[3]

''دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے دریافت کیا، کس کے لیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے پیغمبر کے لیے، مسلمان خلفاء کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۴۸۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۱۳.

[2] صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۳۴۱، ۴۳۴۲.

[3] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۹۵/۵۵۔ سنن ترمذی، رقم: ۱۹۲۶۔ سنن نسائی، رقم: ۴۱۹۹۔ سنن دارمی، رقم: ۲۷۵۴۔ مسند احمد: ۱۰۲/۴.

سیّدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى اِقَامِ الصَّلَاةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.))[1]

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔''

دین اسلام، اہل دنیا کے لیے رحمت کا دین ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝۱۰۷﴾ (الانبیاء:۱۰۷)

''اور ہم نے آپ کو سارے جہاں والوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

نبی کریم ﷺ جو رحمت لے کر دُنیا میں مبعوث ہوئے وہ توحید باری تعالیٰ اور حکمت ہے، یہی دین اسلام اور تمام ادیانِ سماویہ کی اصل اور بنیاد ہے۔

اس آیت کریمہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں دُنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے یعنی جس دین کے ساتھ وہ دنیا میں مبعوث ہوئے وہ جن وانس کے لیے سراپا رحمت ہے، دُنیا وآخرت کی سعادت اسی کو قبول کر لینے میں ہے، اس لیے بطور مبالغہ رسول اللہ ﷺ کو رحمت کہا گیا ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، نبی کریم ﷺ سے کہا گیا کہ آپ مشرکوں پر بددعا کر دیجیے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں لعنت بھیجنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں، میں تو ''رحمت'' بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' [2]

اس لیے اس آیت کی تفسیر میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد جو ایمان لے آیا، اس کے لیے دنیا وآخرت دونوں جہان میں رحمت تمام ہوگئی، اور

[1] صحیح بخاری، رقم: ۲۷۱۵۔ صحیح مسلم، رقم: ۹۷۔۵۶۔

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۵۹۹۔

جو ایمان نہیں لایا وہ دنیاوی عذاب سے محفوظ ہو گیا، گزشتہ قوموں پر مسخ صورت، زمین کے اندر دھنس جانے اور پتھروں کی، بارش کی شکل میں آتا رہا ہے۔ [1]

اہل ایمان کے لیے رحمت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٞ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيصٌ عَلَيۡكُم بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَءُوفٞ رَّحِيمٞ ۝١٢٨﴾ (التوبہ: ۱۲۸)

''تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف آئے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جن پر تمہاری تکلیف والی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں، اہل ایمان کے لیے بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔'' [1]

کفار اور مشرکین کے لیے رحمت کا پہلو:

دین اسلام کا یہ امتیاز ہے کہ وہ جہاں اہل ایمان واسلام کے لیے رحمت کا معاملہ کرتا ہے، کئی مقامات پر کفار ومشرکین کے ساتھ انسانیت کے ناطے رحمت وشفقت کا معاملہ کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

((یَا أَیُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ.)) [2]

''اے لوگو! میں تو صرف ایک تحفہ رحمت ہوں۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ''ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مشرکین کو بددعا دینے کی درخواست کی گئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا، بلکہ مجھے تو سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' [3]

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مومنوں کے لیے تو آپ ﷺ دنیا اور آخرت میں رحمت تھے اور غیر مومنوں کے لیے آپ ﷺ صرف دنیا میں ہی رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے جیسے کہ پہلی امتوں کے کافروں پر یہ عذاب آئے تھے۔ [1]

---

[1] تفسیر طبری: ۵۵۲/۱۸.

[2] مستدرك حاكم: ۳۵/۱۔ معجم صغیر، طبرانی: ۵۱/۱۔ السلسلة الصحیحة، رقم: ۴۹۰.

[3] ابن جریر بحواله ابن كثیر: ۴۸۷/۳.

حیوانات اور جمادات کے لیے رحمت:

دین اسلام کا امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ جہاں انسانیت کے لیے رحمت وشفقت کا معاملہ کرتا ہے، حیوانات اور جمادات کے لیے بھی رحمت وشفقت کا بازو پھیلاتا ہے۔ چنانچہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گدھا دیکھا جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں نے جانور کے چہرے پر داغ لگانے والے یا جانوروں کے چہرے پر مارنے والے پر لعنت کی ہے۔ پھر آپ نے ایسا کرنے سے منع کردیا۔'' ❷

بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کردی ❸ اور اس کے برعکس ایک عورت بلی پر ظلم کرنے کی وجہ سے جہنم میں چلی گئی۔ ❹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاوجہ چیونٹی کو مارنے سے منع فرمایا۔ ❺ جانوروں کو احسان کے ساتھ ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ ❻

جمادات کے ساتھ ساتھ رحمت کا معاملہ دیکھیے گا کہ اُحد پہاڑ نے حرکت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تھمنے کا حکم دیا تو وہ فوراً ساکن ہوگیا۔ ❼ روتے ہوئے کھجور کے تنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

❶ ایضاً۔

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد، رقم: ۲۵۶۴۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب المساقاۃ، رقم: ۳۴۶۷۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم: ۲۲۴۵.

❹ صحیح بخاری، کتاب کتاب الأنبیاء، رقم: ۳۴۸۲۔ صحیح مسلم، رقم: ۲۲۴۳.

❺ سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۵۲۶۷۔ محدث البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

❻ صحیح مسلم، رقم: ۱۹۵۵/۵۷.

❼ صحیح بخاری، رقم: ۷۳۳۳۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۳۶۵/۴۶۴.

دست شفقت رکھا تو وہ آہستہ آہستہ خاموش ہوگیا۔ ❶

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے۔ ❷

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرغ کو بُرا مت کہو کیونکہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔ [3]

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یقیناً نبی کریم ﷺ نے جانوروں کے چہروں پر مارنے سے منع فرمایا۔ [4]

چھپکلی کو مارنے کی اجازت ہے۔سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:''جس نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں مارااس کے لیے اتنا ثواب ہے۔اور جس نے دوسری ضرب میں مارااسے اتنا ثواب ہے۔یعنی پہلے سے کم۔اور جس نے تیسری چوٹ میں مارا اس کے لیے اتنا ثواب ہے۔یعنی دوسری بارسے بھی کم۔'' [5]

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''جس نے چھپکلی کو پہلی ہی چوٹ میں مارااس کے لیے (۷۰) نیکیاں ہیں۔'' [6]

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ پہلی چوٹ ماردینے سے سونیکیاں ملتی ہیں۔ [7]

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے رفیق سفر تھے، پس

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الجمعة، رقم: ۵۰۵۔سلسلة صحيحة، رقم: ۲۱۷۴.

[2] سنن ترمذی، کتاب الجهاد، رقم: ۱۷۰۸، ۱۷۰۹.

[3] سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۱۵۰۱۔المشكاة، رقم: ۴۱۳۶۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[4] سنن ترمذی، کتاب الجهاد، رقم: ۱۷۱۰۔صحیح ابوداؤد، رقم: ۲۳۱۰.

[5] سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۵۲۶۳۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[6] سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۵۲۶۴۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[7] صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم: ۲۲۴۰.

ایک دفعہ آپ رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ہم نے وہ دونوں پکڑ لیے تو وہ چڑیا پر پھڑاپھڑانے لگی، اتنے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے کس نے اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف پہنچائی

ہے، اسے اس کے بچے لوٹا دو۔ اور پھر آپ نے چیونٹیوں کی بستی کو دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا، ہم نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آگ کے اب کے سوا کسی شخص کے لیے زیبا نہیں کہ وہ کسی کو آگ سے تکلیف پہنچائے۔ [1]

دین اسلام امن وآشتی کا دین ہے:

اسلام امن وآشتی کا دین ہے، قیام امن کے لیے یہ کارنامہ بھی سرانجام دیا کہ وحدتِ انسانی کا تصور قائم کیا۔ جبکہ قبل اس سے انسانیت مختلف قبائل، اقوام اور طبقات میں بٹی ہوئی تھی، اور ان قبائل وطبقات کا باہمی فرق ایسا اور اتنا تھا جتنا انسان وحیوان، آزاد وغلام اور عابد ومعبود کا فرق ہوسکتا ہے، نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل وحدت ومساوات انسانی کا تصور خواب و خیال بن چکا تھا۔ سید ابوالحسن علی ندوی ''نبی رحمت'' میں رقمطراز ہیں:

> ''چھٹی صدی عیسوی میں دُنیا کے لیے بڑے بڑے مذاہب، قدیم مذہبی صحیفے اور ان کے احکام وقوانین بازیچہ اطفال بن چکے تھے اور تحریف کے علمبرداروں، منافقوں اور ناخدا ترس و بے ضمیر مذہبی رہنماؤں کی ذاتی اغراض کا نشانہ اور حوادثِ زمانہ کا اس طرح شکار ہو چکے تھے کہ ان کی اصلی شکل وصورت کا پہچاننا مشکل بلکہ ناممکن تھا، اگر ان مذاہب کے اوّلین بانی وعلم بردار، اور ان کے انبیاء کرام دوبارہ واپس آکر اس حالت کو دیکھتے تو ان مذاہب کو خود نہ پہچان سکتے اور ان کا انتساب اپنی طرف کرنے پر ہرگز تیار نہ ہوتے۔'' [2]

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد، رقم: ۲۶۷۵۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] نبی رحمت، ص ۳۵۔

> ''چھٹی صدی عیسوی جس میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی، تاریخ کا بدترین دور تھا، پوری انسانیت خودکشی کے راستہ پر تیزی کے ساتھ گامزن تھی، اس کے اندر بھلائی و برائی اور زشت وخوب میں تمیز کرنے کی بھی صلاحیت باقی نہیں تھی،

بسا اوقات پورے پورے ملک میں ایک شخص ایسا نظر نہ آتا جس کے دل میں انسانیت کا درد ہو، اور اس کے تاریک و ہولناک انجام پر کچھ بے چیز ہو۔'' [1]

چنانچہ دین اسلام نے صدیوں کی طویل خاموشی اور چھائے ہوئے اندھیروں میں یہ انقلابی، قلوب واذہان کو جھنجھوڑ دینے والا اور حالات کے رُخ موڑ دینے والا اعلان عام فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۱۳ ﴾

(الحجرات:۱۳)

''لوگو! ہم نے تمھیں مرد اور عورت کے ملاپ سے پیدا کیا ہے، اور ہم نے تمھیں قوموں اور قبیلوں میں اس لیے بانٹ دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہیں جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہیں، بے شک اللہ بڑا جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ، كُلُّكُمْ مِنْ آدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ. اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ، وَلَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى اَعْجَمِيٍّ فَضْلٌ اِلَّا بِالتَّقْوٰى.)) [2]

''اے لوگو! تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ ایک، تم سب آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے (پیدا کیے گئے) تھے۔ تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے شریف وہ انسان ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، اور کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ اور پرہیز گاری کی وجہ سے۔''

شریعت اسلامیہ کی یہ نصوص وحدۃ الرب اور وحدۃ الأب کا نظریہ دے کر اس پر امن و

---

[1] أیضًا، ص: ۵، بتعدیل.

[2] مسند أحمد: ۵/ ۴۱۱، رقم: ۲۳۸۹۔ شیخ شعیب نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

آشتی کی بنیاد رکھتی ہیں۔ چنانچہ دین اسلام میں کوئی نسل کسی نسل پر اور کوئی قبیلہ کسی قبیلے پر فوقیت نہیں رکھتا، اصل معیار فضیلت تقویٰ ہے۔

اسلام ظلم وستم کا دین نہیں:

فی زمانہ دین اسلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ظلم وستم کا دین ہے، بلکہ پیغمبر دین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے کہ ۱۸۷۰ء میں شائع شدہ کتاب ''لائف آف دی محمد'' ﷺ میں یوپی۔ بھارت کے گورنر ولیم میور نے اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے لکھا ہے کہ:

''دو چیزیں انسانیت کی سب سے بڑی دشمن ہیں۔ محمد (ﷺ) کا قرآن اور محمد (ﷺ) کی تلوار۔'' (موج کوثر،ص: ۱۶۳)

حالانکہ دین اسلام میں تو سراسر انسانیت کی فلاح و بہبود اور عالم انسانیت کے لیے امن و آشتی کا درس دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کی عظمت واحترام ہر حقوق انسانی کے متعلق وہ دائمی تصور دیا ہے جو انسانیت نوازی پر مبنی دائمی دستاویز ہے، پھر آپ ﷺ کا ''معاہدۂ حلف الفضول'' تو سراسر مظلوموں کی نصرت کا پہلا تاریخی منشور ہے۔ اور اسی طرح تاریخ انسانی کا اولین معاہدہ امن ''مواخات'' ہے۔ یہ دستاویز و معاہدات حقوقِ انسانی کے لیے ہی تو ہیں، پھر اس پر مستزاد یہ کہ یہ دساتیر اور تعلیمات محض کاغذی، تخیلاتی اور دفعات محض نہیں بلکہ عملی طور پر نافذ العمل بھی ہیں۔ اب اس کے باوجود بھی اگر یہ کہا جائے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا، اور عالم انسانیت کو رسول اللہ ﷺ کی تلوار سے خطرہ ہے تو اس سے بڑھ کر تعصب اور ہٹ دھرمی کی اور کیا بات ہوسکتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی جنگی پالیسی:

محسن انسانیت نبی کریم ﷺ کی جنگی پالیسی کا اساسی کلیہ یہ تھا کہ مخالف عنصر کا خون بہانے کی بجائے اسے بے بس کردیا جائے، تا آنکہ یا تو وہ تعاون کرے یا مزاحمت چھوڑ دے، چنانچہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے ابواب کو جن محققین و مفکرین نے ہمارے سامنے بے نقاب کیا ہے ان میں ارض ہندو پاک کے ایک مایہ ناز فرزند ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی ہیں موصوف نے

سرورِ عالم ﷺ کی جنگی پالیسی کو یوں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اصل میں آنحضرت ﷺ نے دشمن کو نیست و نابود کرنے کے بجائے مجبور کرنا پسند فرمایا۔'' ❶

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کی سیاست قریش کو تباہ و نابود کرنے پر نہیں، بلکہ بالکل محفوظ رکھ کر بے بس اور مغلوب کر دینے پر مشتمل تھی۔'' ❷

اپنے اس نظریہ کو فاضل محقق نے حضور ﷺ کی اختیار کردہ تدابیر کی تفصیل دے کر اور سلسلۂ واقعات پر تبصرہ کر کے بڑی خوبی سے ثابت کیا ہے۔ ❸

دراصل پیغمبرِ ﷺ کو اگر چہ چارو ناچار میدانِ کارزار میں اترنا پڑا، کیونکہ شہادت گہ الفت کے باہر سے کوئی راہ نصب العین کی طرف نہ جاتی تھی، لیکن آپ ﷺ زمین کے ٹکڑوں کے بجائے روحوں کو فتح کرنا چاہتے تھے، آپ ﷺ تلوار کے زور سے بدنوں کو مطیع بنانے کے بجائے دلیل سے دماغوں کو، اور اخلاق سے دلوں کو مسخر کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ کا اصل معرکہ رائے عامہ کے میدان میں تھا، اور اس میدان میں حریفوں نے زک اُٹھائی اور تیزی سے بازی ہارتے چلے گئے۔ جنگی کارروائی اس تصادم کا بہت چھوٹا جزء ہے جو پیغمبرِ ﷺ کو اُمن دشمنوں سے پیش آیا۔

دیکھیے کہ غزوۂ خیبر کی مہم کے دوران میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے علم خاص

---

❶ عہدِ نبوی ﷺ کے میدان ہائے جنگ، ص: ۴۴۔

❷ عہدِ نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی، ص: ۲۴۰۔

❸ محسن انسانیت، ص: ۳۸۷۔

عنایت فرماتے ہوئے کیا تاکید کی تھی؟ فرمایا: اے علی! اگر تمہارے ذریعے سے ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو یہ تمہارے لیے سب سے بڑی نعمت ہوگی۔ ❶

یعنی اصل مقصود دشمن کا جانی نقصان اور خونریزی نہیں ہے، بلکہ فوقیت اسی بات کو ہے کہ

زیادہ سے زیادہ افراد کے دل و دماغ میں تبدیلی واقع ہو اور وہ نظامِ اَمن کو قبول کر لیں، یہ نمایاں جنگی انداز ہم نے محض بطور نمونہ پیش کیا ہے، ورنہ ایسے شواہد کی کمی نہیں جن سے نبی کریم ﷺ کا بنیادی نقطۂ نظر سامنے آ جاتا ہے۔ جنگ جوئی اور خونریزی کرنے والے لوگ مغلوب الغضب اور جلد باز ہوتے ہیں، بخلاف اس کے ہم آپ ﷺ کو ٹھنڈے عزم اور عالی حوصلے سے آراستہ پاتے ہیں، اور آپ ﷺ کی جنگی پالیسی میں قوت کے استعمال کے بجائے حکمت دانشمندی کام کرتی دکھائی دیتی ہے۔ حکمت دانشمندی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا کہ حضور ﷺ مدینہ میں جاتے ہی مختلف عناصر کو مرکب کر کے اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں، کسی انقلابی نظریے پر بغیر ایک قطرۂ خون بہائے نظام ریاست کو یوں استوار کر دینے کی مثال تاریخ کے اوراق میں ملنا ناممکن ہے۔ صحیح معنوں میں غیر خونی (Blood Less) انقلاب ہمیں یہی ایک ملتا ہے، جس کی بنیادوں میں انسانی خون کا ایک قطرہ نہ گرا، اور جس کی نیو کے پتھروں میں کسی ایک فرزندِ آدم کا لاشہ شامل نہیں، یہ محیر العقول واقعہ خود نبی کریم ﷺ کی مخصوص شان کا ترجمان ہے۔

نبی کریم ﷺ کی جنگوں میں جانی نقصانات کے اعداد و شمار:

نبی کریم ﷺ کی دس سالہ جنگی کارروائیوں کی یہ خاص نوعیت جانی نقصان کے اعداد و شمار سامنے رکھنے سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ ماننا پڑتا ہے کہ آپ ﷺ نے ''کم سے کم خونریزی'' کا ارادہ و اُصول سامنے رکھا، اور بہت قلیل جانی نقصان کے ساتھ دس لاکھ مربع میل رقبہ کی سلطنت قائم کر دکھائی۔ آپ کی جنگی کارروائیوں میں طرفین سے کام آنے والے افراد کی تعداد درج ذیل ہے:

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر۔

	نام غزوہ یا سریہ	مسلمانوں کا نقصان	دشمن کا نقصان
		شہید	مقتول

۱	غزوۂ بدر	۲۲	۷۰
۲	غزوۂ اُحد	۷۰	۳۰
۳	غزوۂ احزاب	۶	۱۰
۴	غزوۂ خیبر	۱۸	۹۳
۵	سریہ موتہ	۱۲	نامعلوم
۶	غزوۂ فتح مکہ	۲	۱۲
۷	غزوۂ حنین وطائف	۶	۷۱
	کل تعداد	۱۳۶	۲۸۶

سات غزوات وسرایا میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد ۴۲۲ ہے۔

عام طور پر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے رسول اللہ ﷺ کے غزوات وسرایا کی تعداد ۸۲ لکھی ہے جو کہ درست نہیں۔ غزوات کی تعداد صرف سات ہے، البتہ حیات طیبہ کی تمام چھوٹی بڑی کارروائیوں اور نقل وحرکت کی تعداد ۸۲ ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

	کارروائیوں کا مقصد	کارروائیوں کی تعداد	شہدا کی تعداد	تعداد مقتولین دشمن
۱	تبلیغ اسلام اور تکمیل معاہدات	۵	۔	۔
۲	بت شکنی کی مہمات	۳	۔	۔
۳	دشمن کی طرف سے ڈاکہ زنی کے بعد مسلمانوں کا تعاقب	۱۰	۱۹	۱۲
۴	ذاتی نوعیت کے واقعاتِ قتل	۵	۔	۵
۵	غلط فہمی کی بنا پر پیش آنے والے تصادم	۶	۔	۱۲۷
۶	سرحدوں کی حفاظت کے لیے کی گئی کارروائیاں	۳۸	۷۳	۱۱

۷	دشمن کی طرف سے دھوکہ دہی اور بغاوت کے واقعات	۸	۸۲	۴۱۰
۸	جنگیں (غزوات وسرایا)	۷	۱۳۶	۲۸۶
	کل تعداد	۸۲	۳۱۰	۸۵۱

۸۲ کارروائیوں میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد رحمۃ اللعالمین ج ۲، باب غزوات وسرایا اور الرحیق المختوم، ص: ۴۲۴، ۴۹۵ پر ۱۱۶۱ ہے۔

۸۲ کارروائیوں میں کام آنے والے افراد کی یہ محیر العقول تعداد اس زمانے کی ہے جس زمانے میں انتقام در انتقام کی شکل میں ہونے والی طویل جنگوں میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔

اَمن پسند ''مہذبوں'' کی اَمن پسندی:

آیئے ایک نظر آج کے نام نہاد مہذب، داعیانِ تہذیب اور اَمن پسند یورپ کی رزم آرائیوں پر ڈالیں، اور دیکھیں کہ کس کی تلوار عالَمِ انسانیت کی دشمن اور خون کی پیاسی ہے؟ اور کون انسانیت کا دشمن ہے؟

1۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں امریکی سفید فام نو آباد کاروں نے اپنی ''نئی دنیا'' آباد کرنے کے لیے ستر لاکھ ریڈ انڈینز کا قتل عام کیا۔ براعظم افریقہ کے سیاہ فام باشندوں کو جانوروں کی طرح پکڑ پکڑ کر اپنا غلام بنایا، جہازوں میں جانوروں کی طرح لاد لاد کر امریکہ لائے اور ان کی باقاعدہ خرید وفروخت کی۔ ان سیاہ فام باشندوں کی نسل آج تک امریکہ میں سفید فاموں کے برابر حقوق حاصل نہیں کر سکی۔ جب بھی سیاہ فام انسانوں نے امریکی دستور میں لکھے گئے ''انسانی حقوق'' کا مطالبہ کیا، انہیں نہایت بے رحمی سے کچل دیا گیا۔ [1]

2۔ ۱۸۹۰ء میں جنوبی ڈکوٹا اور ارجنٹائن پر امریکہ نے حملہ کیا۔ ۱۸۹۱ء میں چلی پر حملہ کیا،

۱۸۹۲ میں اواہو پر، ۱۸۹۳ء میں ہوائی پر حملہ کر کے آزاد ریاست کا خاتمہ کیا، ۱۸۹۴ء، میں کوریا پر ۱۸۹۵ء میں پانامہ پر، ۱۸۹۶ء، میں نکاراگوا پر حملہ کیا، ۱۸۹۸ء، میں فلپائن پر حملہ کیا، یہ جنگ ۱۹۱۰ء تک یعنی بارہ سال تک جاری رہی جس میں چھ لاکھ فلپائنی مارے گئے۔

3۔ ۱۹۱۲ء میں کیوبا پر حملہ کیا، ۱۹۱۳ء میں میکسیکو پر، ۱۹۱۴ء میں ہیٹی پر، ۱۸، ۱۹۱۷ء میں جنگ عظیم اول میں شرکت کی، ۱۹۱۹ء میں ہونڈریس پر حملہ کیا، ۱۹۲۰ء میں گوئٹے مالا پر حملہ کیا، ۱۹۲۱ء میں مغربی ورجینیا پر حملہ کیا۔

4۔ ۴۵۔۱۹۴۱ء کی جنگ عظیم دوم، جس میں چار کروڑ انسان لقمہ اجل بنے، صرف امریکہ بہادر نے اس جنگ میں تین کھرب ۶۰ ارب ڈالر خرچ کیے۔ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ امریکی فوجیوں نے اس میں حصہ لیا، ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرانے کا فیصلہ کرنے والوں میں حقوق انسانی کے علمبردار امریکا کا صدر ''ٹرومین'' اور ''مہذب'' برطانیہ کا وزیر اعظم ''سر'' ونسٹن چرچل بھی شامل تھے۔

5۔ ۱۹۴۳ء میں ڈیٹوریٹ میں سیاہ فاموں کی بغاوت کچلنے کے لیے امریکہ نے فوجی ایکشن کیا۔ یونان کی خانہ جنگی (۴۹۔۱۹۴۷) میں کمانڈو آپریشن کیا، ۱۹۵۰ء میں پورٹو ایکو پر حملہ کیا، ۱۹۵۳ء میں فوجی آپریشن کے ذریعہ ایران کی حکومت بدلی، ۱۹۵۴ء، میں گوئٹے مالا پر بمباری کی۔

6۔ ۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۵ء امریکہ نے مسلسل پندرہ سال تک ویت نام پر جنگ ملسط کئے رکھی،

---

❶ امریکی سیاہ فام محمد علی کلے، اسلام قبول کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں ۱۹۶۰ میں اٹلی کے شہر روم سے ایک مقابلہ جیت کر امریکہ واپس آیا تو ایک ہیرو کی طرح میرا استقبال کیا گیا۔ ایک روز میں ایسے ہوٹل میں چلا گیا جو گوروں کے لیے مختص تھا، جونہی میں ایک میز پر بیٹھا، ہوٹل کی خاتون مینیجر نے مجھے بڑی درشتی سے حکم دیا: ''ہوٹل سے باہر چلے جاؤ، یہاں کسی سیاہ فام کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔'' ''میں نے بتایا'' میں روم میں اولمپک مقابلوں میں جیت کر آیا ہوں اور سونے کا تمغہ حاصل کیا ہے، لیکن اس خاتون نے ایک نہ سنی اور حقارت کے ساتھ زبردستی مجھے ہوٹل سے نکال دیا۔'' (ہم مسلمان کیوں ہوئے، از عبدالغنی فاروق، ص: ۴۵۶)

جس میں دس لاکھ انسان ہلاک ہوئے۔

7۔ ۱۹۶۵ء میں امریکہ نے انڈونیشیا کے آمر صدر سہارتو کو بائیں بازو کے دس لاکھ افراد کو قتل کرنے کے لیے مدد فراہم کی۔

8۔ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۵ء تک (چھ سال) کمبوڈیا سے جنگ کی، جس میں ۲۰ لاکھ انسانوں کا قتل عام ہوا۔

9۔ ۷۳۔۱۹۷۱ء میں لاؤس پر بمباری کی، ۱۹۷۳ء میں جنوبی ڈیکوٹا میں فوجی آپریشن کیا، ۱۹۷۳ء میں ''چلی'' میں فوجی آپریشن کے ذریعہ حکومت تبدیل کی، ۹۲،۱۹۷۶ء میں انگولا میں جنوبی افریقہ کی حمایت سے ہونے والی بغاوت میں باغیوں کو مدد فراہم کی۔ ۹۰۔۱۹۸۱ء میں ''نکاراگوا'' میں فوجی آپریشن کیا، ۸۴، ۱۹۸۲ء میں لبنان کے مسلم علاقوں پر بمباری کی، ۱۹۸۴ء میں خلیج فارس میں دو ایرانی طیارے تباہ کیے۔ ۱۹۸۶ء میں حکومت تبدیل کرنے کے لیے لیبیا پر حملہ کیا۔

10۔ ۱۹۷۹ء میں عراق نے امریکہ کے فوجی تعاون سے ایران پر حملہ کیا، یہ جنگ مسلسل آٹھ سال تک جاری رہی، جس میں دونوں طرف سے لاکھوں انسان لقمہ اجل بنے۔

11۔ ۱۹۸۹ء میں فلپائن میں فوجی بغاوت ہوئی۔ امریکہ نے بغاوت کچلنے کے لیے فلپائن کو فضائی مدد مہیا کی۔ ۱۹۸۹ء میں ہی فوجی آپریشن کے ذریعہ پانامہ میں حکومت تبدیل کی، جس میں ۲ ہزار افراد ہلاک ہوئے۔

12۔ ۱۹۸۹ء میں الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ الیکشن میں بھاری اکثریت سے جیتی، جو ملک میں اسلامی انقلاب لانا چاہتی تھی، اسلامی انقلاب کو روکنے کے لیے امریکہ کی مدد سے فوجی آپریشن کیا گیا، جس میں ۸۰ ہزار افراد قتل ہوئے۔

13۔ ۱۹۹۰ء میں عراق کو کویت پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی، اور ۱۹۹۱ء میں ''ڈیزرٹ سٹارم آپریشن'' کی صورت میں خود عراق پر حملہ کر دیا، جس میں ہزاروں عراقی ہلاک ہوئے۔

14۔ ۱۹۹۴ء میں ہیٹی کی حکومت بدلنے کے لیے فوجی آپریشن کیا۔ ۱۹۹۶ء میں عراق پر حملہ کیا،

اورفوجی اہمیت کے ۲۷ ٹھکانوں پر میزائل پھینکے۔ ۱۹۹۸ء میں سوڈان کی دواساز کمپنی پر میزسے ۱۹۹۸ء میں عراق پر پھر مسلسل چاردن تک میزائلوں سے بمباری کی۔

15۔ ۱۹۹۰ء میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت انڈونیشیا میں بغاوت کروائی، عیسائیوں کو مدد فراہم کی، لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کیا، بالآخر مشرقی تیمور کی صورت میں ایک عیسائی ریاست قائم کی۔ [1]

16۔ سوویت یونین کے جابرانہ تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے دس لاکھ شہداء کی قربانیاں دینے والے زخموں سے نڈھال، نہتے افغانستان پر ۲۰۰۱ء میں طیاروں اور میزائلوں سے شدید بمباری کی، جس کے نتیجہ میں ۲۵ ہزار بے گناہ شہری شہید ہوئے، ۷ ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا اور طالبان کی جگہ شمالی اتحاد کی کٹھ پتلی حکومت قائم کی۔

17۔ عراق میں تباہ کن ہتھیاروں کا بہانہ بنا کر ۲۰ مارچ ۲۰۰۳ء کو امریکہ نے عراق پر حملہ کیا، جس میں ہزاروں بے گناہ شہری مارے گئے، امریکی قبضہ کے بعد فلوجہ شہر کے عوام کی مزاحمت پر امریکی فوج نے فلوجہ پر زہریلی گیس چھوڑی اور کیمیاوی ہتھیار بھی استعمال کئے، جن کے استعمال پر بین الاقوامی طور پر پابندی عائد ہے۔ [2]

انسانی جان کی حفاظت:

انسانی فطرت ہے، بلکہ تمام حیوانات اور ذی نفس کا خاصہ ہے کہ وہ جان کی حفاظت ضروری سمجھتا ہے۔ اسلام نے انسانی جان کی حفاظت کے لیے بہت ہی معقول اور مؤثر طریقہ بتایا ہے۔ اور اس کی تنفیذ کا حکم دیا ہے۔

---

[1] مذکورہ بالا اعدادوشمار خالد محمود قادری کی کتاب ''افغانستان میں مسلمانوں کا قتل عام'' سے لیے گئے ہیں۔

[2] ہفت روزہ تکبیر، کراچی، جنوری ۲۰۰۶ء۔

انسانی جان اللہ رب العزت اور نبی کریم ﷺ کے نزدیک بہت ہی قیمتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جانوں کی حفاظت کا سخت انتظام فرمایا ہے۔ ایک فرد کے قتل کو تمام لوگوں کا قتل قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ﴾ (المائدہ: ۳۲)

''اسی لیے بنی اسرائیل پر ہم نے فرض کر دیا۔ کہ جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا یا زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے قتل کرے گا تو گویا اسنے پوری نوع انسانی کو قتل کر ڈالا، اور جو اسے زندہ رکھے گا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ چھوڑا۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ.)) [1]

''قیامت کے روز معاملات سے متعلق سب سے پہلے خون کا فیصلہ ہوگا۔''

اسلام میں کسی بھی شخص کا خون بہانا حرام ہے، خواہ وہ کسی بھی دین اور مذہب کا ہو بشرطیکہ وہ مسلمانوں سے جنگ نہ کرتا ہو، اور مسلمانوں کے جان و مال کے درپے نہ ہو۔ اگر وہ مسلمانوں

[1] صحیح بخاری، رقم: ٦٨٦٤۔ صحیح مسلم، رقم: ١٦٧٨/٢٨.

کے عہد و پیمان اور امان کے اندر ہے تو اس کے قتل پر اللہ کی طرف سے بہت سخت وعید آئی ہے۔ جس طرح ایک مسلمان کے قتل پر سخت وعید آئی ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ۝۹۳﴾ (النساء: ۹۳)

''جو شخص جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا غضب اس پر ہوگا اور لعنت بھی، اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اسی طرح عہد و پیمان دے کر کسی غیر مسلم کو قتل کرنے کی سزا اور عذاب یہ ہے کہ قاتل جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔ سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ (أي لم يشمها) وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ

مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا .)) ❶

''جو شخص ذمی اور معاہدین میں سے کسی کو قتل کرے تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا، اور اس کی خوشبو چالیس سالوں کی مسافت تک محسوس کی جاتی ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچنا۔ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''شرک کرنا، جادو کرنا، جس کا قتل جائز نہ ہو اس کو ناحق قتل کرنا۔'' ❷

---

❶ صحيح بخاری، كتاب الجزيه والموادعة، رقم: ۳۱۶۶.

❷ صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم: ۲۶۲.

تورات کا قانون بھی یہی تھا اور وہی قانون قرآن نے مسلمانوں کے لیے بھی برقرار رکھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾

(المائدہ: ۴۵)

''ہم نے یہودیوں پر تورات کے ذریعہ فرض کیا تھا کہ قاتل کو مقتول کے بدلے قتل کیا جائے، مظلوم کو آنکھ پھوڑنے کے بدلے میں ظالم کی آنکھ پھوڑی جائے! ناک کان کاٹنے کے بدلے میں کاٹنے والے کے ناک اور کان کاٹے جانے کے بعد پھر قتل کیا جائے۔ اگر زخمی کیا تو زخم کا بدلہ زخم لگا کر لیا جائے۔''

یہ قانون تورات میں اب بھی پایا جا رہا ہے۔ اگرچہ اس میں یہودی علماء نے بہت تبدیلیاں کر ڈالی ہیں۔ ❶

قصاص میں خیر و بھلائی ہے۔ اسی حکمت کو قرآن کریم میں دوٹوک الفاظ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۷۹﴾ (البقرہ:۱۷۹)

''عقل وخرد والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔''

انسانی عقول کی حفاظت:

اسی طرح اسلام نے اس عقل کی حفاظت کے لیے سخت سے سخت انتظام کیا ہے۔ کیونکہ یہ عقل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲﴾ (یوسف:۲)

''یقیناً ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تم اسے سمجھو۔''

لہٰذا ہر اس چیز کو اسلام نے حرام کیا ہے جس سے عقل انسانی کو وقتی طور پر یا ہمیشہ کے لیے نقصان پہنچ سکتا ہے اور انسان بے عقل ہوسکتا ہے۔ جس طرح پورے نفس اور انسانی وجود کا مالک اللہ ہے اسی طرح اس کی عقل کا مالک بھی اللہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۹۰﴾ (المائدہ:۹۰)

''اے ایمان والو! شراب اور جوا، بت اور تیروں کے ذریعہ قسمت کے جاننے کی کوشش کرنا یہ ناپاک چیزیں ہیں، شیطان کے کاموں میں سے ہیں۔ ان سب مذکورات سے باز رہو! اسی میں تمہاری فلاح وبہبود ہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ.)) [1]

''ہر نشہ والی چیز ''خمر'' ہے اور ''خمر'' شراب حرام ہے۔''

اللہ کی عطا کردہ اس نعمت عقل کی حفاظت ہی کے پیش نظر اگر کوئی شخص شراب پیتا ہے تو اس

---

[1] دیکھئے: الکتاب المقدس خروج ۲۳، ۲۱۔۲۵۔ اسی طرح انجیل متی میں بھی اسی جیسا حکم ہے۔ دیکھئے: متی ۵۔۲۱۔۱۸/۱۹۔۔ لوقا ۱۸/۲۰۔

کے اوپر حد شرعی واجب ہے۔ دنیا کے عقلمند یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ اسلام کی تعلیم شراب کے بارے میں بہت ہی معقول ہے کہ اس شراب سے سوسائٹی میں بہت کچھ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ شراب کی خرابی سے متعلق ایک حدیث کا ذکر کر دینا اس موقع پر مناسب ہوگا۔ طبرانی اور حاکم رحمہما اللہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابوبکر وعمر اور کچھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بیٹھے:

((فَذَكَرُوا أَعْظَمَ الْكَبَائِرِ فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ فِيهَا عِلْمٌ يَنْتَهُونَ إِلَيْهِ.))

''اور بڑے سے بڑے گناہوں کا ذکر آیا تو ان لوگوں کے پاس اس بارے میں یقینی علم نہ تھا۔''

تو مجھے سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج کر پوچھا تو سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بتایا:

((أَنَّ أَعْظَمَ الْكَبَائِرِ شُرْبُ الْخَمْرِ.)) [1]

''کہ سب سے بڑا گناہ شراب کا پینا ہے۔''

میں نے آ کر ان کو بتایا تو سب نے اس پر نکیر کی، اور سب اٹھ کر سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے گھر آئے، تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے سب سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ مَلِكًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَخَذَ رَجُلاً، فَخَيَّرَهُ بَيْنَ أَنْ يَشْرَبَ الْخَمْرَ، أَوْ يَقْتُلَ صَبِيًّا، أَوْ يَزْنِي، أَوْ يَأْكُلَ لَحْمَ الْخِنْزِيرِ، أَوْ يَقْتُلُوهُ إِنْ أَبَى، فَاخْتَارَ أَنْ يَشْرَبَ الْخَمْرَ وَإِنَّهُ لَمَّا شَرِبَهَا لَمْ يَمْتَنِعْ مِنْ شَيْءٍ أَرَادُوا مِنْهُ.)) [2]

''کہ بنو اسرائیل کے ایک بادشاہ نے ایک شخص کو پکڑا اور اسے اختیار دیا کہ یا تو شراب پی، یا ایک آدمی کو قتل کرے، یا پھر زنا کرے، یا سور کا گوشت کھائے ورنہ اگر ان میں سے کوئی ایک کام بھی نہیں کرتا تو اسے قتل کر دیا جائے۔ تو اس شخص نے شراب پی لینے کو سب سے ہلکا گناہ سمجھ کر شراب پی لی۔ جب شراب پی لی تو مست

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الأشربة، حدیث نمبر: ۳۶۷۹۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

ہوا، عقل جاتی رہی، پھر باقی دوسرے گناہ جن میں اس کو اختیار دیا گیا تھا سب کچھ کرگزرا۔"

حسب ونسب کی حفاظت:

اسلام کی اہم تعلیمات میں سے حسب ونسل کی حفاظت ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے شریعت نے نکاح اور شادی کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ یعنی نکاح کے فوائد میں سے نسل کی بڑھوتی بھی ہے، اور رہبانیت اور قطع تعلق عن الدنیا سے منع فرمایا۔

---

❶ صحیح الترغیب والترھیب، حدیث نمبر: ۲۳۷۰.

❷ سلسلة الاحادیث الصحیحة، حدیث نمبر: ۲۶۹۵.

حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان اپنے اہل وعیال پر جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ لکھا جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((دِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَدِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ رَقَبَةٍ، وَدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِيْنٍ، وَدِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ.)) ❶

"ایک دینار تم نے جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کیا، ایک دینار غلام آزاد کرنے میں خرچ کیا، ایک دینار کسی مسکین پر خرچ کیا اور ایک دینار اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا تو ان میں سے سب سے زیادہ اجر وثواب اس پر ملے گا جسے تم نے اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا۔"

اسلام نے نسل کی تربیت اور اس کی حفاظت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ تاکہ وہ صالح اور نیک ہو۔ جب وہ اولاد صالح ہوگی تو خود والدین کی وقت ضرورت خدمت کرے گی۔ اور اس خدمت کو اللہ نے اولاد پر فرض کر دیا ہے۔

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (الاسراء: ۲۳)

''اور تمھارے پروردگار نے صاف حکم دیا ہے، تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔''

مرنے کے بعد بھی یہ اولاد نفع پہنچائے گی۔ صحیح مسلم میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ إِنْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ.)) [2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الزكاة، حديث نمبر: ۲۳۵۸۔ صحيح الجامع الصغير، رقم: ۳۳۹۸.

[2] صحيح مسلم، كتاب الوصية، حديث نمبر: ۴۱۹۹۔ صحيح الترغيب والترهيب، كتاب العلم، حديث نمبر: ۷۸۔

''جب ابن آدم فوت ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے مگر تین چیزیں (اس کے لیے نفع مند ثابت ہوتی ہیں): (۱) صدقہ جاریہ۔ (۲) علم نافع اور (۳) نیک اولاد جو اس کے حق میں دعائے خیر کرتی ہے۔''

مسلمان کی عزت نفس کی حفاظت:

اسی طرح اسلام نے اس انسان کو باعزت بنایا ہے۔ کسی کے لیے جائز نہیں! کہ اس کو حقیر سمجھے کسی بھی خاندان کا ہو، کسی بھی ملک کا ہو، کسی بھی رنگ کا ہو۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ آدَمَ﴾ (الاسرا: ۷۰)

''یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوٓا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الظَّٰلِمُونَ ﴿١١﴾﴾ (الحجرات: ۱۱)

’’اے ایمان والو! کوئی مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہو، اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں! ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ، اور نہ کسی کو برے لقب دو، ایمان کے بعد فسق برا نام ہے، اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’بدگمانی سے بچو، بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے، عیب نہ ٹٹولو۔ ایک دوسرے کی ٹوہ میں میں نہ لگو۔ حسد بغض اور ایک دوسرے سے منہ پھلانے سے بچو، سب سے مل کر اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔‘‘ [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأدب، رقم: ۶۰۶۶۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۵۶۳.

مال کی حفاظت:

اسی طرح اسلام نے مال کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ ہر شخص اس حد تک مال کما سکتا ہے اور جمع کر سکتا ہے جس کے ذریعہ اپنی زندگی آرام سے گزار سکے۔ مال کے لیے شرط ہے کہ حلال طریقے سے کمایا ہو اور پھر اس میں سے اللہ کا مقرر کردہ حق ادا کیا ہو۔ اللہ رب العزت نے مال کو لوگوں کے زندہ رہنے کا سبب بتایا ہے اور اس کی حفاظت کا حکم بھی دیا ہے:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝﴾ (النساء: ۵)

’’بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دے دو، جس مال کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے، ہاں! انہیں اس مال سے کھلاؤ پلاؤ، پہناؤ، اوڑھاؤ اور انہیں معقولیت سے نرم بات کہو۔‘‘

ہر شخص کو حق ہے کہ شرعی طریقے پر جسقدر مال جمع کر سکے کرے، لیکن مال کے راستے میں واجبات شرعیہ کو نہ چھوڑے اور خود مال میں جو حق واجب آتا ہے اس کو ادا کرے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ﴾

(الجمعہ: ۱)

"پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔"

مال کی حفاظت کے سلسلے میں خود صاحب مال کو حفاظت کی تاکید فرمائی گئی۔ اسراف اور ناحق خرچ کرنے سے منع کیا گیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَ الْمِسْکِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَ کَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا ۝﴾

(الاسراء: ۲۶ تا ۲۷)

"اور رشتے داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو! اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو! بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔"

نیز یتیموں کو لوگ کمزور سمجھ کر ان کا مال ہڑپ کر لینے کے درپے رہتے ہیں اس وجہ سے ان کے مال کی حفاظت کی بھی بڑی تاکید فرمائی:

﴿وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْکَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ﴾ (الانعام: ۱۵۲)

"اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد تک پہنچ جائے اور ناپ اور تول پورا کرو انصاف کے ساتھ۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ وَلِیَ یَتِیْمًا وَلَہُ مَالٌ فَلْیَتَّجِرْ لَہُ! لَا تَأْکُلُہُ الصَّدَقَۃُ.)) [1]

"یتیم کے ولی کو چاہیے کہ اس کا مال تجارت میں لگا دے، تاکہ زکاۃ مال کو کھا نہ جائے!"

مزید ارشاد فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ

مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

(البقرہ: ۲۷۵ تا ۲۷۶)

''سود خور نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے! یہ اس لیے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام، جو شخص اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن

❶ سنن ترمذی، کتاب الزکاۃ، حدیث نمبر: ۶۴۱.

کر رک گیا اس کے لیے وہ ہے جو گزرا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا، وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے۔''

سود کا مال خود سود خور کو لے ڈوبے گا! اس میں نہ برکت ہوگی نہ ہی وہ اس سے آسودہ ہوگا! یہ مال اولاد کو کھلا کر ان پر مصائب کا سبب بنا سکتا ہے۔ اور تھوڑا حرام اس کے زیادہ حلال مال کو کھا بھی سکتا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الرِّبَا وَإِنْ كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ إِلَى قَلَّ.)) ❶

''کہ سود کا مال اگرچہ دیکھنے میں زیادہ! مگر اس کا انجام قلت ہی ہے۔''

غرضیکہ کہ اسلام میں مال حلال کا خاص احترام ہے۔ اسی وجہ سے ہر غیر شرعی طریقے سے مال کا کھانا، مال کا خرچ کرنا حرام کیا گیا اور حرام کھانے والے کے بارے میں بہت سخت وعید آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ جَسَدٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ.)) ❷

''ہر جسم جو حرام سے پلا ہو تو جہنم کا زیادہ حقدار ہے۔''

نیز حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((الرجلُ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَ مَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ.)) [3]

''جو آدمی لمبا سفر کرتا ہے۔ پریشان صورت اور پریشان حالت میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یارب! یارب! کہتا ہے مگر اس کا کھانا حرام کا ہے، اس کا پینا حرام کا ہے، اس کا پہننا حرام کا ہے، اس کی غذاء حرام کی ہے، تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟''

اسی وجہ سے مال کے چوری کرنے پر اگر دینار کا چوتھائی حصہ بھی چوری کیا ہے۔ اور چوری ثابت ہوگئی تو چور کا ہاتھ نیچے کے جوڑ سے کاٹا جائے گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ﴾ (المائدہ:۳۸)

''چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو! یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا! یہ عذاب اللہ کی طرف سے ہے۔''

اسی طرح اگر ایک مسلمان مال اور جان کی دفاع میں مار ڈالا گیا تو اس کا درجہ شہید کا ہے۔ سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ.)) [1]

''جو شخص اپنے مال کی خاطر مارا جائے وہ شہید ہوگا۔''

---

[1] الترغیب والترھیب، حدیث نمبر: ۱۸۶۳.

[2] صحیح الجامع الصغیر، حدیث نمبر: ۴۵۱۹.

[3] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، حدیث نمبر: ۲۳۴۶.

اصل دین خالص ہی انسانیت کے مسائل کا حل ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے دین حق کو قائم کرے تاکہ ظلم اور بداخلاقی سے کراہتی اور سسکتی انسانیت کو سکون ملے۔

---

❶ سنن ابن ماجه، کتاب الحدود، حدیث نمبر: ۲۵۸۰.

فصل نمبر ۲:

اسلام ہی انسانیت کا حل ہے

وہ اسلام جو پیارے پیغمبر محمد مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر مبعوث ہوئے، اس میں انسانیت کے تمام کے تمام دینی، دنیاوی، معاشی، سماجی، سیاسی اور معاشرتی گویا تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ ربّ العزت نے انسانیت کو اس میں پورے طور پر داخل ہونے کا حکم صادر فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ (البقرہ:۲۰۸)

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے طور پر داخل ہوجاؤ، اور شیطان کے نقش قدم کی اتباع مت کرو، کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اہل اسلام کو اس بات کا حکم صادر فرمایا ہے کہ وہ اسلام اس کے تمام جزئیات وتفاصیل کے ساتھ قبول کریں، ان کی طرح نہ ہوجائیں جو خواہش نفس کے غلام بن گئے کہ جو بات ان کی خواہش کے مطابق ہوئی اسے لے لیا، اور جو ان کی خواہش کے مطابق نہ ہوئی اسے چھوڑ دیا۔

کوئی بھی انسان پورے اسلام میں اسی وقت گامزن ہوسکتا ہے جب شیطان کی مخالفت کو اپنی زندگی کا مشن بنالے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے شیطان کی اتباع سے منع فرمایا اور تنبیہ فرمائی کہ وہ تو تمہارا عدو مبین ہے، اور یہ بات بھی تمھیں معلوم ہے کہ اس نامراد اور مردود نے تمہارے باپ آدم کے ساتھ کھلی عداوت کی تھی، اور جنت سے نکلوایا تھا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس آیت کریمہ میں ''اہل ایمان'' سے مراد اہل کتاب کے بعض وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کو تو قبول کرلیا تھا، لیکن تورات کے بعض احکام وشرائع کو

بھی اب تک گلے لگا رکھا تھا، انہی کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ پورے دین مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرو، اس میں سے کسی بھی حکم کو بھی اب تک گلے لگا رکھا تھا، انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ پورے دین محمدی کو قبول کرو، اس میں سے کسی بھی حکم کو مت چھوڑو، اور تورات پر صرف تمہارا ایمان لانا کافی ہوگا۔

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (آل عمران:۸۵)

''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین چاہے گا، تو اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔''

کیونکہ کتاب وسنت میں انسانیت کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴾ (النحل:۸۹)

''اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کو بیان کرتی ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے۔''

بعض یہود نے سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہا:

((لَقَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ ﷺ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ فَقَالَ: اَجَلْ نَهَانَا اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ اَوْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ وَاَنْ نَسْتَنْجِيَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ اَوْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ اَوْ عَظْمٍ.)) [1]

''تمہارے نبی (ﷺ) تو تمہیں ہر چیز سکھا دی ہے یہاں تک کہ قضاء حاجت بھی؟ سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! آپ نے ہمیں پیشاب و پاخانہ کے وقت

[1] سنن ترمذی، کتاب الطهارة، رقم: ۱۶ ۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۳۱۶ ۔ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، رقم: ....

قبلہ رُخ ہونے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے، تین پتھر سے کم میں استنجاء کرنے اور لید وہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

ہر فیصلہ دین اسلام کے مطابق کرنا:

دین اسلام کا تقاضا ہے کہ ہر فیصلہ دین اسلام کے مطابق کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ (النسآء: ۵۹)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے اقتدار والوں کی، پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اس میں بھلائی ہے اور انجام کے اعتبار سے یہی اچھا ہے۔"

"مجاہد اور دوسرے علمائے سلف نے کہا ہے کہ "اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو" سے مقصود قرآن وسنت ہے۔ آیت کے اس حصہ میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو اس کا فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہیے، اللہ اور آخرت پر ایمان کا تقاضا یہی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص بھی کسی اختلافی مسئلہ میں قرآن وسنت کا حکم نہیں مانے گا، وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں مانا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ قرآن وسنت کی طرف رجوع میں ہی ہر چیز ہے، اور انجام کے اعتبار سے بھی یہی عمل بہتر ہے۔ (تیسیر الرحمن: ۱/ ۲۶۹)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾

(الاحزاب: ۳۶)

''اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کردے، تو کسی مسلمان مرد اور عورت کے لیے اس بارے میں کوئی اور فیصلہ قبول کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ اس آیت میں مذکور حکم تمام امور کو شامل ہے، یعنی کسی بھی معاملے میں جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صادر ہو جائے، تو کسی کے لیے بھی اس کی مخالفت جائز نہیں ہے، اور نہ کسی کے قول یا رائے کی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت (۶۵) میں فرمایا: ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ''تمہارے ربّ کی قسم، وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافی امور میں اپنا فیصل نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلہ کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تکلیف نہ محسوس کریں، اور پورے طور سے اسے تسلیم کرلیں۔'' (تفسیر ابن کثیر: تحت الآیۃ)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے وقت فرمایا تھا:

((لَوْ خَطَفَتْنِي الْكِلَابُ وَالذِّئَابُ لَا نْفَذْتُهُ كَمَا اَمَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَدْ أَرَادَ قَضَا بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَوْ لَمْ يَبْقَ فِي الْقُرٰى غَيْرِيْ لَا نْفَذْتُهُ.)) [1]

''میرے علاوہ پوری بستی میں کوئی شخص نہ ہو، اور مجھے کتوں اور بھیڑیوں کے نوچ لینے کا خدشہ بھی ہو، تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافذ کردہ فیصلہ کو جاری کرنے سے نہ رکوں گا۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَمَا لَمْ تَحْكُمْ اَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ.)) [2]

---

[1] الکامل: ۲/۲۲۶۔

[2] سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث: ۴۰۱۹۔

''اور جب تک ان کے ائمہ کتاب اللہ کے ساتھ فیصلے نہیں کریں گے، اللہ ان کے درمیان لڑائی ڈال دے گا۔''

تمام مسائل اختلافیہ کا حل دین اسلام میں ہے:

اختلاف ہوجانا طبع انسانی کا لازمہ ہے، مگر اس اختلاف کو دین اسلام کی روشنی میں حل کرنا چاہیے۔ اجتہاد اگر درست ہے تو مجتہد کو دو اجر ملیں گے، اگر مجتہد مخطی ہے تو اجتہاد کا ایک اجر تو اس کو لازمی ملے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی آپس میں اختلاف ہوجاتا، مگر وہ اختلاف کے وقت جو کتاب وسنت سے زیادہ قریب ہوتا اسی کو اختیار کرتے، اور یہی طرز عمل تابعین، تبع تابعین اور ائمہ ہدی رحمہم اللہ کا تھا۔

کوئی بھی شخص اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے تمام امور اختلافیہ میں دین اسلام کو فیصل نہیں مان لیتا، اور عملی طور پر اس پر ایمان کا ثبوت فراہم کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۶۵ ﴾ (النسآء: ٦٥)

''پس آپ کے ربّ کی قسم، وہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافی امور میں اپنا فیصل نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلہ کے متعلق اپنے دلوں میں کوئی تکلیف نہ محسوس کریں، اور پورے طور سے اسے تسلیم کرلیں۔''

اختلاف کے وقت ائمہ ہدیٰ کا طرز:

ائمہ کرام رحمہم اللہ اختلاف کے وقت کتاب وسنت کے قریب ترین رائے واجتہاد کو ترجیح دیتے تھے۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کہتے سنا ہے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مل جائے تو وہ سر آنکھوں پر، اقوال صحابہ مل جائیں تو ان کے مختلف اقوال میں سے ہم کسی ایک کا اختیار کریں گے۔ تابعین کے اقوال سامنے آئیں تو ہم بھی انہی کی طرح اجتہاد کریں گے۔ [1]

اسحاق بن عیسیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ جب بھی کوئی بحث و

❶ المدخل الی السنن: ۱/۴۶.

مباحثہ کرنے والا آئے تو کیا ہم سیّدنا جبریل علیہ السلام کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین کو چھوڑ دیں گے۔ ❶

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے کہ: ''ائمہ کا طریقہ ہم نے یہ پایا ہے کہ وہ کوئی بات کہنی ہوتی تو لوگوں سے کتاب وسنت کا علم پوچھتے تھے۔ ان کی اپنی رائے کے خلاف اگر کسی مسئلہ کی خبر مل جاتی تو کتاب وسنت کی خبر کو قبول کر لیتے۔ اپنے تقویٰ کی بنا پر کتاب وسنت کی طرف رجوع کر لیتے، انکار نہ کرتے۔ اگر ہمیں ائمہ کی تحقیق نہ ملے تو صحابہ کرام کے اونچے مقام ومرتبہ کی بنا پر ان کے قول کو لیں گے۔ ان کے بعد لوگوں کی پیروی کے بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتباع افضل ہے۔'' ❷

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافی مسائل میں جو کتاب وسنت سے زیادہ قریب ہوتا اسی کو اختیار کرتے لیکن صحابہ کے اقوال سے باہر نہ جاتے۔ اگر کسی قول کی ترجیح آپ کے نزدیک ظاہر نہ ہوتی تو بغیر ایک کے اختیار کیے تمام اقوال کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کسی بستی میں آدمی سے ایسا مسئلہ پوچھا جائے جس میں لوگوں کا اختلاف ہے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: کہ کتاب وسنت کی موافقت میں فتویٰ دے اور جو کتاب وسنت کے موافق نہ ہو اس کا فتویٰ نہ دے۔ ❸

اختلاف کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل:

اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ وہ دین و دنیا کے کسی بھی معاملہ میں اگر اُن کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اپنے معاملات کتاب وسنت سے حل کریں۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (الشوریٰ:۱۰)

❶ الحلیة: ۶/ ۳۲۴.

❷ الرسالة، ص: ۵۵۹، ۵۶۰.

❸ اعلام الموقعین: ۱/ ۳۲، ۳۳.

''اور تم جس چیز میں بھی اختلاف کرو، اُس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہی لوٹانا ہے۔''

''صاحب محاسن التنزیل رقمطراز ہیں: آیت میں اشارہ ہے کہ سچا دین صرف دین اسلام ہے، اور مشرکین مکہ اور دیگر مشرکین کا دین و مذہب ان کے آباء و اجداد کی مشرکانہ رسمیں اور خواہش نفس کی اتباع ہے۔ اور اگرچہ یہ سورت مکی ہے، لیکن یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جن مسائل و معاملات میں اختلاف ہو جائے، ان میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہی فیصل قرار پائے گی۔'' انتہی!

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عقیدہ و عمل کے کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو فوراً اللہ اور رسول کا فیصلہ تلاش کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو یہی حکم فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلا اختلاف نبی کریم ﷺ کی وفات کے متعلق تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات نہیں ہوئی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے تو دیکھا کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے مخاطب ہیں، سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر بیٹھ جاؤ، لیکن وہ نہ بیٹھے۔ سب نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطاب کیا۔

((أَمَّا بَعْدُ! مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ.))

''جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمد ﷺ کو موت آ گئی ہے، اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا، تو بے شک اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے،

اسے موت نہ آئے گی۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

"محمد اللہ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے۔ تو آپ کو موت آجائے تو یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم اپنی پرانی حالت میں لوٹ جاؤ گے؟ جو بھی ایسا کرے گا تو اس سے اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ شکر بجالانے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔"

اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ اللہ کی قسم! ایسا لگتا تھا کہ لوگوں کو اس آیت کے نازل ہونے کا علم ہی نہ تھا۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی تو لوگ اس کو دہرانے لگے۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

((وَاللّٰهِ! مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعُقِرْتُ حَتّٰى مَا تُقِلُّنِيْ رِجْلَايَ وَحَتّٰى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِيْنَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ مَاتَ.)) [1]

"اللہ کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اس آیت کریمہ کی تلاوت کی تو میں گھائل سا ہوگیا، یہاں تک کہ اپنے پاؤں نہ سنبھال سکا اور زمین پر گر پڑا۔ یہ آیت سننے کے بعد مجھے بھی یقین ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ وفات پا چکے ہیں۔"

اس کے بعد دوسرا اختلاف رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ کی تعیین کے بارے میں ہوا۔ لیکن اسے بھی سنت رسول "اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ" یعنی "خلیفہ قریش میں سے ہیں" سے رفع کیا گیا۔

ابن العربی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوکر آپس میں مشورہ کر رہے تھے، کچھ سمجھ نہ پا رہے تھے کہ کیا کریں۔ مہاجرین کو جب خبر لگی تو آپس میں کہا: کہ انصار کو

یہاں بلا لیا جائے۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں ہم خود ان کے پاس جائیں۔ مہاجرین میں سے سیّدنا ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم گئے۔ باتیں ہوئیں انصار کے کچھ لوگوں نے کہا کہ مہاجرین میں

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۴۵۴.

سے ایک امیر رہے، اور انصار میں سے ایک امیر ہو۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بہت کچھ مفید باتیں کیں اور مزید یہ کہا: ((وَلَكِنَّا الْأَمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ.))

''کہ امیر ہم ہوں گے اور آپ لوگ وزیر ہوں گے۔''

کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ''ائمہ قریش میں ہوں۔'' میں انصار کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید کرتا ہوں ان کے نیکوکاروں کو قبول کرو اور ان میں کا کوئی کچھ غلط کام کرے تو اسے معاف کردو۔

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ نے ہمیں ''صادقین'' کا لقب دیا ہے اور آپ لوگوں کو ''مفلحین'' کے لقب سے نوازا ہے، اور آپ لوگوں کو ہر حالت میں ہمارے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾﴾ (التوبہ: ۱۱۹)

''اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور صادقین (سچوں) کے ساتھ رہو۔''

اس کے علاوہ بہت سی صحیح باتوں اور قوی دلیلوں کا ذکر کیا۔ اس پر انصار نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کرلی۔ ❶

پھر صحابہ کرام میں اس بات میں اختلاف ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے، اس اختلاف کو بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حل کیا گیا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو لوگوں میں اختلاف ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے؟ اس پر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، بھولا نہیں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد نے فرمایا:

((مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ.)) ❷

''کہ اللہ کسی نبی کو وہیں وفات دیتا ہے جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتے ہیں۔''

❶ العواصم من القواصم، ص: ۴۳، ۴۴.

❷ سنن ترمذی، رقم: ۱۰۱۸.

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

((أَدْفِنُوْهُ فِيْ مَوْضِعِ فِرَاشِهِ.)) ❶

''کہ آپ کے بستر ہی کی جگہ پر آپ کو دفن کرو، اختلاف کا خاتمہ ہوگیا۔''

پھر صحابہ میں جو اختلاف ہوا وہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد سیّدنا علی، عباس اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کا سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختلاف تھا۔

اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات رسول کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے وراثت طلب کی۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ.)) ❷

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''ہمارا کوئی وارث مال نہیں ہوگا جو کچھ ہم چھوڑ کر جائیں گے وہ صدقہ ہوگا۔''

یاد رہے کہ اس حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ فاطمۃ الزہراہ رضی اللہ عنہا نے قبول کرلیا۔

اسی طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے جب بھی کسی واقعہ میں اختلاف ہوتا تو قرآن وسنت کی دلیلوں کو ڈھونڈتے، جب دلیل مل جاتی اختلاف رفع ہوجاتا۔ اس آیت کی عملی تفسیر تھے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (النساء: ۵۹)

''جب تم میں کسی مسئلہ میں نزاع ہوجائے تو کتاب وسنت سے رجوع کرو۔''

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے خیر القرون کے موقف کا ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: ''کہ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو لیا اور تابعین سے کہا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

ہے ہم تمھیں پہنچا رہے ہیں۔
تابعین عظام نے بھی اسی نہج پر زندگی گزاری۔ پھر اتباع تابعین بھی اسی سیدھے مسلک پر چلے۔ اسی طرح ائمہ متبوعین بھی ان کے بعد اسی منہج پر رہے۔

---

❶ سنن ترمذی، ص: ۲۴۲، احکام الجنائز.
❷ صحیح بخاری، رقم: ۳۵۰۸.

یہ ائمہ قیاس واجتہاد کی طرف اس وقت توجہ دیتے جب کتاب وسنت سے انھیں دلیل نہ مل پاتی۔ کیونکہ اللہ کا دین ان کے سینوں میں حد درجہ معظم تھا ان کے دلوں میں یہ بات بہت ہی بڑی تھی کہ صحابہ اور تابعین کے طریقوں کے خلاف کوئی رائے اور قیاس یا عقلی کسی بات کو آگے بڑھائیں یا کسی کی تقلید کو مقدم کریں۔
اس وجہ سے پورے عالم میں ان کی تعریف ہوتی رہی اور اللہ نے بعد کے لوگوں میں ان کو بڑی عزت کا مقام دیا۔ اسی طرح ان ائمہ کے طریقوں پر ان کے اتباع بھی چلے کسی کے لیے کوئی تعصب نہیں برتا۔ حجت اور دلیل ہی کے ساتھ وہ چلتے رہے، حق جہاں بھی ہوا اسی قافلہ میں رہے۔''❶

مقصد عرض یہ ہے کہ عہد نبوی، عہد صحابہ اور جس کسی نے ان کی اقتداء واتباع کی ان کے عہد میں کسی قول کے ساتھ تعصب نہ برتا گیا۔ خواہ وہ کس قدر عالی مرتبت ہو۔ بلکہ وہ لوگ کسی کے قول کو جب دلیل کے خلاف پاتے تو باادب وحکمت اس کی تردید کرتے۔ یہاں تک کہ بعض امراء وحکام کے قول وفعل کو جب وہ خلاف سنت پاتے تو تردید میں کوئی باک نہ کرتے اور نہ کسی کی ملامت کا خوف ان کے دلوں میں رہتا، کیونکہ ان کے دلوں میں دین کی عظمت ہر کسی کی عظمت سے بڑھ کر تھی۔

جناب ابوالشعثاء کہتے ہیں: کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ طواف میں کعبہ کے چاروں کونوں کا استلام کرتے تھے۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انھیں ٹوکا اور کہا کہ دو رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) ہی کا استلام کرنا ہے۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ بیت اللہ کوئی حصہ نہیں چھوڑا

جا سکتا۔

سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تمام ارکان کا استلام کرتے تھے۔ مسند احمد اور سنن الترمذی میں یہ بھی ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آخر میں سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

"یعنی پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمہارے لیے اتباع واقتداء ہے۔"

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے درست کہا۔ [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیلوں پر ہوا کرتی تھی۔ ان میں علم فقہ کا کوئی انتساب تھا نہ کوئی مذہبی اختلاف تھا کہ جس پر دوستی یا دشمنی کی جاتی۔ یہی حال تمام خیر القرون میں رہا۔

دین اسلام نے جہالت کو ختم کر دیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت پوری دنیا گمراہ ہو چکی تھی۔ لوگ بت پوجتے تھے، جو لوگ اپنے کو اہل کتاب سمجھتے اور کہلاتے تھے، انھوں نے اپنے پاپوں اور پادریوں کو حلال وحرام کا مالک ومختار سمجھ رکھا تھا۔

سیّدنا عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، تو میری گردن میں صلیب لٹک رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عدی! ((أَلْقِ هٰذَا الْوَثَنَ مِنْ عُنُقِكَ.)) "اپنی گردن سے یہ بت اتار دو۔" اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو آپ سورۃ التوبہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ: ۳۱)

"انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور راہبوں کو معبود بنا لیا ہے۔"

تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم نے انھیں رب نہیں بنایا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں، کیا یہ بات نہیں؟ کہ جس حرام چیز کو وہ حلال کر دیتے تم اسے حلال جانتے اور

---

[1] اعلام الموقعین: ۱/۶ و ۲/۹، ۱۰.

جس حلال چیز کو حرام کر دیتے تم اسے حرام جانتے؟ تو میں نے کہا: ''ہاں'' یہ بات تو ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہی ان کی عبادت ہوئی۔'' [2]

---

[1] مسند احمد: ۱/ ۳۷۳۔ سنن الترمذی: ۳/ ۲۱۳۔

[2] سنن ترمذی، رقم: ۳۰۹۵۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۱۶/۱۔ الفقیہ والمتفقہ: ۶۶/۲۔ محدث البانی نے اس حدیث کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

چھٹی صدی عیسوی بعثت نبوی ﷺ سے قبل کو تاریخ انسان کا تاریک ترین اور پست ترین دور شمار کیا جاتا ہے، بلکہ اس کو دورِ جاہلیت کہا جاتا ہے۔ اہل تاریخ نے رقم کیا ہے:

یہود و نصاریٰ کی اکثریت اصل یہودیت و نصرانیت کو چھوڑ چکی تھی۔ اور جو کچھ لوگ اپنے پائے ہوئے دین پر قائم تھے وہ دین کی امانت کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے زندگی کے میلان سے کنارہ کش ہو کر دیر وکلیسا اور صحراؤں کی تنہائیوں میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ اخلاقی پستی بعض اقوام میں ایسی آ چکی تھی کہ یزدگرد جو ایران کا پانچویں صدی کے وسط میں بادشاہ تھا، اس نے اپنی لڑکی کو اپنی زوجیت میں رکھا پھر اسے قتل کر دیا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ بہرام جو چھٹی صدی عیسوی میں حکمران تھا اس نے اپنی بہن سے اپنا ازدواجی تعلق رکھا۔'' [1]

اہل عرب کے ہر ہر قبیلے کا الگ بت ہوا کرتا تھا، یہاں تک کہ عام پتھروں کو پوجتے اور پہلے سے اچھا پتھر مل جاتا تو پہلے کو چھوڑ کر دوسرے کی پوجا کرنے لگتے، انسانی عقل کا عجیب حال تھا۔ صحیح بخاری میں ہے، ابو رجاء عطاردی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ، فَإِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ أَخْيَرُ مِنْهُ أَلْقَيْنَاهُ وَأَخَذْنَا الْآخَرَ فَإِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً مِنْ تُرَابٍ، ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ، فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ.)) [2]

''کہ ہم لوگ پتھر کو پوجتے تھے اگر اس پتھر سے کوئی اچھا پتھر مل جاتا تو پہلے کو پھینک کر اس دوسرے پتھر کو لے کر پوجنا شروع کر دیتے اور اگر پتھر نہ پاتے تو مٹی کا ڈھیر بنا لیتے اور بکری کو لا کر اس پر دوہتے پھر اس کا طواف کرتے۔''

ایسے حالات میں اسلام نے انسانیت کو شرفِ انسانیت سے بہرہ یاب کیا۔ بتانِ آزری سے ہٹا کر توحید الٰہ العالمین کے راستے پر گامزن کیا۔

﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ

❶ تاریخ طبری: ۱۳۸/۳۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کا عروج وزوال کا اثر، ص: ۴۸۔

❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۳۷۶۔

اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ (البقرہ: ۲۵۶)

''ہدایت گمراہی سے الگ اور نمایاں ہو چکی ہے، پس جو کوئی طاغوت کا انکار کر دے گا، اور اللہ پر ایمان لے آئے گا، اُس نے درحقیقت ایک ایسے مضبوط کڑے کو پوری قوت کے ساتھ تھام لیا، جو کبھی نہیں ٹوٹے گا۔''

صرف اور صرف اسلام مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت:

اللہ تعالیٰ کے قرآن کریم نے صرف اور صرف دعوت اسلام کا حکم ارشاد فرمایا، باقی ادیان کی دعوت کا حکم نہیں دیا۔ اور فرمایا کہ اس شخص سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو لوگوں کو صرف ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا ہے یعنی قرآن وسنت کی دعوت دینے والوں کو احسن قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَ لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝﴾ (حم السجدہ: ۳۳، ۳۴)

''اور اُس شخص سے زیادہ اچھی بات والا کون ہو سکتا ہے جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا، اور عمل صالح کیا، اور کہا کہ میں بے شک مسلمانوں میں سے ہوں۔ اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتی، آپ برائی کو بطریق احسن ٹال دیجیے، تو (آپ دیکھیں گے کہ) آپ اور جس آدمی کے درمیان عداوت ہے، وہ آپ کا گہرا دوست بن جائے گا۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت کے مصداق سب سے پہلے انبیاء کرام ہیں، پھر علماء، پھر مجاہدین، پھر اذان دینے والے، اور پھر توحید خالص اور قرآن وسنت کی دعوت دینے والے۔ ❶

احسن انداز میں دعوتِ اسلام کا حکم:

داعیان اسلام کو یہ حکم ہوا ہے کہ وہ اسلام کی دعوت اچھے اور احسن انداز سے دیں۔ اور اس راہ میں آزمائشوں اور مصائب وآلام پر صبر کا مظاہرہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ادْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ (النحل: ۱۲۵، ۱۲۶)

''آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ بلائیے، اور ان کے ساتھ بحث ونقاش میں سب سے عمدہ اسلوب اختیار کیجیے، بے شک آپ کا رب اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اُس کی راہ سے برگشتہ ہوگئے ہیں، اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ اور (مسلمانو!) اگر تم سزا دو تو اتنی ہی دو جتنی سزا تمھیں دی گئی تھی، اور اگر تم صبر کرو گے تو (جان لو کہ) ایسا کرنا صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھی بات ہے۔''

مذکورہ بالا آیت قرآنیہ میں اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو حکم صادر فرمایا کہ وہ لوگوں کو اس کے دین، بلکہ دین اسلام کی طرف حکمت اور دانائی کے ساتھ دعوت دیں۔

مفسر ابن جریر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ''حکمت'' سے مراد قرآن وسنت ہے۔ یعنی دعوت کا طریقہ ان ہی دونوں کی روشنی میں متعین کریں۔ (تفسیر ابن جریر، تحت الآیۃ)

صاحب فتح البیان رقمطراز ہیں کہ ''حکمت'' سے مراد ایسی صحیح اور صریح بات ہے جو حق کو واضح کردے اور ہر شک وشبہ کا ازالہ کردے۔

❶ بحوالہ تیسیر الرحمن: ۲/۱۳۴۳.

اور ''موعظۃ'' سے مراد ایسی اچھی گفتگو ہے جسے سننے والا پسند کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے لیکن اگر داعی الی اللہ کا واسطہ کبھی سخت اور جھگڑالو مخالف سے پڑ جائے تو اس کے سامنے حق کو بیان کرنے کے لیے مناظرانہ اسلوب اختیار کرے، ''وَ جَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ'' میں اسی طرف اشارہ ہے یعنی نرمی کے ساتھ ایسی مدلل بات کرے کہ اس کا شر دب جائے۔ اور قبول حق کے لیے آمادہ ہو جائے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص دعوت اسلام کو قبول نہیں کرتا تو آپ بالکل بھی پریشان نہ ہوں، اس لیے کہ ہدایت دینا آپ کا کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے کہ گمراہی پر کون باقی رہے گا اور کون ہدایت کو قبول کرے گا، اور وہ روزِ قیامت ہر ایک کو اس کی ہدایت یا گمراہی کے مطابق بدلہ دے گا۔ آپ کو دعوت کا حکم صرف اس لیے دیا گیا ہے تاکہ حجت پوری ہو جائے اور کافروں کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

مزید داعیانِ اسلام کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر ان کا واسطہ غیر مسلموں سے پڑے تو پہلے انھیں قبول حق کی دعوت دیں، اور اگر انکار کریں اور جزیہ بھی نہ دیں تو ان سے قتال کریں، اگر دشمنوں سے بدلہ لینے کی نوبت آئے تو بدلہ لینے میں زیادتی نہ کریں اور بہتر یہی ہے کہ جس پر زیادتی ہوئی ہے وہ صبر کرے اور عفو و درگزر سے کام لے۔

سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں میں تمھیں بات بیان کرتا ہوں تو جو تم میں سے موجود ہے وہ غائب کو بتا دے۔ [1]

مبلغ اسلام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

سنن ابن ماجہ میں سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ.)) [2]

''تر و تازہ رکھے اللہ تعالیٰ اس شخص کو کہ جس نے مجھ سے کچھ سنا پھر اس کو جس طرح سنا آگے پہنچا دیا۔''

دین اسلام کی دعوت دینے والے کی مثال:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَثَلُ مَا بَعَثَنِی اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدَی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ،

❶ سلسلہ احادیث صحیحہ حدیث: ۲۴۵۵۔ طبرانی فی الکبیر کمافی المجمع ۱/۱۳۹.

❷ سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، رقم: ۲۳۲۔ المشکاۃ، رقم: ۲۳۰۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ، أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ.)) ❶

''اس کی مثال جو اللہ نے مجھ کو ہدایت اور علم دیا ایسی ہے جیسے زمین پر بہت زیادہ مینہ برسے، اس میں کچھ حصہ ایسا تھا جس نے پانی کو جذب کر لیا اور چارہ اور بہت سا سبزہ جمایا اور کچھ حصہ اس کا کافی سخت تھا، اس نے پانی کو سمیٹ رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچایا۔ لوگوں نے اس سے پیا اور پلایا اور چرایا (یعنی اس سے کھیتی کی) اور کچھ حصہ اس کا چٹیل میدان تھا۔ نہ تو پانی روک رکھا اور نہ ہی گھاس اُگایا (جیسے چکنی چٹان کہ پانی لگا اور چل دیا) تو یہ مثال ہے اس کی جس نے اللہ کے دین کو سمجھا اور اللہ نے اس کو فائدہ دیا۔ اس چیز سے جو مجھ کو عطا فرمائی اور خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور جس نے اس طرف سر نہ اٹھایا (یعنی توجہ نہ دی) اور اللہ کی ہدایت کو قبول نہ کیا جس کو میں دے کر بھیجا گیا ہوں۔''

جلانا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوز پنہاں سے
تیری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا

تبلیغ اسلام والے کے لیے اجر و ثواب:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يُنْقَصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا.)) ❷

''جس نے کسی کو ہدایت کی بات کی طرف دعوت دی تو اسے اسی طرح اجر وثواب ملے گا جس طرح اس پر عمل کرنے والے کو ملے گا، لیکن ان کے اجر وثواب میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی اور جس نے کسی گمراہی کی بات کی طرف بلایا اسے اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس گمراہی پر عمل کرنے والے کو ملے گا، لیکن ان کے گناہوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی۔''

تبلیغ اسلام صدقہ جاریہ ہے:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ، إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ.)) ❶

''جب انسان وفات پا جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین کے۔ صدقہ جاریہ یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا رہے، یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔''

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: الٰہی! میرے خلیفوں پر رحم کر۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے خلیفے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جو میری احادیث روایت کریں گے اور لوگوں کو ان کی تعلیم دیں گے۔ ❷

اسلام کو سیکھنا باعث اجر وثواب ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.)) ❸

---

❶ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم وعلم، رقم: ۷۹.

❷ صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سنة حسنة أو سيئة ومن دعا الی هدی او ضلالة، رقم: ۲۶۷۴.

''اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے تو اسے دین میں سمجھ دے دیتا ہے۔''

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے سمندر کی مچھلیوں سمیت ہر مخلوق بھلائی

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، رقم: ۴۲۲۳.

❷ مسند دارمی۔ طبرانی اوسط.

❸ سلسله احادیث الصحیحه، رقم: ۲۴۶۷۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۲۱۱.

سکھلانے والے کے لیے خیر کی دعا کرتی ہے۔ ❶

تبلیغ اسلام میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بنے:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا نبی اور رسول بنا کر مبعوث کیا، اس نعمت عظمیٰ کا تقاضا تھا کہ آپ قرآن مجید کی تلاوت، اس پر عمل، اور اس کی تبلیغ کسی حال میں نہ چھوڑتے اور لوگوں کو اپنے رب کی توحید اور اس کی شریعت اسلامیہ پر عمل کی دعوت دیتے، چنانچہ آپ نے ایسے ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم بایں الفاظ صادر فرمایا:

﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٧﴾﴾ (القصص:۸۷)

''اور کوئی کافر آپ کو اللہ کی آیتوں کی تبلیغ سے، انھیں آپ پر نازل کیے جانے کے بعد روک نہ دے، اور آپ اپنے رب کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیے، اور مشرکوں میں سے نہ ہو جائیے۔''

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شرک کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تا کہ انھیں اس سے روکا جائے، اس لیے اس سے مراد مشرکین کو قطعی طور پر ناامید کرنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مشرکانہ اعمال میں ان کا کسی بھی حال میں ساتھ دیں گے۔ انتہی

دین اسلام کا مذاق اڑانے کی ممانعت:

دین اسلام کا مذاق اڑانا ممنوع ہے، جو لوگ دین اسلام اور پیغمبر اسلام کا مذاق اڑاتے

ہیں، ان کی مجلس اختیار کرنا بھی جرم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۙ﴾ (النساء: ۱۴۰)

❶ سلسلہ احادیث صحیحہ، حدیث نمبر: ۲۴۶۶۔

"اور اللہ قرآنِ کریم میں تمھارے لیے اتار چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جارہا ہے، اور اُن کا مذاق اڑایا جارہا ہے، تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ کفار اس کے علاوہ کوئی اور بات کرنے لگیں، ورنہ تم انھی جیسے ہو جاؤ گے، بے شک اللہ تمام منافقین اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔"

مشرکین مکہ اپنی مجلسوں میں دین اسلام کا مذاق اڑاتے تھے، لہٰذا اللہ ربّ العزت نے اہل اسلام کو ان کی مجالست اختیار کرنے سے منع کر دیا، اور سورۃ الانعام کی آیت (۶۸) نازل فرمائی:

﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الانعام: ۶۸)

"جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کرتے ہیں، تو ان سے کنارہ کش ہو جایئے، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں، اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھیے۔"

چنانچہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد اہل اسلام نے کفار کی مجالست اختیار کرنا چھوڑ دی۔ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو یہود اور منافقین کے ساتھ ان کی مجلسوں میں بیٹھنا شروع کر دیا، جہاں یہود اسلام کا مذاق اڑاتے تو، تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، جس میں مسلمانوں کو یاد دہانی کرائی گئی کہ اس کے قبل قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا حکم آچکا ہے کہ جن مجلسوں میں کفار قرآن کریم کا مذاق اڑایا کریں، اُن میں مت بیٹھو، کیونکہ تمہارا ان کی مجلس اختیار

کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کی آیتوں کے انکار کیے جانے اور ان کا مذاق اڑائے جانے پر تم راضی ہو، پھر کفر اور عذاب جہنم کے مستحق ہونے میں تم ان کی مانند ہو جاؤ، پھر کفر اور عذابِ جہنم کے مستحق ہونے میں تم ان کی مانند ہو جاؤ گے، جیسا کہ اللہ نے مزید فرمایا کہ ''اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کر دے گا۔''

امام حاکم رحمہ اللہ کا کہنا ہے: ''کہ جو علمائے اسلام ملحدین اور مخالفین اسلام کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے ان کی مجلسوں میں جاتے ہیں، ان کے لیے کوئی ممانعت نہیں، بلکہ اُنھیں اجر و ثواب ملے گا۔ اور اگر کسی مجلس میں اللہ، رسول یا دین اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، تو جو شخص اس سے راضی ہوگا، وہ کافر ہو جائے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ '' یعنی ''تم بھی انھی جیسے ہو جاؤ گے۔'' انتہی!

مفسر ابن جریر رحمہ اللہ نے ضحاک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہر وہ آدمی جو دین اسلام میں کوئی نئی بات (بدعت) پیدا کرتا ہے، اور قیامت تک ہر بدعتی اس آیت کے ضمن میں آئے گا۔ انتہی۔ (تفسیر ابن جریر، تحت الآیۃ)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ چونکہ قرآنِ کریم میں خصوصِ سبب کا نہیں بلکہ عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے، اس لیے ہر وہ مقام و موقف جہاں دلائل شرعیہ کا مذاق اڑایا جا رہا ہو اس سے اجتناب کرنا واجب ہے، مثال کے طور پر اسیرانِ تقلید شخصی جو قرآن و سنت کے بدلے میں لوگوں کے آراء کو قبول کرتے ہیں، اور جب کسی عالم کو اس مسئلہ پر قرآن و سنت سے استدلال کرتے دیکھتے ہیں، تو اس کا مذاق اُڑاتے ہیں، اور لوگوں کو باور کراتے ہیں کہ اس نے اُن کے امام مذہب کی مخالفت کر کے، جس کو انھوں نے معلم شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام دے رکھا ہے، کسی بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے، ایسے لوگوں کی مجلسوں سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ انتہی

اور سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا:

﴿يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا

نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾ (التوبہ: ٦۴تا٦٦)

''منافقین ڈرتے ہیں کہ آپ پر کوئی سورۃ نازل ہو جو ان کے دلوں کی خفیہ باتوں کو ان کے سامنے کھول کر رکھ دے، آپ کہیے کہ تم مذاق اڑاتے رہو، اللہ یقیناً اُن باتوں کو باہر لانے والا ہے جن سے تم ڈرتے تھے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم تو یونہی گپ شپ کرتے تھے اور دل بہلاتے تھے، آپ کہیے کہ کیا تم لوگ اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اُڑاتے تھے۔ اب (جھوٹی) معذرت پیش نہ کرو، تم لوگ ایمان لانے کے بعد دوبارہ کافر ہو گئے ہو، اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو (ان کے ثابت ہو جانے کے بعد) معاف کر دیں گے، تو دوسرے گروہ کو، اس لیے کہ وہ مجرمین تھے، ضرور سزا دیں گے۔''

ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر وغیرھما نے امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ منافقین آپس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف جب کوئی بات کرتے تو ڈرتے کہ کہیں ایسا نہ ہو اللہ ہماری بات محمد کو بتا دے۔ ایک اور روایت ہے کہ ایک منافق نے کہا کہ کاش ہمیں سو کوڑے لگائے جاتے اور ہمارے بارے میں قرآن نازل ہوتا جو ہمارا پردہ فاش کر دیتا ہے جو یہ آیت نازل ہوئی، اور اللہ نے انھیں دھمکی دی کہ خوب اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑالو، لیکن یہ جان لو کہ اللہ تمہاری تمام خباثتوں اور منافقوں کو طشت ازبام کر کے رہے گا۔ انتہی

اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے ''حلیہ'' میں شریح بن عبید سے اور علامہ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ وغیرھم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں جو روایت نقل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک آدمی (اور وہ غالباً عبداللہ بن ابی سلول تھا) نے غزوۂ تبوک کے موقع سے ایک مجلس میں کہا کہ ہم نے ان قراء سے زیادہ جھوٹا اور بزدل نہیں دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہو گئی اور قرآن نازل ہوا تو وہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی

مہار پکڑ کر دوڑ رہا تھا اور لوگ اسے پتھر سے مار رہے تھے، اور کہتا تھا کہ یارسول اللہ! ہم یونہی گپ شپ کررہے تھے، اور نبی کریم ﷺ کہے جارہے تھے کہ کیا تم لوگ، اللہ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول کا مذاق اڑارہے تھے۔ انتہٰی۔

جو لوگ دین اسلام اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑاتے تھے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے، ارشاد فرمایا:

﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا۝﴾

(الکہف:۱۰۶)

''ان کا بدلہ جہنم ہوگا اس لیے کہ انھوں نے کفر کی راہ اختیار کی، اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا۔''

دین اسلام کو چھوڑ کر نفسانی خواہش کی اتباع کی مذمت:

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مذمت کی جنھیں اللہ نے آسمانی کتاب کا علم دیا، جس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس میں موجود دلائل و براہین سے استفادہ کرکے اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ استوار کرتے، اور اصلاح وتقویٰ کی زندگی اختیار کرتے، لیکن معاملہ برعکس رہا، انھوں نے دنیاوی عارضی مفاد کی خاطر اللہ تعالیٰ کا انکار کردیا اور اس کی نازل کردہ کتاب کو پشت کے پیچھے ڈال دیا اور دامن جھاڑ کر اس سے ایسے الگ ہوگئے جیسے کوئی سانپ اپنے چمڑے کے خول سے نکل کر باہر چلا جاتا ہے۔ اور جب وہ ایسے حال کو پہنچ گئے تو شیطان نے انھیں جالیا اور انھیں اپنا دوست اور ساتھی بنالیا، اور انھیں ضلالت وگمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں پہنچادیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۝۱۷۵ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝۱۷۶﴾ (الاعراف:۱۷۵، ۱۷۶)

’’اور آپ انھیں اُس آدمی کی خبر پڑھ کر سنا دیجیے جسے ہم نے اپنی نشانیاں دی تھیں تو وہ ان سے نکل کر باہر چلا گیا، پھر شیطان اس کے پیچھے تک گیا، پھر وہ گم گشتۂ راہ لوگوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اسے اس کی وجہ سے رفعت و بلندی عطا کرتے، لیکن وہ پستی میں گرتا چلا گیا اور اپنی خواہش نفس کا فرمانبردار ہو گیا، پس اس کی مثال کتے کی سی ہے، اگر تم اس پر کچھ بوجھ ڈال دو گے تو ہانپے گا، یا اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دو گے تب بھی ہانپے گا، یہ ان کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ پس آپ ان لوگوں کو یہ قصے سناتے رہیے، شاید کہ وہ غور کریں۔‘‘

اس آیت کریمہ میں بہت بڑی وعید ہے ان علمائے سوء کے لیے جو دنیا کی عارضی لذتوں کی خاطر آخرت کو فراموش کر دیتے ہیں، اور دنیا ہی کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام علمائے اسلام کو اس آیت کا مصداق بننے سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

ابو عثمان نیسابوری رحمہ اللہ کا قول ہے: جو اپنے آپ پر سنت کو قول و فعل میں حاکم بنا لیتا ہے اس کی زبان سے حکمت جھڑنے لگتی ہے، اور جو شخص اپنے قول و فعل میں خواہش نفس کو حاکم بنا لیتا ہے اس کی زبان سے بدعت جاری ہو جاتی ہے۔ [1]

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((لَوْ کَانَ الدِّیْنُ بِالرَّأْيِ لَکَانَ اَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلٰی بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ.)) [2]

’’اگر دین عقل کا نام ہوتا تو موزوں پر مسح اوپر کی بجائے پاؤں کے نیچے سے کرنا زیادہ بہتر ہوتا۔‘‘

اس حدیث مبارکہ میں بھی خواہش نفس کو دین اسلام پر مقدم کرنے کی مذمت ہے۔ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علو مرتبت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ﴿۳﴾﴾ (النجم: ۱ تا ۳)

’’ستارے کی قسم جب وہ گرتا ہے، تمھارے ساتھی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نہ گمراہ

ہوئے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں، اور وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی میں بات نہیں کرتے ہیں۔“

جو شخص خواہشات نفسانی کی پیروی کرتا ہے اور دین اسلام کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔

❶ حلیۃ الاولیاء: ۱۰/۲۴۴۔

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الطهارة، رقم: ۱۶۲۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

قرآن مجید کی رو سے اس نے خواہشاتِ نفسانی کو اپنا معبود بنالیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ (الجاثیه: ۲۳)

”کیا آپ نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا، اور اللہ نے اُسے حق بات کا علم ہو جانے کے باوجود گمراہ کر دیا، اور اُس کے کان اور دل پر مہر لگا دی، اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا، ایسے آدمی کو اللہ کے بعد کون راہ دکھا سکتا ہے، کیا تم لوگ نصیحت نہیں حاصل کرتے۔“

نفسانی خواہشات اللہ تعالیٰ کی محبت پر غالب آ جائیں، تو توحید میں خلل پڑتا ہے اگر توحید میں خلل نہیں پڑتا تو یہ پیرایہ بیان اختیار نہ کیا جاتا کہ اس نے خواہشات نفسانی کو الٰہ بنالیا۔

بعض سلف کا کہنا ہے:

((مَنْ شَغَلَكَ عَنِ اللّٰهِ فَهُوَ صَنَمُكَ.))

”جو کوئی بھی تمھیں اللہ کی یاد سے غافل کر دے، وہ تمہارا بت ہے۔“

اسلامِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بنیادی ارکان

دین اسلام کے بنیادی پانچ ارکان ہیں:

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ.)) [1]

''اسلام کی بنیاد پانچ (ستونوں) پر (قائم) ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، (استطاعت ہوتو) حج (بیت اللہ) کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

مذکورہ بالا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے پانچوں ارکان کے بیان کو محیط ہے، جو درج ذیل ہیں:

پہلا رکن:

اسلام کا پہلا رکن، کلمۂ شہادت ''لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کا اقرار واعتراف ہے۔

کلمۂ توحید ''لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کی شہادت کا معنی یہ ہے کہ اللہ اکیلے کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔

چنانچہ اس کلمہ کے اوّل جزء ''لَآ إِلٰهَ'' سے ان تمام معبودانِ باطلہ کی نفی اور تردید ہوجاتی ہے جن کی اللہ کے علاوہ پرستش کی جاتی ہے، اور دوسرے جزء ''إِلَّا اللّٰهُ'' سے اللہ عزوجل کے لئے ہر

[1] صحیح بخاری، کتاب الإیمان، رقم: ۸۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴۔

قسم کی عبادت کا اثبات ہوجاتا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اس کے متعلق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۸﴾ (آل عمران:۱۸)

''اللہ گواہی دیتا ہے کہ اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور فرشتے اور اہل علم گواہی دیتے ہیں، وہ (اپنے احکام میں) عدل پر قائم ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو عزت والا اور حکمت والا ہے۔''

کلمہ توحید کے تقاضے

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

اعمال سے پہلے عقیدۂ توحید کا علم حاصل کرنا ضروری ہے، ورنہ عقیدۂ توحید کے بغیر سارے اعمال برباد ہوجاتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے روح کے بغیر جسم ختم ہوجاتا ہے۔

کلمہ توحید ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کی شہادت کا تقاضا درج ذیل تین باتوں کا اقرار کرنا ہے۔

(۱) توحید الوہیت۔ (۲) توحید ربوبیت۔ (۳) توحید اسماء وصفات۔

اوّل: توحید الوہیت:

یعنی جملہ عبادات میں اللہ تعالیٰ کو اکیلا مانا جائے، اور کسی طرح کی عبادت غیر اللہ کے لیے نہ کی جائے۔

یاد رہے کہ یہی وہ توحید ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:۵۶)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اور اسی توحید الوہیت کی دعوت کو عام کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیجے، صحیفے اور کتابیں نازل فرمائیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ﴾

(النحل: ۳۶)

''اور ہم نے ہر گروہ کے پاس ایک رسول اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ لوگو! اللہ کی عبادت کرو، اور شیطان اور بتوں کی عبادت سے بچتے رہو۔''

''شرک'' ''توحید'' کی ضد ہے، جب ''توحید'' کا یہ معنی ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی عبادت میں اکیلا اور منفرد مانا جائے تو اس کے برعکس ''شرک'' کی تعریف یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور (غیر) کی بھی کسی طرح کی پرستش کی جائے۔

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَلْمُشْرِكُ الَّذِیْ عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ.)) [1]

''مشرک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کی بھی کسی طرح کی عبادت کرے۔''

چنانچہ جو شخص اپنی خوشی اور مرضی سے کسی بھی طرح کی عبادت کسی غیر اللہ کے لئے بجالائے، چاہے وہ عبادت نماز ہو یا روزہ، دعا ہو یا نذر، قربانی ہو یا کسی صاحب قبر وغیرہ سے فریاد رسی، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔

اور شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۝۱۳﴾ (لقمان: ۱۳)

''بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔''

جس کی وجہ سے سارے اعمال صالحہ ضائع ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ (۱۸) انبیاء کرام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۸۸﴾ (الانعام: ۸۸)

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الرعد۔

''اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو اُن کے اعمال ضائع ہو جاتے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ''اس آیت کریمہ میں شرک کی ہیبت ناکی اور اس کی خطرناکی کو بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝۶۵﴾ (الزمر: ۶۵)

''کہ آپ کو اور آپ سے پہلے تمام انبیاء و رسل کو بذریعہ وحی بتا دیا گیا ہے کہ آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔'' [1]

قارئین کرام! اگر وہ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر اور عظیم ہونے کے باوجود شرک کا ارتکاب کر بیٹھتے تو ان کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے، تو اگر دوسرے لوگ شرک کا ارتکاب کریں گے تو ان کا کیا حال ہوگا؟

اور شرک کے مرتکب کے جان و مال بھی غیر محفوظ ہو جاتے ہیں۔ پیارے پیغمبر سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ.)) [2]

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کا اقرار کر لیں۔ پس جس شخص نے بھی ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کہہ دیا اُس نے اپنا مال اور جان محفوظ کر لیا۔''

دوم: توحید ربوبیت:

یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، رازق، زندہ کرنے والا، موت دینے والا ہے، اور وہی سارے جہان کا کارساز ہے جس کی آسمانوں اور زمین میں حکومت ہے۔ اور اس قسم

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۵۷، ۵۶، تحقیق عبدالرزاق المهدی۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۱۲۵۔ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، رقم: ۲۹۴۶.

کی توحید کا اقرار و اعتراف اس فطرت کا تقاضا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، حتیٰ کہ مشرکین جن کے درمیان رسول ہاشمی ﷺ مبعوث ہوئے وہ بھی اس کا اقرار کرتے تھے اور اس کے منکر نہ تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۳۱﴾ (یونس: ۳۱)

"یعنی آپ پوچھئے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے، یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے، اور کون زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور کون تمام اُمور کی دیکھ بھال کرتا ہے، وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ۔ تو آپ کہئے کہ پھر تم لوگ شرک سے کیوں نہیں بچتے ہو۔"

اس قسم کی توحید کا انکار کم ہی لوگوں نے کیا ہے، اور وہ بھی تکبر و عناد کی وجہ سے ظاہری طور پر کیا ہے، ورنہ دل سے وہ بھی اس کا اعتراف کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہی کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۱۴﴾ (النمل: ۱۴)

"اور ان نشانیوں کا انہوں نے ظلم و سرکشی کی وجہ سے انکار کر دیا، حالانکہ ان کا باطن ان کی صداقت کا یقین کر چکا تھا۔ پس آپ دیکھیں کہ فسادیوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔"

سوم: توحید اسماء وصفات:

آیا ہے وقت نازک غفلت میں ہے زمانہ
کوئی نہیں سناتا توحید کا ترانہ

یعنی اللہ تعالیٰ نے، یا نبی کریم ﷺ نے اللہ عزوجل کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں،

ان پر ایمان لایا جائے اور انہیں بلا تکییف و تمثیل اور بلا تحریف و تعطیل مان لیا جائے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا﴾ (الاعراف:۱۸۰)

''اور اللہ کے بہت ہی اچھے نام ہیں، پس تم لوگ اسے انہی ناموں کے ذریعہ پکارو۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی﴾

(بنی اسرائیل:۱۱۰)

''آپ کہہ دیجئے! کہ تم لوگ اللہ کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمن کے نام سے پکارو، جس نام سے چاہو اسے پکارو، تمام بہترین نام اسی کے لئے ہیں۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (الشوری:۱۱)

''کوئی چیز اُس کے مانند نہیں اور وہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔''

کلمہ توحید ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کی شہادت اور گواہی مذکورہ بالا تینوں قسموں کی توحید کا اقرار و اعلان ہے۔ چنانچہ جو شخص اس کے معانی و مفہوم کو سمجھ کر اس کا اقرار کرلے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرے، یعنی شرک سے بچتا رہے اور اللہ کی وحدانیت کا قائل ہوجائے تو وہ سچا اور حقیقی مسلمان ہے۔ اور اس کے برعکس جو زبان سے اقرار کرلے اور دل سے تصدیق کئے بغیر ظاہراً اس کے تقاضے پورے کرے تو وہ منافق ہے۔ اور جس نے اپنی زبان سے اقرار کیا، لیکن اس کے تقاضوں کے خلاف عمل کیا تو وہ کفر کرتا ہے اگرچہ وہ بار بار اس کلمہ کو پڑھتا رہے۔

شہادت رسالت:

''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کا معنی محمد عربی ﷺ کی رسالت و نبوت کا اقرار کرنا، اور آپ ﷺ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرنا ہے، یعنی آپ

کے احکامات کی بجا آوری، اور منہیات وممنوعات سے اجتناب کرنا اور ساری عبادات کو آپ کی لائی شریعت کے مطابق ادا کرنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾﴾ (التوبہ:۱۲۸)

''مسلمانو! تمہارے لئے تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں، جن پر ہر وہ بات شاق گزرتی ہے جس سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے، تمہاری ہدایت کے بڑے خواہش مند ہیں، مومنوں کے لئے نہایت شفیق ومہربان ہیں۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾ (النساء:۸۰)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ (ہی) کی اطاعت کی۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾﴾ (آل عمران:۱۳۲)

''اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے

کلمۂ توحید کے دوسرے جزء ''محمد رسول اللہ'' کے کچھ تقاضے ہیں، جنھیں پورا کیے بغیر بندہ مؤمن اور مسلمان نہیں بن سکتا۔

پہلا تقاضا:

کلمۂ توحید کے دوسرے جزء ''محمد رسول اللہ'' کا تقاضا ہے کہ بندہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ (الحجرات:۱۵)

''یاد رکھو! مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِيْ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ.)) ❶

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس زمانے (یعنی میرے اور میرے بعد قیامت تک) کا کوئی یہودی یا نصرانی (یا کوئی اور دین والا) میرا حال سنے پورا ایمان نہ لائے اس پر جس کو میں دے کر بھیجا گیا ہوں تو وہ جہنم میں جائے گا۔"

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ قریب ہے کہ مریم کے بیٹے (سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام) تم لوگوں میں عادل حکمران بن کر اتریں گے تو وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو ختم کر دیں گے، جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال اس کثرت سے ہوگا کہ اسے کوئی آدمی قبول نہیں کرے گا، ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا، پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور اگر تم چاہو تو (سورہ نساء) کی یہ آیت پڑھو (جو اس حدیث کی تائید کرتی ہے) کہ اہل کتاب میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا، جو عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پہ ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن عیسیٰ اس پر گواہی نہ دیں۔" ❷

مزید رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب مریم علیہا السلام کے بیٹے (سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام) تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔" ❸

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۸۶.

❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۴۹، رقم: ۳۴۴۸۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۸۹.

❸ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم: ۳۴۴۹.

جب بندہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے تو ساتھ یہ عقیدہ رکھے کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ﴾

(الاحزاب: ۴۰)

''محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، البتہ آپ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.)) [1]

''میں خاتم النّبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

عبداللہ بن ابی اوفی سے کہا گیا کہ آپ نے ابراہیم بن رسول ﷺ کو دیکھا تھا؟ آپ نے جواب میں کہا کہ بچپن ہی میں ان کا انتقال ہوگیا، لیکن اگر اللہ ان کو نبی کریم ﷺ کے بعد نبی بنانا چاہتا تو وہ زندہ رہتے، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ [2]

امام احمد کی روایت ہے، سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((رَحْمَةُ اللهِ عَلَى إِبْرَاهِيمَ لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا.)) [3]

''اللہ کی رحمت ہو ابراہیم پر اگر زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے۔''

حافظ ابن حجر فتح الباری میں ابن مندہ کی روایت بیان کی ہے کہ:

((وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ لِأَنَّ نَبِيَّكُمْ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ.)) [4]

''ان کو اللہ نے اس وجہ سے زندہ نہیں رکھا کہ تمہارے نبی ﷺ آخری نبی ہیں۔''

فائدہ:...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ قول نبی کریم ﷺ کے قول کے حکم میں ہے کیونکہ صحابہ

---

[1] صحیح بخاری، رقم: ۳۵۳۵۔ صحیح مسلم، حدیث: رقم ۲۲۸۶۔ سنن ابی داؤد، رقم: ۴۲۵۲۔

[2] صحیح بخاری: ۱۰/ ۳۷۔ [3] مسند احمد: ۳/ ۱۳۳۔

[4] فتح الباری: ۱۰/ ۴۷۔

کرام غیبی باتوں کو اپنی ذاتی رائے سے نہیں کہہ سکتے۔ لازمی طور پر اسے نبی کریم ﷺ سے سماعت کیا ہوگا، اگرچہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔

ان آیات کریمہ اور احادیثِ شریفہ کی روشنی میں پتا چلا کہ قادیانیوں کا دعویٰ کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی تھا، قرآن وسنت کا انکار ہے اور کفریہ عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ کے حامل لوگ مسلمان نہیں ہیں اور بلکہ ان کا جھوٹا نبی مرزا غلام احمد قادیانی بھی مسلمان نہیں تھا۔

ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے جھوٹے مرزا غلام احمد قادیانی کے گستاخانہ اور کفریہ عقائد ونظریات:

۱: مرزا غلام احمد نے قرآن حکیم کی توہین کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے (یعنی مرزے کے) منہ کی باتیں ہیں۔" ❶

۲: احادیث رسول ﷺ کے بارے میں یوں لکھتا ہے:

"جو حدیث میری بات سے معارض ہو اس حدیث کو ہم ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔"

مزید کہا:

"ہم وہ حدیثیں تائیدی طور پر پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف اور میری بات کے خلاف نہ ہوں۔" ❷

۳: سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتا ہے:

"لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو حسن وحسین سے افضل کہا تو میں جواباً کہتا ہوں ہاں میں ان سے افضل ہوں عنقریب اللہ میری یہ فضیلت ظاہر کردے گا۔" ❸

---

❶ تذکرہ، ص: ۶۴۱، چوتھا ایڈیشن۔

❷ اعجاز احمدی، ص: ۳۰۔ روحانی خزائن: ۹/ ۱۴۰، از مرزا غلام احمد۔

❸ اعجاز احمدی، ص: ۵۸، از مرزا غلام احمد قادیانی۔

۴: سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتا ہے:

''ابو ہریرہ بے وقوف تھے اور ان کی روایات ٹھیک نہیں تھیں۔'' [1]

۵: مزید کہا:

''بعض صحابہ احمق تھے۔'' [2]

۶: ''ابوبکر و عمر کیا تھے وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہ تھے۔'' [3]

۷: انبیاء اور رُسل کی توہین کرتے ہوئے کہنے لگا:

''میرے باپ نے کہا تھا وہ آدم، نوح اور عیسیٰ سے افضل ہے کیونکہ شیطان نے آدم کو جنت سے نکالا جبکہ میں بنی آدم کو جنت لے جاؤں گا، یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی چڑھا دیا جبکہ میں صلیب توڑ دوں گا، نوح کا بیٹا گمراہ تھا جبکہ میرا بیٹا راہِ ہدایت پر ہے۔'' [4]

۸: مزید کہتا ہے:

''وہ کمالات جو تمام انبیاء میں پائے جاتے تھے ان کو حضرت محمد کی ذات میں اکٹھا کیا گیا اور پھر انھیں بڑھا کر میری طرف منتقل کر دیا گیا اسی لیے میرا نام آدم، ابراہیم، موسیٰ، نوح، داؤد، یوسف، سلیمان، یحییٰ اور عیسیٰ رکھا گیا۔'' [5]

۹: خالقِ کائنات کی شان میں بھی گستاخی کی ہے، کہتا ہے:

''میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور پھر یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔'' [6]

---

[1] اعجاز احمدی، ص:۱۸، از غلام احمد۔ [2] ضمیمہ نصرۃ الحق، ص:۱۴۰۔

[3] ماہنامہ المہدی بابت جنوری ۱۹۱۵ صفحہ ۱۵۸، احمدیہ انجمن اشاعت لاہور، اور کتاب المہدی، صفحہ:۵۸۔

[4] ماہنامہ الفضل ۱۸ جولائی ۱۹۳۱۔

[5] ملفوظات احمدیہ ۲/ ۱۴۲۔

[6] کتاب البریۃ، ص:۷۵ مندرجہ روحانی خزائن: ۳/ ۱۰۳، از مرزا قادیانی۔

غور فرمائیں کہ ایسا شخص جو کتاب وسنت کا منکر ہو، انبیاء کرام اور صحابہ کرام کی گستاخی کرتا ہو، اور خالق کائنات کو برا بھلا کہتا ہو، وہ نبی تو کیا، عام مسلمان بھی نہیں ہوسکتا بلکہ ایسا انسان کافر ہے۔ اُس کافر کے مزید کفریہ عقائد پڑھ لیجیے گا۔

۱۰: وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے، وہ فرماتا ہے کہ: میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔ [1]

۱۱: خدا تعالیٰ نے آج سے ۲۶ برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز مجھے قرار دیا ہے۔ [2]

۱۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے۔ حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے۔ [3]

۱۳: میں اس بات کا خود قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہاد میں غلطی نہیں کی۔ [4]

۱۴: پس اس اُمت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیل یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کرکے بھی قید سے بچایا گیا، مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔ [5]

۱۵: نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔ [6]

۱۶: یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام

---

[1] تجلّیات الٰہیہ، ص: ۴، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۲۰، صفحہ ۳۹۶۔

[2] حقیقۃ الوحی، تتمّہ، ص: ۶۷، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۲۲، صفحہ ۵۰۲۔

[3] مرزا قادیانی کا مکتوب، اخبار الفضل قادیان، ۲۲ فروری ۱۹۲۴ء۔

[4] تتمہ حقیقۃ الوحی ص: ۱۳۵، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۲۲، صفحہ ۵۷۳۔

[5] براہین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ ۹۹، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۲۱، صفحہ ۹۹۔

[6] حاشیہ انجام آتھم ص: ۶، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۱۱، صفحہ ۲۹۰۔

شراب پیا کرتے تھے۔ ❶

۱۷: ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کے لیے افیون مفید ہوتی ہے۔ پس علاج کی غرض سے مذائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی لیکن اگر میں ذیابیطس کے لیے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔ ❷

۱۸: دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔ ❸

۱۹: ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے ہر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکّا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ❹

۲۰: اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اُس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔ ❺

۲۱: اور مجھے بشارت دی ہے کہ جس نے تجھے شناخت کرنے کے بعد کوئی دشمنی اور تیری مخالفت اختیار کی وہ جہنمی ہے۔ ❻

۲۲: سچا خدا ہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ ❼

۲۳: یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے، اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے، حتیٰ کہ

---

❶ کشتی نوح حاشیہ، ص: ۷۳، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۹، صفحہ ۷۱۔

❷ نسیم دعوت، صفحہ ۶۹، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۱۹، صفحہ: ۴۳۴۔

❸ نجم الھدیٰ، صفحہ ۳، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۴، صفحہ ۵۳۔

❹ کلمۃ الفصل، ص: ۱۱۰، از مرزا بشیر احمد M.A بن مرزا قادیانی۔

❺ انوار الاسلام، ص: ۳۰، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۹، صفحہ ۳۱، از مرزا قادیانی۔

❻ تذکرہ مجموعہ الہامات، ص: ۱۶۸، طبع دوم از مرزا غلام احمد قادیانی۔

❼ دافع البلاء، ص: ۱۱، مندرجہ روحانی خزائن: جلد ۱۸، صفحہ ۲۳۱ از مرزا غلام احمد قادیانی۔

محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ ❶

۲۴: مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔ ❷

۲۵: عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا۔ اُسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا۔ ❸

۲۶: خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔ ❹

۲۷: جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غبی اور درایت اچھی نہیں رکھتا ہے۔ ❺

۲۸: جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے، اس کو چاہیے کہ ابو ہریرہ کے قول کو ایک ردّی متاع کی طرح پھینک دے۔ ❻

۲۹: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔ ❼

دوسرا تقاضا:

''محمد رسول اللہ'' کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کو اپنا مطاع سمجھیں، آپ کی اطاعت اور اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر:۷)

---

❶ حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود کی ڈائری۔ اخبار الفضل قادیان نمبر ۵، جلد ۱۱۰۔ ۱۲ جولائی ۱۹۲۲۔

❷ اربعین نمبر ۴، صفحہ ۱۹، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۷، صفحہ ۴۵۴ از مرزا قادیانی۔

❸ حاشیہ انجام آتھم، ص:۶، مندرجہ روحانی خزائن جلد از صفحہ ۲۹۰ از مرزا قادیانی۔

❹ دافع البلاء، ص:۱۳، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۸، صفحہ ۲۳۳ از مرزا قادیانی۔

❺ اعجاز احمدی، ص:۱۸، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۹، صفحہ ۱۲۷ از مرزا قادیانی۔

❻ ضمیمہ براھین احمدیہ، حصہ پنجم، ص:۴۱۰، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۲۱، صفحہ ۴۱۰ از مرزا قادیانی۔

❼ ایک غلطی کا ازالہ (حاشیہ) صفحہ ۱۱ از مرزا غلام احمد قادیانی۔

''اور رسول تمھیں جو کچھ دے اسے لے لو، اور جس چیز سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔''

کیونکہ آپ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے تھے، بلکہ وہ سب اللہ کی طرف سے وحی ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ﴿۳﴾﴾ (النجم: ۱ تا ۳)

''ستارے کی قسم جب وہ گرتا ہے، تمھارے ساتھی (یعنی رسول اللہ ﷺ) نہ گمراہ ہوئے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں، اور وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی میں بات نہیں کرتے ہیں۔''

اور سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ (النساء: ۱۱۳)

''اور اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت دونوں نازل کیا ہے۔''

صاحب ''فتح البیان'' رقمطراز ہیں: ''یہ آیت دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت وحی ہوتی تھی جو آپ کے دل میں ڈال دی جاتی تھی۔''

قرآنِ حکیم اور سنت رسول دونوں منزل من اللہ ہیں۔ قرآن حکیم کی تفسیر اوّل سنت رسول ہے، قرآن مجید کے معانی و مفاہیم کو حدیث رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں سمجھنا ہوگا۔ بلکہ قرآنِ حکیم کو سنت رسول ﷺ کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل: ۴۴)

''اس ذکر (قرآن) کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی توضیح کر دیں جو ان کے لیے نازل کی گئی ہے تاکہ لوگ غور و فکر کریں۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) [1]

''تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اس کو اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوط کر کے پکڑلو، اور بدعات سے بچو، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

تیسرا تقاضا:

رسالت کا تیسرا تقاضا یہ ہے کہ اپنے اختلافی مسائل میں فیصل رسول ﷺ کو مانا جائے۔ اور جو فیصلہ آپ فرمادیں اس کو دل وجان سے تسلیم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ ﴾ (النساء: ۶۵)

''پس قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ آپس کے تمام اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں، اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا ۝ ﴾ (النساء: ۵۹)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور ان لوگوں کی جو تمہارے اوپر اختیار والے ہیں، اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں

[1] مسند أحمد: ۴/۱۲۶ـ ۱۲۷۔ سنن ابوداؤد، کتاب السنة، رقم: ۴۶۰۷۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۶۸۷۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۴۲۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

تنازع ہوجائے تو اس کا حل صرف یہ ہے کہ اسے اللہ کی طرف اور رسول کی طرف

لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی تمہارے لیے بہتر اور عاقبت وانجام کے اعتبار سے بھی اچھا ہے۔''

امام احمد نے سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کی قیادت میں ایک فوجی دستہ بھیجا۔ دستہ کے امیر کسی بات پر لوگوں سے ناراض ہو گئے، تو انھوں نے آگ جلوائی اور لوگوں کو اس میں کودنے کے لیے حکم دیا، دستہ کے ایک نوجوان نے لوگوں سے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اس لیے لائے ہیں تاکہ آگ سے بچیں، اسی لیے ہم لوگ جلدی نہ کریں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں۔ جب انھوں نے واپس آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اُس میں کود جاتے تو اس سے کبھی نہ نکلتے، امیر یا قائد کی اطاعت بھلائی کے کام میں ہوتی ہے۔ [1]

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ''اولی الامر'' سے مراد اہل فقہ و دین ہیں اور مجاہد، عطا اور حسن بصری وغیرہم کے نزدیک اس سے مراد علماء ہیں۔ لیکن بظاہر حق یہ ہے کہ تمام اہل حل وعقد امراء اور علماء مراد ہیں۔ [2]

مجاہد اور دوسرے سلف اہل علم نے کہا ہے کہ ''اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو'' سے مقصود قرآن وسنت ہے۔ آیت کے اس حصہ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہیے، اللہ اور آخرت پر ایمان کا تقاضا یہی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص بھی کسی اختلافی مسئلہ میں قرآن وسنت کا حکم نہیں مانے گا، وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں مانا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ قرآن وسنت کی طرف رجوع میں ہی ہر خیر ہے، اور انجام کے اعتبار سے بھی یہی عمل بہتر ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب أخبار الاحاد، رقم: ۷۲۵۷۔ مسند أحمد: ۱/ ۸۲.

[2] تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۷۰۶، طبع مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔

اختلاف کے وقت اہل علم کی آراء کی حیثیت:

مشہور ثقہ امام عامر بن شراحیل الشعبی التابعی (المتوفی ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں:

((مَا حَدَّثُوْكَ هٰؤُلَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَخُذْ بِهِ وَمَا قَالُوْهُ بِرَأْيِهِمْ فَأَلْقِهِ فِي الْحَشِّ.)) [1]

"یہ لوگ تجھے رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بیان کریں اسے (مضبوطی سے) پکڑ لو اور جو بات وہ اپنی رائے سے کہیں اسے بیت الخلا میں پھینک دو۔"

تابعی صغیر مشہور ثقہ وثبت امام الحکم بن عتبۃ (المتوفی ۱۱۵ھ) فرماتے ہیں:

((لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ اِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُتْرَكُ اِلَّا النَّبِيُّ ﷺ.)) [2]

"نبی اکرم ﷺ کے علاوہ اللہ کی مخلوق میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کی بات لی اور چھوڑی نہ جاسکتی ہو۔ صرف آپ ﷺ ہی ایسی بابرکت اور پاکیزہ شخصیت ہیں جن کی ہر بات لی جائے گی۔"

اہل رائے کے مشہور امام جناب ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک دن اپنے شاگردِ خاص قاضی ابویوسف سے فرمایا:

((وَيْحَكَ يَا يَعْقُوْبُ! لَا تَكْتُبْ كُلَّ مَا تَسْمَعُ مِنِّيْ فَاِنِّيْ قَدْ أَرَى الرَّأْيَ الْيَوْمَ وَأَتْرُكُهُ غَدًا وَّأَرَى الرَّأْيَ غَدًا وَّأَتْرُكُهُ بَعْدَ غَدٍ.)) [3]

"اے یعقوب! (ابویوسف) تیرا ستیاناس ہو! میری ہر بات نہ لکھا کر، میری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل بدل جاتی ہے، کل دوسری رائے ہوتی ہے تو پھر پرسوں وہ بھی بدل جاتی ہے۔"

شاہ صاحب تفہیمات ۲/ ۲۴۰ میں لکھتے ہیں:

---

[1] سنن الدارمی، المقدمۃ، رقم: ۲۰۶۔

[2] جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/ ۹۱۔ الأحکام لابن حزم: ۶/ ۲۹۳۔

[3] تاریخ یحیی بن معین: ۲/ ۶۰۷، ت: ۲۴۶۱۔ تاریخ بغداد: ۱۳/ ۴۲۴۔

((در فرع پیروی علماء محدثین کہ جامع باشند میان فقہ وحدیث کردن.

ودائماً تفریعات فقهیه را بر کتاب و سنت عرض نمودن و آنچه موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالائے بدیرش خاوند دادن. امت را هیچ وقت از عرض مجتهدات بر کتاب وسنت استغناء حاصل نیست وسخن متقشفه فقهاء که تقلید عالمے را دستاویز ساخته تتبع سنت را ترك کرده اند. نه شنیدن وبدیشان التفات نه کردن وقربت خدا جستن بدوری اینان.))

''فروع میں علماء محدثین جن کی فقہ حدیث دونوں پر نظر ہو۔ کی پیروی کرنا۔ فقہ کے فروعی مسائل کو ہمیشہ کتاب وسنت پر پیش کرنا، جو ان کے موافق ہو اسے قبول کرنا اور جو مخالف ہو اسے رد کر دینا چاہیے۔ امت کو اپنے اجتہادی مسائل کتاب وسنت پر پیش کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں متقشف فقہاء کی بات قطعاً نہ سنے۔ جن لوگوں نے اہل علم کی تقلید کر کے کتاب وسنت کو ترک کر دیا ہے ان کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔ ان سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے۔''

امام مالک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ:

((كُلُّ النَّاسِ يُؤْخَذُ مِنْهُ وَيُؤْخَذُ عَلَيْهِ اِلَّا صَاحِبُ هَذَا الْقَبْرِ, وَاَشَارَ اِلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.)) [1]

''ترجمہ: ہر شخص کی بات قبول بھی کی جا سکتی ہے اور ردّ بھی کی جا سکتی ہے سوائے اس روضۂ اقدس (ﷺ) والے کی بات کے۔ اور اشارہ قبر نبوی ﷺ کی طرف کیا کرتے تھے۔''

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فتویٰ دے کر فرمایا کرتے تھے ہم اس مسئلہ میں اسی حد تک سمجھ سکے ہیں اگر کوئی دوسرا (عالم) ہم سے زیادہ واضح طور پر مسئلہ کو سمجھا دے تو اسی کی بات مانی جائے۔ [1]

---

[1]

الشیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ان چار مذاہب میں سے ہے جو مشہور ہیں اور ان کی پیروی کی جاتی ہے، لیکن یہ بات جان لینی چاہیے کہ حق انھیں چار مذاہب میں منحصر نہیں، بلکہ حق کسی اور مذہب میں بھی ہوسکتا ہے اور انہی چاروں ائمہ کا کسی مسئلہ میں اتفاق پوری امت کا اجماع قرار نہیں پاسکتا اور خود ان ائمہ کو اپنا مقام و مرتبہ معلوم تھا اور انھیں اس بات پر یقین تھا کہ ان کی اطاعت اسی مسئلے میں ہوسکتی ہے جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو، اسی لیے وہ اپنی تقلید سے منع کرتے تھے، الا یہ کہ ان کا مذہب سنت کے موافق ہو۔''

''اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام احمد، امام الشافعی، امام مالک رحمہم اللہ اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم کا مذہب غلط بھی ہوسکتا ہے اور درست بھی اور ہر ایک کے قول کو لیا بھی جاسکتا ہے اور چھوڑا بھی جاسکتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، کہ ان کا ہر فرمان واجب الاتباع ہے، لہٰذا اس مدرس پر کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے شاگردوں کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ پڑھائے، لیکن شرط یہ ہے کہ جب اسے اس کے خلاف دلیل مل جائے تو وہ اسی کی پیروی کرے اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کو چھوڑ دے اور اپنے طالب علموں کو بتائے کہ دلیل ہی حق ہے اور ان کے لیے بھی یہی لازم ہے کہ وہ ایسی صورتحال میں صرف دلیل پر عمل کریں اور جب دونوں کا آپس میں ٹکراؤ ہو تو امام حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک چھوڑ دیں۔'' [2]

ثقہ محدث امام عبدالعزیز بن رفیع (المتوفی ۱۳۰ھ) فرماتے ہیں:

''امام عطاء ابن ابی رباح رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۴ھ علی المشھور) سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا

---

[1] فرقہ پرستی اور اسلام از محمد سلطان المعصومی المکی، ص: ۴۳۔

[2] مجموع فتاوی ورسائل الشیخ ابن عثیمین: ۱/ ۲۸.

تو انھوں نے کہا: ''لَا أَدْرِي'' (مجھے اس کے متعلق علم نہیں) امام عبدالعزیز بن

رفیع فرماتے ہیں کہ امام عطاء ابن ابی رباح سے کہا گیا: ''أَلَا تَقُوْلُ فِيْهَا بِرَأْيِكَ؟'' ''آپ نے اپنی رائے سے جواب کیوں نہیں دیا؟'' اس کے جواب میں امام عطاء ابن ابی رباح نے فرمایا: ''اِنِّيْ اَسْتَحْيِ مِنَ اللّٰهِ أَنْ يُّدَانَ فِي الْأَرْضِ بِرَأْيِيْ'' ''میں اللہ سے اس بات میں حیا کرتا ہوں کہ زمین میں میری رائے کو دین بنایا جائے۔''[1]

امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس مسلمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت واضح اور ثابت ہو جائے اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی کے قول وعمل کی وجہ سے اس سنت اور حدیث کو چھوڑ دے اور بلاشبہ حق پر بہت ہی لوگ ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان وعمل کی اقتدا کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور طریقہ پر عمل کرتے ہیں اور اگر کسی مسئلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف طریقوں سے عمل ثابت ہو تو وہ کبھی ایک طریقہ پر عمل کر لیتے ہیں اور کبھی دوسرے طریقہ پر اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ آپ کے خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کی قدر کرتے ہیں۔[2]

کیا کسی نے خوب کہا ہے:

((زَلَّةُ الْعَالِمِ زَلَّةُ الْعَالَمِ.))

''ایک عالم کی لغزش سارے جہان کی لغزش کی موجب ہے۔''

شیخ ابن باز رحمہ اللہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

((كُلُّ قَوْلٍ يُخَالِفُ الْأَدِلَّةَ الشَّرْعِيَّةَ يَجِبُ أَنْ يُّطْرَحَ وَلَا يُعَوَّلُ عَلَيْهِ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ وقوله ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ﴾.))[1]

---

[1] سنن الدارمی: ۱/ ۴۷، ح: ۱۰۸۔ تاریخ دمشق: ۴۳/ ۲۶، ۲۷.

[2] فرقہ پرستی اور اسلام ص: ۴۵ از محمد سلطان المصومی المکی۔

’’ہر ایسا قول جو شرعی دلائل سے ٹکراتا ہو، اسے ٹھکرا دینا واجب ہے، کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے: ’’پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ، اگر تمھیں اللہ اور آخرت کے دن پر یقین ہے۔ یہ بہت بہتر اور انجام کے اعتبار سے بہت اچھا ہے، اور فرمایا: ’’اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔‘‘

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے ’’وجوب العمل بسنة الرسول ﷺ وكفر من أنكرها ‘‘ کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے، جس میں ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

’’اور جب حج تمتع کے مسئلے میں کچھ لوگوں نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ دلیل دی کہ سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما حج افراد کے قائل ہیں تو سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عین ممکن ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسنا شروع ہو جائیں، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے، اور تم کہتے ہو کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے یوں فرمایا ہے۔‘‘

اس کے بعد شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَإِذَا كَانَ مَنْ خَالَفَ السُّنَّةَ لِقَوْلِ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ تُخْشَى عَلَيْهِ الْعُقُوْبَةُ فَكَيْفَ بِحَالِ مَنْ خَالَفَهَا لِقَوْلِ مَنْ دُوْنَهُمَا، أَوْ لِمُجَرَّدِ رَأْيِهِ وَاجْتِهَادِهِ.)) [2]

’’پس اگر کوئی شخص قول ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی وجہ سے سنت کو چھوڑ دے تو اس پر عذاب نازل ہونے کا ڈر ہے، تو اگر کوئی ان دونوں کے قول کے علاوہ کسی امام کے قول، یا اپنی رائے اور اجتہاد کی وجہ سے سنت کو چھوڑ دے تو اس کے متعلق کیا وعید ہو سکتی ہے؟‘‘

---

[1] فتاوى مهمّة تتعلق بالصلاة، ص: ٥٨.

[2] مجموع فتاوى ومقالات متنوعة، ص: ٩٩.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث مل جائے تو اس کے مقابلے میں کسی کا قول لینا جائز نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی

سنت اور فرمان کو اختیار کرنا اور اس پر عمل کرنا ہی ہر مسلمان کے لیے واجب اور فرض ہے اور کسی فقہی مذہب یا کسی امام کے قول کو قرآن وحدیث سے مقدم قرار دینا جائز نہیں ہے۔ ❶

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((وَيْلٌ لِلْاَتْبَاعِ مِنْ عَثَرَاتِ الْعَالِمِ، قِيْلَ: كَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: يَقُوْلُ الْعَالِمُ شَيْئًا بِرَأْيِهِ ثُمَّ يَجِدُ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْهُ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَيَتْرُكُ قَوْلَهُ ثُمَّ يَمْضِى الْاَتبَاع.)) ❷

''عالم کی ہر اچھی بری بات کی اتباع کرنے والے ہلاکت میں ہیں۔ لوگوں نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا: ''ایک عالم اپنی رائے سے کوئی بات کہتا ہے پھر اس کی اتباع میں کوئی شخص جو اس عالم سے زیادہ علم رکھتا ہے رسول اللہ ﷺ کا کوئی قول وعمل پاتا ہے تو وہ نبی ﷺ کا قول چھوڑ کر اس عالم کی اتباع کرتا ہے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَهُوَ مَاخُوْذٌ مِنْ كَلَامِهِ وَمَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ اِلَّا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ))

''رسول کریم ﷺ کے سوا دنیا میں کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا، جس کی ہر بات صحیح تسلیم کر لی جائے۔''

حضرت شاہ صاحب کا یہ استدلال قرآن حکیم کی اس آیت سے ماخوذ ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ (النجم: ۳، ۴)

''وہ (رسول) اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا، بلکہ وہ وحی الٰہی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔'' ❸

---

❶ فرقہ پرستی اور اسلام، ص: ۷۔ ۱۴ از: محمد سلطان المعصومی۔ ❷ منہج سلف صالحین، ص ۱۷۶۔

❸ حجۃ اللہ البالغہ، ص: ۱۴۹۔

امام علائی سے منقول ہے کہ جب کسی مقلد کو دوسرے امام کا قول حدیث کے مطابق نظر آئے اور اپنے امام کا قول حدیث کے خلاف ہو تو اس مقلد کو چاہیے کہ اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر

دوسرے امام کا قول جو کہ حدیث کے مطابق ہے اس کو اپنا لے۔ ❶

شیخ محمد جمیل زینو فرماتے ہیں کہ:

((وَنَحْنُ لَمْ نُؤْمَرْ اِلَّا بِاتِّبَاعِ الْقُرْآنِ الْمُنَزَّلِ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ، وَقَدْ شَرَحَهُ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِاَحَادِیْثِهِ الصَّحِیْحَةِ، لِقَوْلِهِ تَعَالٰی ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ﴾ فَلَا یَجُوْزُ لِمُسْلِمٍ سَمِعَ حَدِیْثًا صَحِیْحًا اَنْ یَّرُدَّهُ لِاَنَّهُ مُخَالِفٌ لِمَذْهَبِهِ، فَقَدْ أَجْمَعَ الْأَئِمَّةُ عَلَى الْأَخْذِ بِالْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ، وَتَرْكِ كُلِّ قَوْلٍ یُخَالِفُهُ.)) ❷

”ہمیں صرف قرآن کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترا ہے اور اس کی تفسیر رسول اکرم ﷺ نے اپنی صحیح احادیث کے ذریعے فرما دی ہے، فرمان الٰہی ہے: ”تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے جو کچھ اتارا گیا ہے، اسی کی پیروی کرو اور اسے چھوڑ کر اولیاء کی پیروی نہ کرو“ تو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ صحیح حدیث کو سن لے، پھر اسے اس لیے رد کر دے کہ وہ اس کے مذہب کے خلاف ہے، کیونکہ خود ائمہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحیح حدیث پر عمل کیا جائے اور اس سے ٹکرانے والا ہر قول و مذہب چھوڑ دیا جائے۔“

امیر المومنین خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَا رَأْيَ لِأَحَدٍ مَعَ سُنَّةٍ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ.)) ❸

---

❶ معیار الحق، ص: ۹۰۔ الظفر المبین، ص: ۵۰.

❷ مجموع رسائل التوجیهات الاسلامیة: ۱/ ۱۳۵.

❸ سنن دارمی، مقدمه، باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی، وقول غیره عند قوله، رقم: ۴۳۲، ۴۳۳۔ اعلام الموقعین: ۱/ ۷۸.

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((عَلَیْكَ بِاٰثَارِ مَنْ سَلَفَ، وَاِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ، وَاِیَّاكَ وَآرَاءَ الرِّجَالِ وَاِنْ

زَخْرَفُوا لَكَ الْقَوْلَ.)) ❶

''تم آثارِ سلف کو لازم پکڑو، چاہے لوگ تم سے جدا ہو جائیں، اور تم لوگوں کی آراء سے بچو اگرچہ لوگ تمھارے لیے بات کو مزین کر کے پیش کریں۔''

چوتھا تقاضا:

چوتھا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث وسنت کی مخالفت نہ کی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کرنے والے کو فتنہ اور عذابِ الیم سے ڈرایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ (النور:٦٣)

''پس جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں، انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔''

سیّدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی موجودگی میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔'' کہنے لگا: میں اس سے نہیں کھا سکتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تو اس کے ساتھ نہ ہی کھا سکے۔'' چنانچہ ایسے ہی ہوا اور واقعتاً اس کا دایاں ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ ❷

پانچواں تقاضا:

صرف چند مسلموں کی نہیں ہے یہ صدا
حرمت رسول پر پوری اُمت ہے فدا

''محمد رسول اللہ'' کا پانچواں تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے اتنی زیادہ محبت کی جائے کہ وہ محبت تمام کائنات اور تمام موجودات کی محبت پر غالب آ جائے۔ ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ

❶ اعلام الموقعین: ۱/۸۰.

❷ صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، رقم: ۲۰۲۱.

وَ اَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۴﴾ (التوبہ: ۲۴)

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارے کنبے قبیلے اور تمھارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنھیں تم پسند کرتے ہو، اگر یہ تمھیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ اپنا عذاب لے آئے، اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

احادیث رسول ﷺ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَ مَالِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ.)) [1]

''کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک اس کو میری محبت، گھر والوں اور مال اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔''

آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے محبان سے محبت اور دشمنان سے دشمنی رکھی جائے۔

ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! بے شک آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور آپ مجھے میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور بے شک جب میں گھر میں ہوتے ہوئے آپ کو یاد کرتا ہوں تو اس وقت تک میں صبر نہیں کرتا جب تک میں آپ کے پاس آ کر دیدار نہ کر لوں، اور جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو مجھے یقین ہے کہ آپ تو اس وقت انبیاء کے ساتھ بلند و بالا مقام پر ہوں گے، جب آپ جنت میں داخل ہوں گے، اور بے شک میں جنت میں داخل ہوں گا تو مجھے ڈر ہے کہ میں اس وقت آپ

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۶۸.

کو نہ دیکھ سکوں گا، تو نبی کریم ﷺ نے اس بات کا جواب اس وقت نہیں دیا، حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے:

﴿وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ﴾ (النساء: ۶۹)

''اور جو شخص اللہ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق۔'' الی آخر الآیۃ ❶

آپ ﷺ کا تقاضا ہے کہ ایسے محبانِ رسول ﷺ سے محبت کی جائے اور ان کے ناموں کے ساتھ دعائیہ کلمہ ''رضی اللہ عنہم'' پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاہَدُوا اللّٰہَ عَلَیۡہِ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ ۫ۖ وَ مَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِیۡلًا ﴿ۙ۲۳﴾﴾ (الاحزاب: ۲۳)

''ایمان لانے والوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا۔ ان میں کچھ لوگ اپنا وعدہ پورا کر کے چل بسے اور کچھ لوگ وقت آنے کے منتظر ہیں، انھوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ ان سے مراد یا تو وہ انصارِ مدینہ ہیں جنھوں نے بیعۃ العقبۃ میں ہر حال میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا، یا وہ صحابہ کرام ہیں جنھوں نے نذر مانی تھی کہ اگر انھیں رسول اللہ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کا موقع ملا تو ثابت قدم رہیں گے اور راہِ فرار نہیں اختیار کریں گے۔ چنانچہ ان میں سے بعض تو جنگ اُحد میں کام آ گئے جیسے حمزہ، مصعب بن عمیر اور انس بن النضر رضی اللہ عنہم اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی، اور جو بچ گئے جیسے عثمان بن عفان، طلحہ اور زبیر وغیرہم رضی اللہ عنہم وہ اللہ کی فتح ونصرت اور اس کی راہ میں شہادت کا انتظار کرتے رہے، اور انھوں نے اپنے رب سے جو عہد و پیمان کیا تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں لائی اور نہ ہی منافقوں کی طرح نقضِ عہد کیا، جس کی طرف اسی سورت کی آیت (۱۵) میں اشارہ کیا گیا ہے، کہ

❶ معجم أوسط للطبرانی، رقم: ۴۸۰۔

ان منافقوں نے اس سے پہلے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ میدانِ کارزار میں دشمن کو اپنی پیٹھ نہیں دکھلائیں گے۔ ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے بعد ہمارے مقتدا ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) ❷

''تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اس کو اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوط کر کے پکڑلو، اور بدعات سے بچو، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴾

(النساء: ۱۱۵)

''اور جو شخص راہِ ہدایت واضح ہوجانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا، اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر کسی دوسری راہ کی اتباع کرے گا، تو وہ جدھر جانا چاہے گا ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے، اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے، اور وہ بُرا ٹھکانہ ہوگا۔''

معلوم ہوا کہ جو کوئی حق واضح ہوجانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا، اور مسلمانی کی راہ یعنی دینِ اسلام کے علاوہ کسی دوسری راہ کو اپنائے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے اُسی مخالفت

---

❶ تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ، بتعدیل یسیر۔

❷ مسند أحمد: ۴/ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، رقم: ۴۶۰۷۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۶۸۷۔ سنن ابن ماجہ، رقم: ۴۲۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

رسول اور عدم اتباع اسلام کی راہ پر چھوڑ دے گا، بلکہ اُس کی نگاہوں میں اس کی اس روش کو خوبصورت اور عمدہ بنا دے گا یہاں تک کہ جہنم میں جا گرے گا۔

یہ آیت دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت آدمی کو کفر تک پہنچا دیتی ہے، اور اس پر بھی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت بھی کبیرہ گناہ ہے، اور یہ کہ اجماع بھی دلیل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ، وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَةِ.)) [1]

''اللہ میری اُمت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت کے اُوپر ہے۔''

شیعیت اپنی کتب کے آئینے میں:

حق تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کی جائے، اُنھیں اپنا مطاع اور مقتدا سمجھا جائے، مگر اس کے برعکس شیعہ اثنا عشریہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس حد تک نفرت کرتے ہیں کہ اُنھیں اسلام سے ہی خارج قرار دیتے ہیں۔ یقینی طور پر شیعہ اثنا عشریہ کے مسائل، توحید سے لے کر احکام شرعیہ تک اسلام سے متصادم ہیں۔ ذیل میں چند عقائد کا بیان کیا جاتا ہے:

۱: تحریف اور تغیر و تبدل کے واقع ہونے میں قرآن، تورات و انجیل ہی کی طرح ہے اور منافقین امت پر مسلط ہو کر حاکم بن گئے وہ قرآن میں تحریف کرنے کے بارے میں اسی طریقہ پر چلے جو طریقہ بنی اسرائیل نے اختیار کیا۔ [2]

۲: موجودہ قرآن میں خلافِ فصاحت اور قابل نفرت الفاظ موجود ہیں۔ [3]

۳: حضرت علی کا نام قرآن میں کئی مقامات سے نکال دیا گیا۔ [4]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الفتن، رقم: ۲۱۶۷۔ السنة لابن ابی عاصم، رقم: ۸۱۔

[2] فصل الخطاب، ص: ۷۰ بحوالہ بینات، ص: ۶۲۔

[3] احتجاج طبرسی، ص: ۲۵۵ بحوالہ ایضا، ص: ۸۱۔

[4] دیباچہ تفسیر صافی بحوالہ ایضا، ص: ۷۵۔

۴: امامت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے بالاتر ہے۔ ❶

۵: حق بات یہ ہے کہ کمالات وشرائط اور صفات میں پیغمبر اور امام کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ❷

۶: ائمہ اطہار سوائے جناب سرورِ کائنات ﷺ کے دیگر تمام انبیاء اولوالعزم وغیرھم سے افضل واشرف ہیں۔ ❸

۷: علی علیہ السلام کی ولایت کا مسئلہ انبیاء علیہم السلام کے تمام صحیفوں میں لکھا ہوا ہے اور اللہ نے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جو محمد ﷺ کے نبی ہونے پر اور علی علیہ السلام کے وصی ہونے پر ایمان لانے کا حکم نہ لایا ہو اور اس نے اس کی تبلیغ نہ کی ہو۔ ❹

۸: امام کی دس خاص نشانیاں ہیں۔ وہ بالکل پاک وصاف پیدا ہوتا ہے، ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے۔ پیدا ہوکر زمین پر آتا ہے تو اس طرح آتا ہے کہ دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھے ہوتا ہے اور بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھتا ہے، اس کو کبھی جنابت نہیں ہوتی، سونے کی حالت میں صرف اس کی آنکھ سوتی ہے اور دل بیدار رہتا ہے۔ اس کو کبھی جمائی نہیں آتی، نہ وہ کبھی انگڑائی لیتا ہے، وہ جس طرح آگے کی جانب دیکھتا ہے اسی طرح پیچھے کی جانب سے بھی دیکھتا ہے، اس کے پاخانہ میں مشک کی سی خوشبو آتی ہے اور زمین کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ اس کو چھپالے اور نگل لے اور جب وہ رسول اللہ ﷺ کی ذرّہ پہنتا ہے تو وہ اسے بالکل فٹ آتی ہے اور جب کوئی دوسرا وہی زرّہ پہنتا ہے چاہے وہ لمبا ہو ٹھینگا ہو زرّہ اس کو ایک بالشت بڑی رہتی ہے۔ ❺

۹: رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد سوائے چار افراد علی ابن ابی

❶ حیاۃ القلوب از باقر مجلسی: ۳/۳ بحوالہ أیضا، ص: ۷۹.

❷ حیاۃ القلوب از باقر مجلسی: ۳/۳ بحوالہ ایضا، ص: ۱۱۰.

❸ احسن الفوائد فی شرح العقائد شیخ صدوق از محمد حسین مجتہد، ص: ۴۰۶ ایضاً.

❹ أصول کافی، ص: ۲۷۶ بحوالہ ایرانی انقلاب، ص: ۳۸۔

❺ اصول کافی، ص: ۲۴۶، بحوالہ ایضاً ص: ۱۲۸۔

طالب، مقداد، سلمان اور ابوذر کے سوا سب مرتد ہو گئے۔ ❶

۱۰: ابوبکر وعمر اور ان کے رفقاء دل سے ایمان نہیں لائے تھے، انھوں نے (درطمع ریاست خود رابدین پیغمبر جسیانده بودند) خود کو حکمرانی کی لالچ میں پیغمبر علیہ السلام کے دین کے ساتھ چپکا رکھا تھا۔ ❷

۱۱: ابوبکر وعمر یہ دونوں قطعی کافر ہیں ان دونوں پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت۔ ❸

۱۲: جس طرح نوح اور لوط کی بیویاں طیبات میں داخل نہیں اسی طرح جناب عائشہ اور حفصہ بھی طیبات میں داخل نہیں۔ ❹

۱۳: ہم ایسے خدا کو پوجتے اور جانتے ہیں کہ جس کے کام عقل کے مطابق ہوں نہ کہ اس خدا کو جو یزید، معاویہ اور عثمان جیسے ظالموں، بدقماشوں کو حکومت دے دے۔ ❺

۱۴: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾ (پ نمبر ۲۶، سورۃ محمد، آیت نمبر: ۲۵)

"جب ہدایت واضح ہو کر ان کے سامنے آ گئی تو وہ لوگ کفر کی حالت میں پلٹ کر مرتد ہو گئے۔"

اس آیت میں ابوبکر، عمر اور عثمان مراد ہیں جو امیر المومنین علی علیہ السلام کی ولایت ترک کر دینے کی وجہ سے مرتد ہو گئے۔ ❻

۱۵: ((اِنَّ تِسْعَةَ اَعْشَارِ الدِّيْنِ فِي التَّقِيَّةِ.)) "دین ۹۰٪ فیصد جھوٹ میں ہے۔" ❼

---

❶ حیاۃ القلوب از باقر مجلسی، ص: ۲۶۷ بحوالہ بینات، ص: ۱۰۶۔

❷ کشف الاسرار از خمینی، ص: ۱۱۲ بحوالہ بینات، ص: ۵۰۰۔

❸ الجامع الکافی، کتاب الروضۃ، ص: ۶۲ بحوالہ بینات، ص: ۴۳۔

❹ سہم مسموم از غلام حسین نجفی، ص: ۲۰۔

❺ کشف الاسرار از خمینی، ص: ۱۰۷ بحوالہ ایرانی انقلاب، ص: ۲۱۔

❻ اصول کافی، ص: ۲۶۵، بحوالہ أیضاً، ص: ۱۵۸۔

❼ الاصول الکافی: ۲، تالیف أبی جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی، طبع ایران۔

۱۶: مجلسی نے اپنی کتاب بحار الانوار (۹۴/ ۲۹) مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی، بیروت میں لکھا ہے: جب بھی تجھے کوئی اللہ عزوجل سے ضرورت پیش آئے، تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے تو اپنی حاجت کو ایک کاغذ پر تحریر کر کے ائمہ کی قبور میں سے کسی قبر پر ڈال دے، یا اُسے مہر لگا کر لپیٹ لے اور پھر صاف پاک گوندھی ہوئی مٹی میں اسے رکھ کر کسی بہتی نہر میں یا کسی گہرے کنویں میں یا پانی کی کسی جھیل میں ڈال دے۔ تیری یہ طلب امام علیہ السلام تک پہنچ جائے گی، اور امام علیہ السلام بذاتِ خود تیری ضرورت کو پورا کر دے گا۔

۱۷: امام کلینی نے اصول الکافی (۱/ ۴۴۴) اور مجلسی نے بحار الانور (۲۰/ ۲۴۰) میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد، علی اور فاطمہ کو تخلیق فرمایا۔ ان کی تخلیق کے ہزارہا سال بعد اللہ تعالیٰ نے دیگر مخلوقات کو پیدا کیا اور ان کو اپنی مخلوقات کی آفرینش کا گواہ بنایا اور ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کو ان پر لازم کر دیا اور ان کے تمام اُمور کی دیکھ بھال کو ان کے سپرد کر دیا، لہٰذا وہ چاہیں تو کسی شے کو حلال کر دیں۔ اور چاہیں تو کسی چیز کو حرام قرار دے دیں۔

۱۸: خمینی نے اپنی کتاب تحریر الوسیلہ (۲/ ۱۶۴) میں لکھا ہے کہ: شفاء کی خاطر مٹی کھانے کی ممانعت سے سیّدنا حسین علیہ السلام کی قبر کی مٹی کو تخصیص واستثناء حاصل ہے۔ تاہم اس کا کھانا بھی صرف شفاء کی طلب کے لیے جائز ہے۔ اور وہ بھی صرف درمیانے سائز کے چنے کے برابر۔ آپ کی قبر کی مٹی کی ہمسری کوئی بھی مٹی حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آئمہ علیہ السلام کی قبور کی مٹی بھی نہیں کر سکتی۔

۱۹: امام کلینی نے فروع الکافی (ص:۵۹) میں لکھا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت بیس حجوں کے مساوی بلکہ بیس حج اور عمروں سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

چھٹا تقاضا:

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کا چھٹا تقاضا یہ ہے کہ لوگ آپ کے لائے ہوئے دین میں کمی یا زیادتی نہ کریں اور یہ بات طے ہے کہ دین مصطفیٰ علیہ السلام مکمل ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا:

﴿ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ﴾ (المائدة: ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہو گیا۔''

امام مالک رحمہ اللہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

''جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور اس کو وہ نیکی خیال کرتا ہے، تو تحقیق اس نے یہ گمان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ ''آج کے دن میں نے تم پر تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔''[1]

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اس بارے میں ارشادِ گرامی ہے:

((اِذَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِیْثًا فَلَا تَزِیْدُنَّ عَلَیْهِ.))[2]

''جب میں تم کو کوئی حدیث بیان کروں تو اس پر زیادہ نہ کرو۔''

زیادہ کردہ کام مردود بدعت ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.))[3]

''جس نے کوئی بھی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں، پس وہ کام مردود ہے۔''

کام بظاہر کتنا ہی اچھا ہو، چونکہ اس کی بنیاد یا اس کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، لہٰذا وہ بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً.))[4]

---

[1] کتاب الاعتصام للشاطبی: ۱/ ۴۹.

[2] مسند احمد: ۵/ ۱۱ ۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۳۴۶۰.

[3] صحیح بخاری، رقم: ۲۶۹۷.

[4] ذم الکلام للهروی، رقم: ۲۷۶.

''ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں۔''

علامہ شاطبی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں: ''کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' حدیث علماء کے نزدیک عموم پر مبنی ہے، اس عموم سے قطعاً کوئی چیز مستثنیٰ نہیں اور نہ کسی حالت میں کوئی بدعت، بدعت حسنہ ہوگی۔ ❶

تصوف کی بدعت:

ان بدعات میں سے جو فی زمانہ مروج ہیں۔ بدعتِ تصوف بھی ہے، جس میں بدعات و خرافات اور خودساختہ اوراد وظائف کی بھرمار ہے، یہ بات بھی یاد رہے کہ لفظ ''تصوف'' کا وجود قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علماء حق نے واضح طور پر اس کی تصریح کی ہے کہ تصوف کا لفظ قرونِ ثلاثہ میں مشہور ہی نہ تھا بعد میں اس کی شہرت ہوئی۔'' ❷

لفظ تصوف، صوف سے مشتق ہے کیونکہ عام طور پر متصوف اچھے کپڑوں کو چھوڑ کر صوف یعنی اونی کپڑے پہننے لگے تھے۔ ❸

الرماح کے مؤلف نے شیخ احمد تیجانی سے نقل کیا ہے کہ میرے دونوں پاؤں آدم علیہ السلام سے لے کر نفخ صور تک ہر ولی کی گردن پر ہیں۔ ❹

سلیمان الدارانی سے منقول ہے:

((اِذَا طَلَبَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ اَوِ الزِّوَاجَ اَوْ سَافَرَ فِيْ طَلَبِ الْمَعَاشِ فَقَدْ اَكَنَ اِلَى الدُّنْيَا.)) ❺

---

❶ فتاویٰ الشاطبی، ص: ۱۸۰.

❷ مجموع فتاوی ابن تیمیة: ۱۱/۱۶.

❸ مقدمة ابن خلدون.

❹ بحواله الهدية الهادية الى الطائفة التيجانية، ص: ۵۵.

❺ احياء العلوم: ۱/۶.

”اگر آدمی حدیث سیکھے یا شادی کرنا چاہے یا روزی کی تلاش میں سفر کرے تو وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا۔“

ابوبکر شبلی سے منقول ہے، کہ ان کو کوئی اونی کپڑا یا ٹوپی یا عمامہ پسند آجاتا تو فوراً اس کو جلا دیتے اور کہتے:

((کُلُّ شَیْءٍ مَا لَتْ اِلَیْہِ النَّفْسُ دُوْنَ اللّٰہِ وَجَبَ اِتْلَافُہُ فَقِیْلَ لَہُ: لِمَ لَا تَتَصَدَّقُ بِہِ فَقَالَ... الخ.)) [1]

”یعنی اللہ کے علاوہ جس چیز کی طرف نفس مائل ہو اسے منعدم کر دینا واجب ہے۔ ان سے کہا گیا کہ اس کا صدقہ کر دیتے یعنی کسی مسکین وفقیر کو دے دیتے، تو جواب دیا جب وہ چیز باقی رہے گی اگر چہ دوسرے کے جسم پر ہو اسے دیکھ کر نفس اس کے پیچھے پڑا رہے گا اس لیے اللہ کی طرف توجہ کی خاطر جلا کر ضائع کر دینا ہی اچھا ہے۔“

امام غزالی نے حمشا دالدینوری سے نقل کیا ہے: ”وہ کہتے ہیں کہ تیس سال سے جنت مجھے پیش کی جارہی ہے لیکن میں نے اسے ایک نظر بھی نہ دیکھا۔“ [2]

بعض گمراہ صوفیاء نے جہالت کو علم اور بدعت کو سنت کے بجائے اختیار کیا ہے۔ فتوحات ابن عربی (۱/ ۳۶۵) میں ہے:

”تم اپنا علم مردوں سے لیتے ہو اور ہم نے اپنا علم حیّ لا یموت سے لیا ہے۔“

ان کے ہاں علم حدیث سیکھنا عیب کی بات ہے۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ میں صوفیہ کے رباط میں اقامت پذیر تھا ان سے چھپ کر حدیث پڑھا لکھا کرتا تھا، ایک دن میری آستین پر روشنائی پڑ گئی تو بعض صوفیا نے کہا اپنی شرم گاہ کو چھپالو۔

تیجانی فرقے کے شیخ احمد تیجانی سے صاحب الرماح نے (۲/ ۱۷۷) میں نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ خلوت کی شروط یہ ہیں: جس طرح مسجد میں داخل ہوتا ہے اسی طرح خلوت میں

---

[1] طبقات شعرانی: ۱/ ۸۹۔ [2] احیاء العلوم: ۴/ ۳۶۰۔

داخل ہوکر اپنے شیخ کے واسطے سے تمام مشائخ کی ارواح سے تعاون اور مدد طلب کرتے ہوئے داخل ہو، اور شیخ کے تصور کو اپنی نظروں کے سامنے رکھے۔ کیونکہ وہ اس کا رفیق راہ ہے اور شیخ اپنے معنی اور روحانیت کے ساتھ مرید کے ساتھ رہتا ہے۔

❁ ابن عربی نے ''فتوحات مکیہ'' میں وحدت الوجود کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

''پاک ہے وہ ذات جس نے اشیاء کو پیدا کیا اور خود عین اشیاء رہا۔'' ❶

❁ مزید کہا کہ: ''یہ کتے اور سور ہی تو ہمارے الہ ہیں۔ اللہ تو گرجے میں پادری بنا بیٹھا ہے۔'' ❷

❁ بایزید بسطامی انبیاء ورسل کی تحقیر کرتے ہوئے کہتا ہے:

'''''' ہم (معرفت کے) سمندر میں گھس گئے مگر انبیاء ورسل ساحل پر ہی کھڑے رہ گئے۔'' ❸

❁ مولانا روم کے ملفوظات ''فیہ مافیہ'' میں مرقوم ہے:

''ایمان وکفر کا تفرقہ بھی راستوں تک ہے، منزل پر نہیں۔ سب بحثیں، جھگڑے، یہ راستہ غلط، وہ راستہ صحیح، یہ حق پر، وہ باطل پر، جب منزل پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ سب اختلاف راستے کے تھے اور بس، منزل مقصود سب کی ایک تھی۔'' ❹

❁ ایک صوفی حسن رضوان متوفی ۱۳۱۰ھ اپنے دیوان ''روض القلوب'' میں لکھتا ہے:

فَلَيْسَ فِيْ الْوُجُوْدِ شَيْئٌ يُشْهَدُ
سِوَاهُ فَالْأَشْيَاءُ بِهِ تَوَحَّدَ

''موجودات میں کوئی شے نہیں ہے جس کا مشاہدہ کیا جا سکے، مگر وہی ذات الٰہی ساری اشیاء کے اندر وہی مضمر ہے۔ (یعنی حلول کیے ہوئے ہے۔)'' ❺

---

❶ بحوالہ اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، ص: ۱۹۲۔
❷ تصوف: تحقیق وتجزیہ حکیم نبی احمد خان نعمانی رام پوری، بحوالہ نوائے اسلام دہلی ص: ۱۰ جولائی ۱۹۹۹ء۔
❸ فضائل صوفیہ، ص: ۴۴۔ ۴۵۔
❹ بحوالہ افکار رومی، مولانا عبدالسلام رام پوری، ص: ۱۹۳۔
❺ تصوف کو پہچانیے، از تقی احمد ندوی، ص: ٦٨۔

یہ وہ عقائد وافکار ہیں جو کتاب وسنت کے مخالف کفریہ اور شرکیہ عقائد ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

ساتواں تقاضا:

ساتواں تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کہ اس شریعت مطہرہ، شریعت بیضاء کو لے کر آئے، ان کی ذات اقدس پر بکثرت درود وسلام بھیجا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَ مَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ (الاحزاب:۵۶)

''یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ صَلَّ عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا.)) [1]

''جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔''

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں درود شریف بھیجنا آپ کی قربت کا باعث ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً.)) [2]

''قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھے گا۔''

دوسرا اور تیسرا رکن:

نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

---

[1] صحیح مسلم، رقم: ۹۱۲.

[2] سنن ترمذی، کتاب الوتر، رقم: ۴۸۴۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۹۰۸۰۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

﴿ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ ﴾ (البینہ:۵)

''اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لیے عبادت کو خالص کر کے، یکسو ہو کر، اور وہ نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ دیں اور یہی نہایت درست دین ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ ﴾ (البقرہ:۴۳)

''اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

زکوٰۃ وہ مال ہے جو مال داروں سے لے کر فقراء اور ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جن کا مصارف زکوٰۃ میں تذکرہ ہے، زکوٰۃ دین اسلام کے اصول وقواعد میں سے ایک ایسا گراں قدر اصول اور ضابطہ ہے جس کے ذریعہ معاشرہ میں وحدت پیدا ہوتی ہے، اور معاشرہ کے افراد ایک دوسرے کے لئے معاون ثابت ہوتے ہیں۔ بایں طور کہ مالدار کے احسان اور کسی برتری کے بغیر اس کے مال میں غریب وفقیر کا بھی حصہ ہوتا ہے۔

چوتھا رکن:

اسلام کا چوتھا رکن ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ (البقرہ:۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ویسے ہی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔''

روزہ دار انسان کے لئے دنیا وآخرت کی ہر بھلائی ہے، اور اس لئے کہ آدمی جب اللہ تعالیٰ کے لئے کھانے پینے اور مباشرت سے رُک جاتا ہے، اور اپنے آپ کو بندگی میں مشغول کر دیتا ہے، تو اللہ اسے تقویٰ و پرہیز گاری کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

پانچواں رکن:

اسلام کا پانچواں رکن صاحب استطاعت کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾﴾ (آل عمران:۹۷)

''اور اللہ کی رضا کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر فرض ہے، جو وہاں پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں، اور جو انکار کرے گا، تو اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''

اسلام مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سورۃ العصر کی روشنی میں:

سورۃ العصر بڑی عظیم اور جامع سورت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ایمان و اسلام کے بنیادی قواعد بیان فرمائے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

((لَوْ لَا اُنْزِلَ الْقُرْآنُ اِلَّا هٰذِهِ السُّوْرَةُ لَكَفَتْهُمْ.)) [1]

''اگر پورا قرآن مجید نازل نہ بھی ہوتا، مگر یہ سورۃ نازل کردی جاتی تو لوگوں کے لیے کافی تھی۔''

سورۃ العصر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾﴾ (العصر)

''قسم ہے زمانے کی! یقیناً انسان گھاٹے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے، اور ایک دوسرے کو (ایمان اور عمل صالح کی) نصیحت کی، اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''

اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھا کر کہا ہے، بالعموم انسان خسارے اور

---

[1]

گھاٹے میں ہے، سوائے اس شخص کے جس میں چار صفات پائی جائیں گی:

۱: اللہ تعالیٰ نے جن باتوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، ان پر ایمان لائیں۔

۲: عمل صالح کریں، یعنی بھلائی کے جتنے کام ہیں، ان کو بجالائیں، چاہے ان کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہو یا بندوں کے حقوق سے اور چاہے وہ واجب ہوں یا مسنون یا مستحب۔

۳: جس ایمان اور عمل صالح کی باتیں اوپر بیان کی گئی ہیں، ان کی وہ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کریں اور ان پر عمل کی رغبت لائیں۔

۴: اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی بجالانے اور نواہی سے اجتناب میں جو تکلیف اور زحمت اٹھانی پڑے، اس پر ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کریں، نیز ان دیگر تکلیفوں اور مصیبتوں پر بھی ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں جو اللہ کی تقدیر کا نتیجہ ہوتی ہیں، اور جنھیں اللہ کے سوا کوئی ٹال نہیں سکتا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ مِنْ وَرَآءِ كُمْ اَيَّامُ صَبْرٍ، لِلْمُتَمَسِّكِ فِيْهِنَّ يَوْمَئِذٍ بِمَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ.))

''بے شک تمہارے بعد صبر والے دن آئیں گے، اس وقت تمہارے منہج پر قائم رہنے والے کے لیے تم میں سے پچاس آدمیوں کے برابر اجر ہوگا۔''[1]

امام محمد بن عبدالوہاب تمیمی رحمہ اللہ اس سورۃ مبارکہ کی روشنی میں رقمطراز ہیں: اصول الدین والدعوۃ چار ہیں:

(۱) القول یعنی ایمان

(۲) العمل

(۳) الدعوۃ الیہ، یعنی پھر اس ایمان کی طرف دعوت دینا اور

(۴) الصبر علی الاذی فیہ، جو اس راستہ میں مصائب و تکالیف آئیں ان پر صبر کرنا۔ (اصول الدین)

---

[1] درء الارتیاب عن حدیث ما انا علیہ والاصحاب، صفحہ: ۱۵۔ یہ حدیث ''حسن لذاتہ'' ہے۔

یاد رہے کہ جس آدمی میں یہ چاروں صفات پائی جائیں گی وہ خسارے اور گھاٹے سے بچا رہے گا، اور دونوں جہان میں بڑی کامیابی کا حقدار ٹھہرے گا۔

اسلام کا تصوّرِ عبادت:

اسلام نے جو تصورِ عبادت پیش کیا وہ صرف معبودِ واحد کی عبادت کا تصوّر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی غیر کو شریک کی سزا جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾﴾ (البقرہ: ۲۱)

''اے لوگو، اپنے ربّ کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گزر گئے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿٣٦﴾﴾ (النساء: ۳۶)

''اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور پہلو سے لگے ہوئے دوست اور مسافر اور غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ۔ بے شک اللہ تعالیٰ اکڑنے والے اور بڑا بننے والے کو پسند نہیں کرتا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ ربّ العزت نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں، اس لیے کہ وہی خالق و رازق ہے اور اس کے احسانات تمام مخلوقات کو عام اور شامل ہیں۔ اس لیے بندوں پر اس کا حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بنائیں۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ پھر آپ نے کہا، کیا تم جانتے ہو کہ اگر بندے ایسا کریں تو ان کا اللہ پر کیا حق ہے؟ کہ اللہ انھیں عذاب نہیں دے گا۔ [1]

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ اقدس پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾

(الکھف: ۱۱۰)

''آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تمھارے ہی جیسا ایک انسان ہوں، مجھے وحی آتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہے، تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کا یقین رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے، اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

عبادت کی اقسام:

عبادت کی تین اقسام ہیں:

(۱) قولی عبادت (۲) بدنی عبادت اور (۳) مالی عبادت۔

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم کہتے: جبریل اور میکائیل پر سلامتی ہو، فلاں اور فلاں پر سلامتی ہو، پس رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ: ''یقیناً اللہ تعالیٰ تو سلامتی والا ہے، پس جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ کہے:

((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ۶۵۰۰۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۰۴.

اللّٰہُ وَاَشْہَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ.)) ❶

''میری تمام قولی، عملی اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت نازل ہو، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

نصرت اسلام کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے فتح و کامرانی کا وعدہ کیا ہے، اور فرمایا کہ اگر وہ لوگ اس کے دین کی نصرت کریں گے تو وہ ان کی مدد کرے گا، ارشاد فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝﴾ (محمد:۷)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا، اور تمھیں ثابت قدمی عطا کرے گا۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا کہ وہ ہر حال میں اپنی جانوں، اموال، اقوال اور افعال کے ذریعہ اس دین حق کی مدد کرتے رہیں جیسے اللہ نے اپنی طاعت و بندگی کے لیے نازل کیا ہے اور جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا، دعوت الی اللہ کے کام میں ان کا ساتھ دیا، اور اُن سے اپنی جانوں کی قربانی دینے کا وعدہ کیا، اسی طرح وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کا ہر طرح ساتھ دینے کے لیے تیار رہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللّٰهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝﴾ (الصف:۱۴)

❶ صحیح بخاری، کتاب الاذان، رقم: ۸۳۱۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۰۲.

''اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ، جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا کہ دعوت الی اللہ کی راہ میں میری کون مدد کرے گا، حواریوں نے کہا، ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں، پس بنی اسرائیل کی ایک جماعت ایمان لے آئے گی، اور دوسری جماعت کافر ہوگئی، تو ہم نے ایمان والوں کی اُن کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی، پس وہ غالب ہو گئے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: جب حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی دعوت لوگوں تک پہنچانے کے لیے ہم آپ کی مدد کریں گے، تو انھوں نے انھیں اسرائیلیوں اور یونانیوں کے پاس توحید کی دعوت کے ساتھ بھیجا۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی حج کے دنوں میں اسی طرح کہا کرتے تھے کہ کون ہے جو مجھے پناہ دے، تاکہ میں اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں، اس لیے کہ قریش نے مجھے اس کام سے روک دیا ہے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی مدد کے لیے مدینہ کے اوس وخزرج والوں کے دلوں کو مسخر کر دیا، انھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، آپ کی مدد کی، اور کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آ جائیں گے تو ہم ہر طرح آپ کا دفاع کریں گے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر مہاجرین کے ساتھ ہجرت کر کے وہاں پہنچے تو انھوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اسی لیے اللہ اور اس کے رسول نے انھیں ''انصار'' کا لقب دیا، جو ان کا نام بن گیا۔ [1]

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس میں مومنوں کو ان کے ربّ کی جانب سے نصرت و تائید اور فتح و کامرانی کی خوشخبری دی گئی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ دینِ حق کی سربلندی کے لیے متحد ہو کر کوشش کریں، اور نزاع واختلاف سے یکسر دور رہیں۔ وباللہ التوفیق۔

((عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِيْنَةَ أُتِيَ بِي إِلَيْهِ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لِي تَعَلَّمْ كِتَابَ الْيَهُوْدِ فَإِنِّي لَا آمَنُهُمْ عَلَى كِتَابِنَا.)) [2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر، تحت الآیة.

[2] سلسلہ احادیث صحیحہ، رقم الحدیث: ۱۸۷۔

''سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب نبی مدینہ تشریف لائے تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا میں آپ کے (نام آنے والی دستاویز) پڑھتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ''یہودیوں کا خط (اور زبان) سیکھ لو میں ان کی طرف سے قرآن مجید کے بارے میں مطمئن نہیں ہوں۔''

((قَالَتْ عَائِشَةُ: فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِحَسَّانَ: اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ.)) [1]

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسان کے حق میں یہ فرماتے سنا ''روحِ قدس (جبریل امین) تیری تائید کرتا رہے گا جب تک تو اللہ اور اس کے رسول کا دفاع کرتا رہے گا۔''

((عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ ﷺ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ ثُمَّ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوْبَ اَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ يُقَاتِلُوْنَ عَنْ دِيْنِهِ فَمَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، وَمَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّئٌ.)) [2]

''سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً اللہ عزوجل نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو سب سے اچھا پایا، لہٰذا آپ کو اپنی رسالت کے لیے چن لیا اور اپنی رسالت دے کر مبعوث فرمایا، پھر بندوں کے دلوں کو دیکھا تو صحابہ کے قلوب کو سب سے بہتر پایا لہٰذا انھیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاون بنادیا جو اس کے دین کی خاطر لڑتے ہیں۔ لہٰذا جو مسلمان بہتر سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جس کو مسلمان برا تصور کریں وہ اللہ کے نزدیک بھی بُرا ہے۔''

---

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ، رقم: ۱۱۸۔ صحیح مسلم، رقم: ۲۴۹۰.

[2] مسند احمد: ۱/ ۳۷۹۔ مجمع الزوائد: ۱/ ۱۷۷، ۱۷۸۔ شیخ احمد شاکر نے اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔

جو لوگ دین اسلام کی مدد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی اُن کی مدد فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ (الحج:۳۸)

''بے شک اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا دفاع کرتا ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ (الروم:۴۷)

''اور ہم پر مومنوں کی مدد کرنا واجب ہے۔''

خون دل دے کے نکھاریں گے رُخ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

طائفہ منصورہ کا تا روزِ قیامت موجود رہنا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت کی شکل میں موجود اسلام کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے، جس کی خاطر کئی ذرائع اور اسباب استعمال کرتا ہے، ان میں سے ایک طائفہ منصورہ کا قیام بھی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَذَٰلِكَ.)) [1]

''میری اُمت کی ایک جماعت ہر دور میں حق کی بنیاد پر غالب رہے گی، ان کو رسوا کرنے کی کوشش کرنے والا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، حتیٰ کہ قیامت آ جائے گی اور وہ اسی منشور پر گامزن ہوں گے۔''

جناب جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُولُ: لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ، تَكْرِمَةَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ.)) [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، رقم: ۴۹۵۰۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۹۵۔

''میری اُمت میں سے ہمیشہ ایک گروہ قیامت تک حق پر قتال کرتا رہے گا۔ پھر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا، آیئے ہمیں نماز پڑھایئے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: نہیں، تم میں سے ہی کوئی دوسروں پر امیر ہوسکتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے اس امت کو یہ اعزاز بخشا ہے۔''

اس حدیث کے بارے میں امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اہل الحدیث ہیں۔ (مسالۃ الاحتجاج بالشافعی ص ۴۷ وسندہ صحیح)

اہل سنت والجماعت کے بڑے بڑے مستند علما کرام نے طائفہ منصورہ والی حدیث کا مصداق اہل الحدیث واصحاب الحدیث کو قرار دیا ہے۔ ❶

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک وہ (طائفہ منصورہ) اصحاب الحدیث ہی ہیں۔'' ❷

امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''اگر یہ طائفہ منصورہ اصحاب الحدیث نہیں ہیں، تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔'' ❸

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ آیت کریمہ ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (بنی اسرائیل: ۷۱) ''یعنی جس دن ہم لوگوں کو ان کے امام سمیت بلائیں گے۔''...... کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

((وَقَالَ بَعْضُ السَّلَفِ: هٰذَا أَكْبَرُ شَرَفٍ لِأَصْحَابِ الْحَدِيْثِ لِأَنَّ إِمَامَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ.)) ❹

''اور بعض سلف کا کہنا ہے: یہ اصحاب الحدیث (اہل حدیث) کے لیے بہت بڑا شرف ہے اس لیے کہ ان کے امام نبی کریم ﷺ ہیں۔''

---

❶ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۲۲۹.

❷ شرف اصحاب الحدیث للخطیب بغدادی، ۴۲.

❸ معرفه علوم الحدیث للحاکم، ۲.

❹ تفسیر ابن کثیر: ۱۶۴/۴.

اہل سنت والجماعت کے فضائل:

اہل سنت والجماعت کے منہج پر صرف محدثین پورے اترتے ہیں۔ اور آج کے دور میں منہج محدثین پر جماعت اہل حدیث کے علاوہ اور کوئی جماعت نہیں، جن کا منہج قرآن وسنت فہم و عمل و عمل صحابہ کرام ہو، باقی لوگوں نے اپنی نسبتیں شخصیات اور علاقوں کی طرف کر رکھی ہیں۔ قرآن و سنت میں اہل حدیث واہل سنت والجماعت لوگوں کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر: ۷۱ کی تفسیر میں نقل فرمایا:

اہل حدیث کے لیے اس سے زیادہ فضیلت والی دوسری کوئی بات نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اہل حدیث کا کوئی امام نہیں ہے۔ [1]

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے تقلید کے رد پر ایک عظیم الشان کتاب: "**الرد علٰی من أخلد الی الارض و جهل ان الاجتهاد فی کل عصر فرض**" لکھی اور اس میں "**باب فساد التقلید**" باندھا اور حافظ ابن حزم سے بطورِ تائید نقل کیا: "**التقلید حرام**" تقلید حرام ہے۔ (ص: ۱۳۱)

علامہ سیوطی نے دوسری جگہ کہا: یہ کہنا واجب ہے کہ ہر وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے امام سے منسوب ہو جائے، اس انتساب پر وہ دوستی رکھے اور دشمنی رکھے تو یہ شخص بدعتی ہے، اہل سنت والجماعۃ سے خارج ہے، چاہے (انتساب) اصول میں ہو یا فروع میں۔ [2]

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنے مشہور قصیدہ نونیہ میں فرمایا:

"اے اہل حدیث سے بغض رکھنے اور گالیاں دینے والے، تجھے شیطان سے دوستی قائم کرنے کی بشارت ہو۔" [3]

حافظ ابن حبان نے اہل حدیث کی درج ذیل صفت بیان کی:

"وہ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، ان کا دفاع کرتے ہیں اور ان کے مخالفین کا قلع قمع

---

[1] تدریب الراوی: ۲/ ۱۲۶، نوع: ۲۷۔

❶ الكنز المدفون والفلك المشحون، ص: ۱۴۹۔ دین میں تقلید کا مسئلہ، ص: ۴۰۔۴۱۔

❸ الکافیہ الشافیہ، ص: ۱۹۹۔

کرتے ہیں۔"❶

❶ صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۱۲۹۔

امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: "صَاحِبُ الْحَدِيْثِ عِنْدَنَا مَنْ يَسْتَعْمِلُ الْحَدِيْثَ" "ہمارے نزدیک اہل حدیث وہ ہے جو حدیث پر عمل کرتا ہے۔"❷

❷ مناقب الامام احمد لابن الجوزی، ص: ۲۰۸۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہم اہل حدیث کا یہ مطلب نہیں لیتے کہ اس سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جنھوں نے حدیث سنی، لکھی یا روایت کی ہے بلکہ اس سے ہم یہ مراد لیتے ہیں کہ ہر آدمی جو اس کے حفظ، معرفت اور فہم کا ظاہری و باطنی لحاظ سے مستحق ہے اور ظاہری و باطنی لحاظ سے اس کی اتباع کرتا ہے اور یہی معاملہ اہل قرآن کا ہے۔"

برصغیر کے مغل بادشاہ احمد شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ کے دور کے شیخ محمد فاخر الہ آبادی (متوفی ۱۷۵۱ء) فرماتے ہیں:

"جمہور کے نزدیک کسی خاص مذہب کی تقلید جائز نہیں، بلکہ اجتہاد واجب ہے۔ تقلید کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئی۔"❸

❸ رسالہ نجاتیہ، ص: ۴۱، ۴۲۔

مزید فرماتے ہیں:

"مگر اہل حدیث کا مذہب دیگر مذاہب سے زیادہ حق پر ثابت ہے۔"❹

❹ رسالہ نجاتیہ، ص: ۴۱۔

امام قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر تو کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ اہل حدیث سے محبت کرتا ہے تو وہ شخص سنت پر چل رہا ہے۔"❺

5 شرف اصحاب الحدیث، ص: ۱۳۴۔

امام ابونعیم الاصبہانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اور امام شافعی اہل حدیث کے مذہب پر گامزن تھے۔'' 6

6 حلیۃ الاولیاء: ۹/ ۱۱۲۔

امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ فرشتے آسمان کے اور اہل حدیث زمین کے چوکیدار ہیں۔ 1

1 شرف اصحاب الحدیث، ص: ۶۵۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایوب سختیانی، ابن عون، مالک بن انس، شعبہ، یحییٰ بن سعید قطان، عبدالرحمن بن مھدی اور ان کے بعد آنے والے ائمہ اہل حدیث تھے۔ 2

2 مقدمہ صحیح مسلم، ص: ۲۳۔

شیخ سعود الشریم (امام وخطیب مسجد حرام) فرماتے ہیں:

((وَأَھْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ وَالطَّائِفَةُ الْمَنْصُوْرَةُ، اِسْتَقَرَّ كِتَابَ اللّٰهِ، وَسُنَّةَ رَسُوْلِهِ ﷺ فِيْ سُوَيْدَاءَ قُلُوْبِهِمْ فَمُرَادُ اللّٰهِ وَمُرَادُ رَسُوْلِهِ ﷺ عِنْدَهُمْ قَدْ خَلدا بِهٰذَيْنِ الْوَحْيَيْنِ، فَلَا تَعْقِيْبَ لِأَحَدٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ.)) 1

''اور اہل السنۃ والجماعت، جو فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ ہیں کے دلوں کی گہرائیوں میں قرآن وسنت قرار پا چکے ہیں، اس لیے وہ ہمیشہ فرمان الٰہی اور فرمان رسول ﷺ کو انھیں دونوں وحیوں (قرآن وسنت) سے ہی حاصل کرتے ہیں، لہٰذا اللہ کے فرمان اور حدیث نبوی ﷺ کے بعد رائے زنی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔''

منہج اہل سنت والجماعت

اہل سنت کا مفہوم:

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سنت اس راہ کو کہتے ہیں جس پر چلا گیا ہو، چنانچہ اس میں اس منہج کی اتباع اور تمسک شامل ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین گامزن تھے، خواہ عقائد ہوں یا اعمال واقوال ہوں اور یہی درحقیقت سنت کامل ہے۔'' [3]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[3] جامع العلوم والحکم، از ابن رجب: ۱/ ۱۲۰۔

''سنت وہ امر ہے جس کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہونے پر شرعی دلیل موجود ہو، خواہ رسول اللہ ﷺ نے اسے خود انجام دیا ہو یا آپ کے زمانہ میں انجام دیا گیا ہو، کیونکہ اس وقت اس عمل کی ضرورت نہ تھی یا کوئی مانع درپیش تھا۔'' [1]

اور اس معنی کے اعتبار سے سنت ظاہری و باطنی طور پر نبی کریم ﷺ کے آثار کی اتباع اور سابقین اولین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے طریقہ کی پیروی کا نام ہے۔ [2]

شاعر کہتا ہے:

اَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمُوْ أَهْلُ النَّبِيِّ وَاِنْ
لَمْ يَصْحَبُوْا نَفْسَهُ، أَنْفَاسَهُ صَحِبُوْا

''اہل حدیث ہی اہل نبی ہیں، اگرچہ وہ نبی ﷺ کی ذات کے ساتھی نہ سہی ان کی بات کے ساتھی تو ضرور ہیں۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''اَهْلُ الْحَدِيْثِ فِي الْفِرَقِ كَالْاِسْلَامِ فِي الْمِلَلِ'' ''فرقوں میں اہل حدیث اسی طرح ہیں جیسے تمام ادیان سے اسلام کا امتیاز ہے۔'' (ردالمنطق)

جماعت کا مفہوم:

جماعت کا لغوی مفہوم: ''جماعت'' عربی زبان میں مادۂ ''جمع'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی جمع کرنے، اتفاق کرنے اور اکٹھا ہونے کے ہیں۔ جو تفرقہ واختلاف کی ضد ہے۔

علامہ ابن فارس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جیم، میم اور عین کا مادہ کسی شے کے ملنے اور اکٹھے

ہونے پر دلالت کرتا ہے، کہا جاتا ہے: ’’جمعت الشيء جمعًا‘‘ یعنی ’’میں نے فلاں شے کو اکٹھا کر دیا۔‘‘ [3]

---

[1] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیة: ۲۱/ ۳۱۷.

[2] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیة: ۳/ ۱۵۷ .

[3] معجم المقائیس فی اللغة، از ابن فارس، کتاب جیم، باب ما جاء من کلام العرب فی المضاعف والمطانة، أوله جیم، ص: ۲۲۴ .

اور علماءِ عقیدہ اسلامیہ کی اصطلاح میں ’’جماعت‘‘ سے مراد امت کے سلف صالحین، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور قیامت تک ان کی صحیح اتباع اور پیروی کرنے والے وہ جملہ افراد ہیں جنھوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی حق اور صحیح شاہراہ پر اتفاق کیا ہے۔ [1]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

’’جماعت وہ ہے جو حق کی موافقت کرے، خواہ تنہا آپ ہی کیوں نہ ہوں۔‘‘

جناب نعیم بن حماد رحمہ اللہ (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) فرماتے ہیں:

’’جب جماعت میں فساد و بگاڑ پیدا ہو جائے، تو آپ پر ضروری ہے کہ فساد و بگاڑ سے پہلے جماعت جس منہج اور عقیدہ پر گامزن تھی اسی پر قائم رہیں، اس صورت میں اگر آپ تنہا ہیں تو تنہا آپ ہی جماعت شمار ہوں گے۔‘‘ [2]

علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ نے اسے اپنی عظیم کتاب ’’الباعث علی انکار البدع والحوادث‘‘ کے صفحہ نمبر ۲۲ پر اپنی اس بات پر بطور دلیل نقل کیا ہے۔

’’جہاں بھی جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم آیا ہے تو اس سے مراد حق کو لازم پکڑنا اور اس کی پیروی کرنا ہے۔ اگرچہ اس کو اختیار کرنے والے تھوڑے اور مخالف زیادہ ہوں۔ کیونکہ حق تو وہ ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی پہلی جماعت تھی اور ان کے بعد آنے والے اہل باطل کی کثرت کو نہیں دیکھا جائے گا۔‘‘

سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي بِأَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ عَلَى النَّاسِ.)) [1]

''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم (اسلام) پر قائم رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے یا ان کی مخالفت کرنے والے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (فیصلہ) آ جائے گا اور وہ بدستور تمام لوگوں پر غالب رہیں گے۔''

سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ.)) [2]

''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے انھیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے اور وہ ایسے ہی غالب رہیں گے۔''

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اپنے آپ کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک محدود رکھ۔ جہاں صحابہ ٹھہرے وہاں تو بھی ٹھہر جا۔ جو انھوں نے فرمایا، وہ تو بھی کہہ۔ جس کام سے وہ رکے رہے۔ تو بھی رک جا اور سلف صالحین کے راستے پر چل تیرے لیے وہی کافی ہے جو ان کے لیے کافی

---

[1] دیکھیے: شرح العقیدۃ الطحاویۃ، از ابن ابی العز، ص: ۶۸۔ العقیدہ الواسطیۃ، بشرح محمد خلیل ہراس، ص: ۶۱۔

[2] اس بات کو امام ابن قیم رحمہ اللہ نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے، اپنی کتاب ''اغاثۃ اللھفان'' (۱/ ۷۰) میں ذکر کیا ہے۔

تھا۔“ [3]

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب حدثنا محمد بن المثنی، حدیث رقم: ۳۶۴۱۔ صحیح مسلم، کتاب الارمارۃ، باب قولہ ﷺ: ”لا تزال طائفة من أمتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خالفهم“، حدیث رقم: ۱۰۳۷.

[2] صحیح مسلم، کتاب الارمارۃ، باب قولہ ﷺ: ”لا تزال طائفة من أمتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خالفهم“، حدیث رقم: ۱۹۲۰.

[3] الشریعة للآجری، ص: ۵۸۔

”لزوم جماعت کے حکم کے الفاظ عام ہیں لیکن مراد خاص ہے کیوں کہ ”جماعت“ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے اجماع کا نام ہے۔ چنانچہ جو شخص اس چیز کو لازم پکڑتا ہے جس پر وہ تھے اور ان کے بعد والے لوگوں سے علیحدہ مؤقف اختیار کرتا ہے تو وہ جماعت کو توڑنے والا نہیں اور نہ ہی وہ جماعت سے الگ ہونے والا ہے۔ لیکن جو شخص ان (صحابہ) سے علیحدہ مؤقف اختیار کرتا ہے تو وہ جماعت کو توڑنے والا ہے۔ صحابہ کے بعد ”الجماعة“ سے مراد ایسے لوگ ہیں جن میں دینداری، عقل اور علم جمع ہوں اور وہ ترک خواہشات کو لازم پکڑیں، خواہ ان کی تعداد کم ہی ہو، نہ کہ اوباش اور گھٹیا لوگ خواہ ان کی تعداد زیادہ ہی ہو۔“ [1]

اہل سنت والجماعت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر مضبوطی سے قائم اور سابقین اولین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے عقیدہ ومنہج پر گامزن ہیں، اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی بابت فرمایا: ((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي.)) ”یعنی اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کے منہج پر قائم ہیں۔“

اہل السنة والجماعت ہی وہ بہترین نمونہ ہیں جو راہ حق کی راہنمائی کرتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہیں۔ حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((اِنَّ مِنْ سَعَادَةِ الْحَدِيْثِ وَالْاَعْجَمِيِّ أَنْ يُّوَفِّقَهُمَا اللّٰهُ لِعَالِمٍ مِّنْ أَهْلِ

السُّنَّۃِ.)) [2]

''کسی نوجوان اور عجمی کے لیے باعث سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اہل سنت کے کسی عالم (سے ملاقات اور استفادہ) کی توفیق عطا فرما دے۔''

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ شہروں اور ملکوں کو زندگی عطا

---

[1] صحیح ابن حبان: ۸/۴۴.

[2] شرح أصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، از لالکائی: ۱/ ۶۶ ۱، حدیث نمبر: ۳۰.

کرتا ہے اور وہ اہل سنت ہیں۔ اور جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ اس کے پیٹ میں حلال لقمہ ہی جاتا ہے تو وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہے۔'' [1]

ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) نے ملک شام وغیرہ کی سرحدوں پر رہنے والے مسلمانوں کے بارے میں کہا: ''وہ سب اہل سنت میں سے اہل حدیث کے مذہب پر ہیں۔'' (اصول الدین، ص: ۳۱۷)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''شرف أصحاب الحدیث'' میں فرماتے ہیں:

''اگر کسی صاحب رائے کو نفع بخش علوم میں مصروف کر دیا جائے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کی طلب رکھے تو اس کو انھیں میں کفایت مل جائے گی۔ کیونکہ حدیث میں اصول توحید کی معرفت بھی ہے اور وعد و وعید بھی۔ اس میں صفات ربّ العالمین، جنت و جہنم کی صفات اور جو کچھ اللہ نے ان میں متقی اور گناہ گاروں کے لیے پیدا کر رکھا ہے اور جو اللہ نے سات زمینیں اور آسمان بنائے ہیں وہ سب کچھ ہے اور اس میں نبیوں کے قصے، زاہدوں اور اولیاء کی باتیں، بلیغ لوگوں کے خطبے، فقہاء کا کلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور خطبے بھی موجود ہیں۔ اس میں قرآنِ عظیم کی تفسیر، اس کی خبریں، نصیحت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باتیں اور فتوے ہیں اور اللہ نے اہل حدیث کو ارکانِ شریعت بنایا ہے۔ ان کے ذریعے اللہ

تعالیٰ بدعات کو منہدم کر دیتا ہے۔ وہ اللہ کی خلق میں اس کے امین ہیں۔ وہ نبی معظم ﷺ اور آپ کی اُمت کے درمیان واسطہ کا کام کرتے ہیں۔ وہ سنت کو زبانی یاد کرنے کے لیے بہت محنت کرتے ہیں۔ ان کی روشنیاں ٹمٹماتی ہیں۔ ان کے مناقب بہت ہیں اور عام بھی۔ ہر فرقہ اپنی خواہشات کی طرف سمٹتا ہے اور اپنی رائے کو اچھا سمجھ کر اس کا پہرہ دیتا ہے۔ ماسوائے اہل حدیث کے۔ قرآن ان کی تیاری ہے، سنت ان کی دلیل ہے، نبی کریم ﷺ اُن کے امیر ہیں، رسولِ

❶ حوالہ سابق: ۱/ ۲۷، نمبر: ۵۱.

معظم ﷺ کی طرف ان کی نسبت ہے۔ وہ لوگوں کی رائے کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔ جو ان کے خلاف مکر کرتا ہے اللہ اس کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ جو ان سے دشمنی کرتا ہے اللہ اس کو ذلیل کرتا ہے۔ اے اللہ! ہمیں اہل حدیث میں سے کر دے۔ سنت پر عمل کی توفیق دے اور اہل حدیث کی محبت عطا فرما۔ (قرآن اور) حدیث پر عمل کرنے والوں کرنے کی توفیق دے۔''

جناب ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ سے پوچھا گیا، سنی کون ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

''سنی وہ ہے جس کے سامنے من مانی بے دلیل باتیں بیان کی جائیں تو ان کی طرف بالکل ہی نظر التفات نہ کرے۔'' ❶

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اہل سنت امت کے سب سے بہتر اور افضل ترین لوگ ہیں جو کہ صراط مستقیم، یعنی حق و اعتدال کی راہ پر گامزن ہیں۔'' ❷

اہل سنت لوگوں میں بگاڑ پیدا ہو جانے پر اجنبی کہلائیں گے۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ.)) ❸

''اسلام اجنبیت کے عالم میں آیا تھا اور عنقریب پھر اجنبیت سے دوچار ہو گا جس

طرح شروع میں تھا تو خوشخبری (یا جنت) ہے اجنبیوں کے لیے۔"

مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ "غرباء" اجنبی کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ((اَلنَّزَّاعُ [4] مِنَ الْقَبَائِلِ.)) [5]

[1] شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة: ۱/ ۷۲، نمبر: ۵۳.

[2] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۳/ ۳۶۸، ۳۶۹.

[3] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الاسلام، بدأ غریبا وسیعود غریبا، حدیث رقم: ۱۴۵.

[4] یعنی وہ اجنبی جو اپنے گھر بار اور کنبہ قبیلہ سے الگ ہو کر دور چلا گیا ہو، مفہوم یہ ہے کہ مہاجرین کے لیے خوشخبری ہو جنھوں نے اللہ کے واسطے اپنے وطنوں سے ہجرت کی ہے، دیکھئے: النهاية في غريب الحديث والاثر، از ابن الاثیر: ۵/ ۴۱.

[5] مسند احمد بن حنبل: ۱/ ۳۹۸.

اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر جانے والے۔"

مسند احمد بن حنبل ہی کی ایک دوسری روایت میں سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ "غرباء" (اجنبی) کون لوگ ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بہت سارے صالح اور نیک لوگ، جن کی نافرمانی کرنے والے فرمانبرداروں کی نسبت زیادہ ہوں گے۔" [1]

دوسری سند سے مروی ایک روایت میں ہے:

"لوگوں میں بگاڑ پیدا ہونے پر ان کی اصلاح کرنے والے۔" [2]

چنانچہ اہل سنت، اہل بدعت، ہوا پرستوں اور گمراہ فرقوں کے درمیان اجنبی ہیں۔

سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((اَهْلُ السُّنَّةِ الْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سَنَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَاِنْ قَلُّوْا وَاَمَّا اَهْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالِفُوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَكِتَابِهِ وَرَسُوْلِهِ الْعَامِلُوْنَ بِرَاْيِهِمْ وَاَهْوَائِهِمْ وَاِنْ كَثُرُوْا.)) [3]

"یعنی اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ طریقہ

کو اختیار کرنے والے ہیں خواہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اہل بدعت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف اپنی رائے اور خواہش نفسی پر عمل کرنے والے ہیں۔ خواہ وہ تعداد میں زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔"

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((وَمِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مَذْهَبٌ قَدِيْمٌ مَعْرُوْفٌ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ اللّٰهُ اَبَا حَنِيْفَةِ وَمَالِكًا وَالشَّافِعِيَّ وَاَحْمَدَ فَاِنَّهُ مَذْهَبُ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ تَلَقُّوْهُ عَنْ نَبِيِّهِمْ وَمَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ كَانَ مُبْتَدِعًا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ.)) [1]

"یعنی اہل سنت والجماعت قدیم و معروف مذہب ہے جو امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرہ کی پیدائش سے بھی پہلے صحابہ کرام کا مذہب تھا۔ انھوں نے وہ مذہب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا اور جو شخص اس کے خلاف کرتا ہے وہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک بدعتی ہے۔"

اہل سنت ہی حاملین علم ہیں: اہل سنت ہی دراصل حاملین علم ہیں، جو اس علم سے غلو پسندوں کی تحریف، باطل پرستوں کی تراش خراش (کاٹ چھانٹ) اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا:

"لوگ (اہل علم) اسناد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، لیکن جب فتنہ رونما ہوا، تو کہنے لگے: ((سَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ.)) "بیان کرنے والوں کے نام بتاؤ" چنانچہ دیکھا جاتا اگر اہل سنت کی احادیث ہوتیں تو مان لی جاتیں اور اگر اہل بدعت کی ہوتیں تو ناقابل تسلیم قرار دی جاتیں۔" [2]

---

[1] مسند احمد بن حنبل: ۲/۷۷، ۲۲۔ احمد شاکر نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے۔

[2] مسند احمد بن حنبل: ۴/۱۷۳۔

[3] کنز الاعمال، ص: ۷۷، ج: ۱۴، رقم الحدیث: ۴۴۲۰۹، طبع نشر السنة ملتان.

اہل سنت وہ لوگ ہیں جن کی جدائی سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے: جناب ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مجھے اہل سنت میں سے کسی کی وفات کی خبر ملتی ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میرے جسم کا کوئی حصہ کھو گیا ہو۔'' ❸

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل بدعت کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کی مخالفت کرتے ہیں اور زنادقہ کی

---

❶ منهاج السنة: ۱/ ۲۵۶، طبع مكتبه سلفيه لاهور ۱۹۷۶ء.

❷ صحيح مسلم، المقدمة، باب الاسناد من الدين: ۱/ ۱۵.

❸ شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، از لالكائى: ۱/ ۶۶، نمبر: ۲۹.

علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو خس و خاشاک کہتے ہیں۔ وہ ان باتوں کے ذریعے حدیث کو باطل کرنا چاہتے ہیں اور قدریہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو مشبہہ کہتے ہیں۔ جب کہ رافضیوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو نوخیز اور کمزور کہتے ہیں۔'' ❶

صابونی رحمہ اللہ ''عقیدۃ السلف'' صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۷ میں فرماتے ہیں:

''اور یہ ساری باتیں عصبیت ہیں اور اہل سنت کا صرف ایک نام ہے اور وہ ہے اہل حدیث۔''

پھر فرماتے ہیں:

''میں نے اہل بدعت کو دیکھا ہے کہ وہ ان ناموں کے ساتھ اہل سنت کو موسوم کرتے ہیں جو ان کی توہین پر مبنی ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے ان میں سے کسی کے نام کے ساتھ میل نہیں کھاتے۔ اس طرح اہل بدعت اہل سنت کے ساتھ وہی رویہ اختیار کرتے ہیں جو مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مختلف قسم

کی باتیں کرتے تھے۔ بعض آپ کو جادوگر کہتے تھے، بعض کاہن، بعض شاعر اور بعض آپ کو جھوٹا، بداخلاق اور کذاب کہتے تھے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ ان تمام عیوب سے پاک اور مبرا تھے۔ آپ تو سراسر ایک چنیدہ نبی اور رسول تھے صلی اللہ علیہ وبارك وسلم تسلیما کثیرا۔"

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

سیّدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِفْتَرَقَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی اِحْدٰی وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً فَوَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰی عَلَی اثْنَتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً فَاِحْدٰی وَسَبْعُوْنَ فِرْقَةً فِی النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ، وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ لَتَفْتَرِقَنَّ أُمَّتِیْ ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً، وَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَاثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ: اَلْجَمَاعَةُ.)) [1]

"یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے ایک جنتی ہے اور ستر جہنمی اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے صرف ایک جنتی ہے اور اکہتر جہنمی اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! یقینا میری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا اور بہتر فرقے جہنمی ہوں گے، دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول! وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جماعت"۔

سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ:

"صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

((مَا أَنَا عَلَیْهِ وَأَصْحَابِیْ.)) [2]

---

[1] اصل السنة واعتقاد الدین مطبوعه مجلة الجماعه السلفیه ۱۴۰۳ھ۔ عقیدہ السلف صفحہ: ۱۰۵۔ شرح اصول الاعتقاد اهل السنة والجماعة: ۲/ ۱۷۹.

"جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔"

یہ جماعت فرقہ ناجیہ ہے یعنی جہنم سے نجات پانے والی جماعت، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کا استثناء کیا اور ارشاد فرمایا:

((کُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةٌ.)) [3]

---

[1] سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب افتراق الامم، حدیث رقم: ۳۹۹۲۔ سنن ابو داؤد، کتاب السنة، باب شرح السنة، حدیث رقم: ۴۵۹۶، کتاب السنة، لابن ابی عاصم: ۱/۲۳، حدیث: ۶۳۔ محدث البانی نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے۔

[2] سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی افتراق هذه الامة، حدیث: رقم ۲۶۴۱۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۱۳۴۸.

[3] من أصول أهل السنة والجماعة، از شیخ صالح بن فوزان الفوزان، ص: ۱۱.

"سارے فرقے جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے" یعنی صرف ایک جماعت جہنم سے نجات پائے گی۔

اور طائفہ منصورہ ہے یعنی نصرت الٰہی سے سرفراز جماعت، چنانچہ اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر آپ جاہل لوگوں سے سواد اعظم کے بارے میں پوچھیں تو وہ کہیں گے: اس سے مراد لوگوں کی جماعت ہے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ جماعت سے مراد وہ عالم ہے جو نبی کریم ﷺ کے نقش قدم اور آپ ﷺ کے طریقے کو لازم پکڑنے والا ہو۔ جو اس کے ساتھ ہوں اور اس کی پیروی کریں وہی جماعت ہے۔" [1]

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((عَلَيْكَ بِآثَارِ مَنْ سَلَفَ وَإِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ، وَإِيَّاكَ وَآرَاءَ الرِّجَالِ وَإِنْ زَخْرَفُوهَا لَكَ بِالْقَوْلِ فَإِنَّ الْأَمْرَ يَنْجَلِي وَأَنْتَ عَلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ.)) [2]

"سلف کے آثار و روایات کو لازم پکڑ لو اگرچہ لوگ تمھیں ٹھکرا ہی کیوں نہ دیں۔ لوگوں کی آراء سے بچو، اگرچہ وہ تمھارے لیے بات کو نہایت ہی مزین کر کے

پیش کیوں نہ کریں۔ اس لیے کہ بلاشبہ اس وقت پھر دین حنیف تمھارے لیے نہایت واضح، روشن ہوگا اور تم صراطِ مستقیم پر رہو گے۔"

جناب نوح الجامع بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ سے پوچھا: اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو لوگوں سے اعراض و اجسام (عرض و جوہر) کے بارے گفتگو کرے؟ تو انھوں نے فرمایا:

((مَقَالَاتُ الْفَلَاسِفَةِ، عَلَيْكَ بِالْأَثَرِ وَطَرِيْقَةِ السَّلَفِ، وَإِيَّاكَ وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ: فَإِنَّهَا بِدْعَةٌ.)) [3]

---

[1] حلیۃ الاولیاء: ۹/ ۲۳۹.

[2] شرف أصحاب الحدیث، للخطیب.

[3] الفقیہ والمتفقہ للخطیب.

"یہ فلاسفہ کی باتیں ہیں۔ تم حدیث واثر اور سلف کے طریقے کو لازم پکڑو۔ دین میں ایجاد کی جانے والی بدعات سے بچو، کیونکہ یہ بدعت ہے۔"

اصحاب الحدیث اور اصحاب الرائے کا منہجی فرق:

علامہ شہرستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((ثُمَّ الْمُجْتَهِدُوْنَ مِنَ اَئِمَّةِ الْاُمَّةِ مَحْصُوْرُوْنَ فِي صِنْفَيْنِ لَا يعدوان اِلَى ثَالِثٍ، أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَأَصْحَابِ الرَّأْيِ، أَصْحَابُ الْحَدِيْثِ وَهُمْ أَهْلُ الْحِجَازِ وَأَصْحَابُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَأَصْحَابُ مُحَمَّدِ بْنِ اِدْرِيْسَ الشَّافِعِيِّ وَأَصْحَابُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَصْحَابُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَأَصْحَابُ دَاوُدَ بْنِ عَلِيِّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْاَصْفَهَانِيِّ وَاِنَّمَا سُمُّوْا أَصْحَابَ الْحَدِيْثِ لِأَنَّ عِنَايَتَهُمْ بِتَحْصِيْلِ الْحَدِيْثِ وَنَقْلِ الْأَخْبَارِ وَبِنَاءِ الْأَحْكَامِ عَلَى النُّصُوْصِ وَلَا يَرْجِعُوْنَ اِلَى الْقِيَاسِ الْجَلِيِّ وَالْخَفِيِّ مَا وَجَدُوْا خَبَرًا اَوْ اَثَرًا.. أَصْحَابُ الرَّأْيِ وَهُمْ أَهْلُ الْعِرَاقِ هُمْ أَصْحَابُ أَبِي حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ وَمِنْ أَصْحَابِهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ وَأَبُوْ يُوْسُفَ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدٍ

الْقَاضِيْ وَزُفَرُ بْنُ هُذَيْلٍ وَالْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ اللُّؤْلُوِي وَابْنُ سَمَاعَةَ وَعَافِيَةُ الْقَاضِيْ وَاَبُوْ مُطِيْعِ الْبَلَخِيُّ وَالْبِشْرُ الْمَرِيْسِي وَإِنَّمَا سُمُّوْا أَصْحَابَ الرَّأَيِ لِأَنَّ عَنَايَتَهُمْ بِتَحْصِيْلِ وَجْهِ الْقِيَاسِ وَالْمَعْنَى الْمُسْتَنْبَطِ مِنَ الْأَحْكَامِ وَبِنَاءَ الْحَوَادِثِ عَلَيْهَا، وَرُبَّمَا يُقَدِّمُوْنَ الْقِيَاسَ الْجَلِيَّ عَلَى الْأَخْبَارِ الْآحَادِ.)) ❶

''ائمہ مجتہدین کی صرف دو ہی قسمیں ہیں، اصحاب الحدیث اور اصحاب الرائے، اصحاب الحدیث کا مسکن اور جائے قرار سرزمین حجاز ہے، امام مالک اور ان کے شاگرد، امام شافعی اور ان کے شاگرد، سفیان ثوری اور ان کے رفقاء امام احمد اور ان کے تلامذہ اور امام داؤد بن علی ظاہری کے رفقاء اور ساتھی، انھیں اصحاب الحدیث اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی توجہ اور عنایت علم حدیث اور اخبار کی طرف ہے اور وہ اپنے احکام کی بنیاد نصوص پر رکھتے ہیں، جب تک کہ حدیث موجود ہو وہ قیاس جلی اور خفی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

اصحاب الرائے کا مسکن اور جائے قرار عراق ہے اور انھیں اہل الرائے کہا جاتا ہے اور وہ امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ ہیں، انھی میں امام محمد بن حسن، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن محمد، امام زفر بن ہذیل، حسن بن زیاد لؤلؤی، ابن سماعہ، قاضی عافیہ، ابو مطیع بلخی اور بشر مریسی وغیرہ ہیں، انھیں اصحاب الرائے کے نام سے اس لیے یاد کیا جاتا ہے کہ ان کی توجہ اور عنایت قیاس پر مرکوز رہی اور انھوں نے اسی پر اپنے مسائل کے استنباط واستخراج کی بنا رکھی اور رکھتے ہیں اور بسا اوقات اس راہ میں خبر آحاد یعنی غیر متواتر احادیث نبویہ پر قیاس جلی کو مقدم کرتے ہیں۔''

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:

((وَانْقَسَمَ الْفِقْهُ فِيْهِمْ إِلٰى طَرِيْقَيْنِ طَرِيْقِ أَهْلِ الرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ وَهُمْ أَهْلُ

---

❶ الملل النحل: ۱/ ۲۰۶، ۲۰۷.

الْعِرَاقِ، وَطَرِيْقَةِ أَهْلِ الْحَدِيْثِ وَهُمْ أَهْلُ الْحِجَازِ وَكَانَ الْحَدِيْثُ قَلِيْلًا فِيْ أَهْلِ الْعِرَاقِ لِمَا قَدَّمْنَاهُ فَاسْتَكْثَرُوْا مِنَ الْقِيَاسِ وَمَهَرُوْا فِيْهِ فَلِذَلِكَ قِيْلَ أَهْلُ الرَّأْيِ وَمُقَدَّمُ جَمَاعَتِهِمُ الَّذِيْ اِسْتَقَرَّ الْمَذْهَبُ فِيْهِ وَفِيْ أَصْحَابِهِ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.)) [1]

''اور فقہ دو حصوں میں تقسیم ہوگی، پہلی قسم اہل الرائے اور قیاس کی جس کا مرکز عراق ہے، اور دوسری قسم فقہ اہل حدیث کی جس کا مرکز حجاز ہے، اہل عراق میں حدیث کا رواج کم تھا، انھوں نے کثرت سے قیاس ورائے پر اپنا زور صرف کیا اور فن میں وہ ماہر ہو گئے، اس لیے انھیں اہل الرائے کہا گیا اور جس جماعت میں اس مذہب نے

[1] مقدمة ابن خلدون، ص: ۳۸۹.

جڑ پکڑی، ان میں سرفہرست امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ ہیں۔''

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''باید دانست کہ سلف در استنباط مسائل وفتویٰ بر دو وجہ بودند یکے آنکہ قرآن وحدیث و آثار صحابہ جمع می کردند و از انجا استنباط نمودند، دریں طریقہ اصل راہِ محدثین است، و دیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمع از ائمہ تنقیح و تہذیب آں گروہ اندیاد گیرند بملاحظہ ماخذ آنہا پس مسئلہ کہ وارد می شد جواب آں از ھما قواعد طلب می کردند، وایں طریقہ اصل راہِ فقہاء است، وغالب بر بعض سلف طریقہ اولیٰ بود وبر بعض آخر طریقہ ثانیہ۔'' [1]

''سلف میں مسائل کے استنباط کے متعلق دو طریقے رائج تھے، پہلا طریقہ یہ تھا کہ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ جمع کیے جائیں اور انھیں اصل مان کر ان کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل پر غور کیا جائے، یہ محدثین کا طریقہ ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ائمہ کے تنقیح وتہذیب کیے ہوئے قواعد کلیہ کو اصل قرار دے کر ان ہی کے ذریعے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جائے اور اصل ماخذ کی طرف توجہ کی ضرورت نہ سمجھی

جائے یہ فقہاء کا طریقہ ہے، سلف کا ایک بڑا گروہ پہلے طریقے کا پابند ہے اور ایک گروہ دوسرے طریقے کا۔"

ملک شام کی ممتاز ترین شخصیت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ "مجموع الفتاویٰ" (۴/ ۹۶) میں فرماتے ہیں:

"آپ کو علم ہونا چاہیے کہ جو لوگ اہل حدیث پر عیب لگاتے اور ان کے مذہب سے ہٹتے ہیں وہ جاہل، زندیق اور پکے منافق ہیں۔ اسی لیے جب امام احمد رحمہ اللہ کو پتہ چلا کہ ابن قتیلہ کے سامنے مکہ میں محدثین کا تذکرہ ہوا تو اس نے ان کو برا بھلا کہا ہے تو آپ کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: وہ زندیق ہے، وہ زندیق ہے، وہ زندیق ہے اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ کیونکہ آپ رحمہ اللہ اس کا مقصد سمجھ گئے تھے۔"

امت کے متقی علماء راسخین فی العلم اسی طرح گمراہ فرقوں، ان کے ٹھکانوں اور گمراہ کرنے والوں کے متعلق لوگوں کو آگاہ کرنے کے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ تاکہ کہیں اچھے لوگ ان کی چالوں اور فریب کاریوں کا شکار نہ ہو جائیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ مزید رقم طراز ہیں:

((وَهٰذِهِ الطَّبَقَةُ هِيَ الطِّرَازُ الْأَوَّلُ مِنْ طَبَقَاتِ الْمُحَدِّثِيْنَ فَرَجَعَ الْمُحَقِّقُوْنَ مِنْهُمْ بَعْدَ اَحْكَامِهِمْ فَنَّ الرِّوَايَةِ وَمَعْرِفَةِ مَرَاتِبِ الْأَحَادِيْثِ اِلَى الْفِقْهِ فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ مِنَ الرَّأْيِ أَنْ يُّجْمَعَ عَلَى تَقْلِيْدِ رَجُلٍ مِمَّنْ مَضٰى مَعَ مَا يَرَوْنَ مِنَ الْأَحَادِيْثِ وَالْآثَارِ الْمُنَاقِضَةِ فِيْ كُلِّ مَذْهَبٍ مِنْ تِلْكَ الْمَذَاهِبِ فَأَخَذُوْا يَتَتَبَّعُوْنَ أَحَادِيْثَ النَّبِيِّ ﷺ وَآثَارِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَالْمُجْتَهِدِيْنَ عَلَى قَوَاعِدَ أَحْكَمُوْهَا فِيْ نُفُوْسِهِمْ... كَانَ عِنْدَهُمْ أَنَّهُ إِذَا وَجَدَ فِي الْمَسْأَلَةِ قُرْآنٍ نَاطِقٍ فَلَا يَجُوْزُ التَّحَوُّلُ مِنْهُ اِلَى غَيْرِهِ، وَإِذَا كَانَ الْقُرْآنُ مُحْتَمِلًا

❶ مصفی: ۱/ ۴، بحوالہ تحریک آزادئ فکر، ص: ۱۰۷، ۱۰۸۔

لْوُجُوْهِ فَالسُّنَّةُ قَاضِيَةٌ عَلَيْهِ، فَإِذَا لَمْ يَجِدُوْا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ أَخَذُوْا سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَوَاءً كَانَ مُسْتَفِيْضًا دَائِرًا بَيْنَ الْفُقَهَاءِ أَوْ يَكُوْنُ مُخْتَصًّا بِأَهْلِ بَلَدٍ أَوْ أَهْلِ بَيْتٍ أَوْ بِطَرِيْقٍ خَاصَّةٍ، وَسَوَاءً عَمِلَ بِهِ الصَّحَابَةُ وَالْفُقَهَاءُ أَوْ لَمْ يَعْمَلُوْا بِهِ. وَمَتٰى كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ حَدِيْثٌ فَلَا يُتَّبَعُ فِيْهَا خِلَافُ أَثَرٍ مِنَ الْآثَارِ وَلَا اجْتِهَادِ أَحَدٍ مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ.)) [1]

''گروہِ محدثین کا سب سے اعلیٰ طبقہ محققین اہل حدیث کا ہے جنھوں نے فن روایت میں پختگی اور مراتب حدیث میں پوری معرفت حاصل کر کے فقہ کی طرف توجہ کی، لیکن انھوں نے ماضی کے بزرگوں میں سے کسی خاص شخص کی تقلید پر اتفاق نہیں کیا،

---

[1] حجۃ اللّٰہ البالغۃ: ۱/ ۱۴۹.

کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہر مروجہ مذہب میں متناقض احادیث اور آثار موجود ہیں، اس لیے انھوں نے احادیث رسول اور آثار صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے قواعد وضوابط کی روشنی میں غور وفکر کیا، اس سلسلے میں ان کا طریقہ یہ رہا کہ اگر زیر بحث مسئلے میں کوئی نص قرآنی مل جاتی تو پھر کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہ کرتے اور اگر نص قرآنی چند معانی کی محتمل ہوتی تو اس کا فیصلہ سنت رسول کے ذریعے فرماتے اور اگر نص قرآنی نہیں پاتے تو سنت رسول کو لیتے، سنت چاہے درجۂ مستفیض کی ہوتی، جس کا چلن فقہاء کے درمیان عام ہوتا یا کسی شہر یا کسی گھرانے یا کسی خاص طریقے سے معنون ہوتی، جس پر صحابہ اور فقہا نے عمل کیا ہو یا نہیں کیا ہو، انھیں ان امور سے کوئی بحث نہیں ہوتی۔

اور جب بھی پیش آمدہ مسئلے میں کوئی حدیث دستیاب ہو جاتی تو اس کے خلاف کسی اثر یا کسی مجتہد کے کسی اجتہاد کی اتباع نہیں کرتے۔''

مورخ اسلام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر صاحب الرائے نفع بخش علوم میں مشغول ہو جائے اور رب العالمین کے رسول

کی سنتوں کا طلب گار ہو جائے تو وہ دوسری چیزوں سے بے نیاز ہو جائے گا، اس لیے کہ علم حدیث اصول توحید کی معرفت، وعد و وعید کے تمام وجوہات اور رب العالمین کے جملہ صفات کو حاوی ہے، جس کے اندر جنت اور دوزخ کی صفتوں، متقیوں، فاسقوں اور فاجروں کے لیے جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے اس کا بیان ہے، اس میں زمین و آسمان کی تمام مخلوقات، نبیوں کے قصے، زاہدوں کے اخبار، اولیاء کے حالات، اہل فصاحت و بلاغت کے مواعظ، فقہاء کے کلام، رسول اللہ ﷺ کے خطبوں اور معجزات کا بیان ہے، جس میں قرآن مجید کی تفسیر، قیامت کے احوال، حکمت سے لبریز ذکر و اذکار اور صحابہ کے اقوال سے مستنبط احکام ومسائل محفوظ ومذکور ہیں۔

جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اہل حدیث کو شریعت کے ارکان و اساطین کے منصب سے سرفراز فرمایا ہے اور جن کے ہاتھوں ہر طرح کی بدعت وضلالت کی دیوار منہدم ہوئی ہے، وہ اللہ کی خلافت کے امین و پاسباں ہیں، نبی اور ان کی امتی کے درمیاں واسطہ ہیں، ان کے ارشادات کے حفظ واتقان کے مجاہد ہیں، ان کے انوار وازہار کھل رہے ہیں اور ان کے فضائل کا چشمہ جاری ہے، ہر جماعت کسی نہ کسی نفسانیت کی شکار اور کسی نہ کسی رائے کے دام میں گرفتار ہے، لیکن جماعت اہل حدیث وہ جماعت ہے جس کا زادراہ کتاب اللہ ہے، سنت ان کی دلیل، رسول اللہ ان کی جماعت اور انہی کی طرف ان کی نسبت ہے، وہ آراء اور ظن وتخمین کی طرف توجہ نہیں کرتے، جس نے انھیں تکلیف پہنچائی یا ان کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی کمر توڑ دی اور جس نے ان سے عداوت مول لی تو اللہ تعالیٰ نے اسے رسوا کر دیا۔''

حضرت امام عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ فرماتے ہیں کہ:

((اَلدِّیْنُ لِاَهْلِ الْحَدِیْثِ وَالْكَلَامُ وَالْحِیَلُ لِاَهْلِ الرَّأْيِ وَالْكِذْبُ

لِلرَّافِضَةِ.)) ❷

''یعنی دین (اسلام) اہل حدیث کے پاس ہے۔ باتیں بنانا اور حیلہ سازی کرنا اہل الرائے کی عادت ہے اور جھوٹ بولنا رافضیوں کا کام ہے۔''

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ ''امام الکلام'' میں فرماتے ہیں:

((مَنْ نَظَرَ بِنَظَرِ الْاِنْصَافِ وَغَاصَ فِي بِحَارِ الْفِقْهِ وَالْأُصُولِ مُتَجَنِّبًا عَنِ الْاِعْتِسَافِ، يَعْلَمُ عِلْمًا يَقِينِيًا أَنَّ أَكْثَرَ الْمَسَائِلِ الْفَرْعِيَّةِ وَالْأَصْلِيَّةِ الَّتِي اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيهَا. فَمَذْهَبُ الْمُحَدِّثِينَ فِيهَا أَقْوَى مِنْ مَذَاهِبِ غَيْرِهِمْ

❶ شرف أصحاب الحديث بحواله منهاج الفرقة الناجية، ص: ۱۴.

❷ المنتقى من منهاج الاعتدال، ص: ۴۸۰.

وَإِنِّي كُلَّمَا أَسِيرُ فِي شُعَبِ الْاِخْتِلَافِ أَجِدُ قَوْلَ الْمُحَدِّثِينَ فِيهِ قَرِيبًا مِنَ الْاِنْصَافِ، فَلِلّٰهِ دَرُّهُمْ عَلَيْهِ شُكْرُهُمْ. كَيْفَ لَا! وَهُمْ وَرَثَةُ النَّبِيِّ ﷺ وَنُوَّابُ شَرِيعَتِهِ صِدْقًا، حَشَرَنَا اللّٰهُ فِي زُمْرَتِهِمْ، وَأَمَاتَنَا عَلَى حُبِّهِمْ وَسِيرَتِهِمْ.))

''جو نظر انصاف رکھتا ہے اور کتب فقہ واصول کے سمندروں میں غوطہ زن ہوتا ہے وہ یقیناً جان لے گا کہ بیشتر فروعی واصولی مسائل میں علماء کا اختلاف ہے۔ لہٰذا محدثین کرام کا نکتہ نظر ہی اوروں کے نقطہ نظر سے قوی تر ہوتا ہے۔ میں جب بھی اختلافی مسائل سے گزرتا ہوں تو مجھے محدثین کا فیصلہ ہی انصاف کے قریب ترین نظر آتا ہے۔ بخدا ان کا کیا کہنا، اللہ ہی ان کو جزا دے گا۔ وہ کیوں نہ دے یہی تو سچے وارث نبی ہیں اور شریعت کے کھرے نمائندے۔ اللہ ہمارا حشر ان کے ساتھ کرے اور ان کی محبت وسیرت پر ہی ہمیں دنیا سے اٹھائے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اہل الرای اور اہل الحدیث کا فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

((لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ وَالْآثَارِ مَا يَقْدِرُونَ بِهِ عَلَى اِسْتِنَادِ الْفِقْهِ

عَلَى الْأُصُوْلِ الَّتِي اخْتَارَهَا أَهْلُ الْحَدِيْثِ...الخ.)) ❶

''یعنی اہل الرای کے پاس احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کا اتنا علم نہیں تھا جس سے یہ لوگ اہل حدیث کے اختیار کردہ اصول پر فقہی مسائل استنباط کر سکتے اور نہ ان لوگوں کے دلوں میں اتنی وسعت و ہمت ہی تھی کہ وہ تمام علماء کے اقوال پر نظر کر سکتے اور نہ ان کے سینوں میں اتنی فراخی تھی کہ وہ اقوال اہل علم کو جمع کر کے ان پر بحث ونظر کرتے۔''

شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے تہتر (۷۳) فرقوں میں سے ملت واحدہ ناجیہ کے بارہ میں یہی فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ پس یہی لوگ بامراد اور فائز المرام ہوں گے: ((وَلَا اِسْمَ لَهُمْ إِلَّا

❶ حجۃ اللہ البالغہ: ۱/ ۱۵۲.

اِسْمٌ وَاحِدٌ وَهُوَ أَصْحَابُ الْحَدِيْثِ.)) ❶

❶ غنیۃ الطالبین۔

اور ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں: ((وَهُمُ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَحَفِظَ اللّٰهُ الدِّيْنَ بِهِمْ.)) یعنی ''اہل حدیث ہی فرقہ ناجیہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے انھی لوگوں کو حفاظت دین کے لیے منتخب فرمایا ہے۔''

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد اسماعیل اسد فرقہ واریت اور تقلید ص ۲۴ میں رقمطراز ہیں کہ:

''قطان اور امام حاکم نے فرمایا کہ اگر محدثین کا کثیر طائفہ حفاظت اسناد پر کاربند نہ ہوتا تو اسلام کے راستے متروک ہو جاتے نیز بے دین اور بدعتی لوگ احادیث وضع کرنے اور اسانید بدل دینے پر قادر ہو جاتے۔'' ❶

❷ الظفر المبین، ص: ۳۸۔

باب نمبر ۸:

اسلام کی اخلاقی تعلیمات

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱: حقوق وفرائض:

ایک انسان پر اللہ ربّ العزت کے متعلق یا رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو فرائض عائد ہوتے ہیں، ایسے ہی ایک انسان پر دوسرے انسان کی نسبت جو فرائض عائد ہوتے ہیں، ادا کرنے والے کی نسبت سے انھیں فرائض اور جس کے متعلق وہ ادا کیے جائیں، اس کی نسبت انھیں حقوق کہا جاتا ہے۔

حقوق وفرائض ایک نظر میں

(۱) اللہ تعالیٰ کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کے ساتھ بات کرنا۔ (۲) صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا۔ (۳) صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ (۴) صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا۔ (۵) حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے دعا صرف اللہ تعالیٰ سے کرنا۔ (۶) نذر نیاز اور منت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ماننا۔ (۷) صرف اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنا۔ (۸) صرف ربِ کائنات کی رضا اور خوشنودی تلاش کرنا۔ (۹) اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا۔ (۱۱) اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا۔ (۱۲) اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا۔ (۱۳) اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کی اطاعت نہ کرنا۔ (۱۴) طاغوت کی اطاعت سے بچنا۔ (۱۵) شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ (۱۶) نماز کی پابندی کرنا۔ (۱۷) زکوٰۃ ادا کرنا۔ (۱۸) رمضان کے روزے رکھنا۔ (۱۹) بیت اللہ کا حج کرنا۔ (۲۰) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا۔ (۲۱) شرک سے بچنا۔ (۲۲) کفر اختیار کرنے سے بچنا۔ (۲۳) اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرنا۔

(۲) نبی کریم ﷺ کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) رسول اللہ ﷺ پر ایمان۔ (۲) نواقض ایمان بالرسول سے اجتناب۔ (۳) آپ ﷺ کی ذات اقدس پر طعن اور گستاخی سے بچنا۔ (۴) آپ ﷺ کی شریعت میں طعن سے بچنا۔ (۵) اطاعت رسول ﷺ۔ (۶) اتباع رسول ﷺ۔ (۷) اختلافی امور میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع۔ (۸) رسول کریم ﷺ کی کسی معاملہ میں مخالفت نہ کی جائے۔ (۹) ''ترک احداث'' بدعات کا چھوڑنا۔ (۱۰) رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی۔ (۱۱) رسول اللہ ﷺ سے محبت۔ (۱۲) رسول اللہ ﷺ کی عزت و تعظیم کرنا۔ (۱۳) رسول اللہ ﷺ پر بکثرت درود وسلام پڑھنا۔ (۱۴) بارگاہ رسالت میں قربت کی راہ اختیار کرنا۔

(۳) دین اسلام کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ (۲) دین اسلام پر حسبِ استطاعت عمل کرنا۔

(۴) قرآنِ حکیم کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) قرآنِ حکیم پر ایمان لانا۔ (۲) قرآنِ حکیم کو سمجھنا اور غور وفکر کرنا۔ (۳) قرآنِ حکیم کی تلاوت کرنا۔ (۴) آداب تلاوت کا ملحوظ رکھنا۔ (۵) قرآنِ حکیم کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانا۔ (۶) قرآنِ حکیم کی تعلیمات پر عمل کرنا۔ (۷) قرآنِ حکیم کے مطابق فیصلہ کرنا۔

(۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دل وجان سے محبت کرنا۔ (۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی طرح ایمان لانا۔ (۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء کرنا۔ (۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت واحترام کرنا۔ (۵) صحابہ کرام کے بارے میں سب وشتم سے گریز۔ (۶) اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے رحمت وبخشش کی دعا کرنا۔

(۶) اہل علم کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) اہل علم سے نرم لہجے میں بات کرنا۔ (۲) اہل علم کا احترام کرنا۔ (۳) اہل علم کی صحبت اختیار کرنا۔ (۴) اہل علم کی طرف، طلب علم کے لیے سفر کرنا۔ (۵) عدم علم ہر اہل علم سے مسئلہ دریافت کرنا۔

(۷) عام مسلمانوں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) السلام علیکم کہنا۔ (۲) دعوت قبول کرنا۔ (۳) مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا۔ (۴) مریض کی عیادت کرنا۔ (۵) مسلمان چھینکنے والا ''الحمد للہ'' کہے تو ''یرحمک اللہ'' کہنا۔ (۶) جنازہ پڑھنا۔ (۷) صلہ رحمی کرنا۔ (۸) دکھ تکلیف نہ پہنچانا۔ (۹) عزت و آبرو کی حفاظت کرنا۔ (۱۰) مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرنا۔ (۱۱) اللہ کے لیے محبت کرنا۔ (۱۲) مسلمان بھائی کو حقیر نہ سمجھنا۔

(۸) والدین کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) والدین کا ادب و احترام کرنا۔ (۲) والدین کا حکم ماننا۔ (۳) والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ (۴) والدین کی ضروریات زندگی کا خیال رکھنا۔ (۵) والدین کو گالی دینے سے پرہیز کرنا۔ (۶) والدین کے لیے مغفرت کی دعا کرنا۔

(۹) اولاد کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) نیک اولاد کی دعا کرنا۔ (۲) اولاد کو قتل نہ کرنا۔ (۳) اولاد کا اچھا نام رکھنا۔ (۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا۔ (۵) نماز کی تلقین کرنا۔ (۶) اولاد کے ساتھ شفقت سے پیش آنا۔ (۷) دین اسلام کا علم سکھلانا۔ (۸) عدل و مساوات قائم رکھنا۔ (۹) اولاد کے لیے حسب استطاعت مال و دولت چھوڑنا۔

(۱۰) حقوقِ زوجین:

اور وہ یہ ہیں: خاوند کے حقوق: (۱) خاوند کو خوش رکھنا۔ (۲) خاوند کا حکم ماننا۔ (۳) خاوند کے مال کی حفاظت کرنا۔ (۴) خاوند کی شکر گزاری۔

بیوی کے حقوق: (۱) بھلائی کرنا۔ (۲) گالی گلوچ سے اجتناب۔ (۳) اچھا سلوک کرنا۔

(۴) مار پیٹ نہ کرنا۔(۵) وقت دینا۔(۶) جہنم کی آگ سے بچانا۔(۷) بیوی پر خرچ کرنا۔ (۸) مہر ادا کرنا۔(۹) بیوی کو گھر کی زینت بنانا۔(۱۰) پیار و محبت کا اظہار۔(۱۱) صلاح و مشورہ کرنا۔(۱۲) عزت و احترام کرنا۔

(۱۱) مساجد کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) مساجد کی تعمیر۔(۲) مساجد میں نماز پڑھنا۔(۳) مساجد کو صاف رکھنا۔ (۴) مساجد میں آواز بلند نہ کرنا۔(۵) مساجد کی آباد کاری۔

(۱۲) بندے کے اللہ پر حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) مغفرت۔(۲) نصرت۔(۳) راضی ہو جانا۔(۴) محنت وعمل کی قدر دانی۔

(۱۳) ہمسایوں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) اچھا برتاؤ۔(۲) اسلامی تعلیمات کی تبلیغ۔(۳) خندہ پیشانی سے پیش آنا۔(۴) جو اپنے لیے پسند کرو وہی اُن کے لیے۔(۵) زیادتی پر صبر کرنا اور (۶) پڑوسی کے حقوق کا تحفظ۔

(۱۴) قریبی رشتہ داروں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) صلہ رحمی کرنا۔(۲) حسن سلوک سے پیش آنا۔(۳) عدل و انصاف کرنا۔(۴) رشتہ داروں سے تعاون کرنا۔(۵) ایک دوسرے کو تکلیف دہ باتیں نہ کہنا، اور احسان نہ جتلانا۔

(۱۵) بہن بھائیوں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) اللہ کے لیے محبت کرنا۔(۲) قطع تعلقی سے اجتناب۔(۳) خندہ پیشانی سے ملنا۔(۴) خیر خواہی کا جذبہ۔(۵) بے جا ٹھٹھا مذاق سے پرہیز۔(۶) وفاداری کرنا اور (۷) غائبانہ دعا کا اہتمام۔

(۱۶) یتیموں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) یتیموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ (۲) مال کی حفاظت کرنا۔ (۳) یتیموں کی کفالت کرنا۔

(۱۷) محتاجوں، غربا اور مساکین کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) کھانا کھلانا۔ (۲) اُن پر خرچ کرنا۔ (۳) اُن کے جمیع حقوق کا تحفظ اور (۴) اُنھیں ضروریاتِ زندگی مہیا کرنا۔

(۱۸) عمر رسیدہ لوگوں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) سماجی معاملات میں تکریم کا حق۔ (۲) معمر افراد کی تکریم اللہ کی تعظیم کا حصہ ہے۔ (۳) عمر رسیدہ افراد کی تکریم علامتِ ایمان ہے۔ (۴) معمر افراد کا وجود باعثِ برکت سمجھنا۔ (۵) سہولیاتِ زندگی کی فراہمی میں ترجیح کا حق۔ (۶) استطاعت سے زیادہ بوجھ سے استثنا کا حق۔

(۱۹) معذوروں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) خصوصی توجہ کا حق۔ (۲) قانونِ معاشرت کے نفاذ میں استثنا کا حق۔ (۳) جہاد اور دفاعی ذمہ داریوں سے استثنا کا حق۔

(۲۰) حکمرانوں اور رعایا کے حقوق:

رعایا کا فرض ہے کہ وہ اپنے اولی الامر کی ہر بھلائی کے کام میں اطاعت کرے، اور نافرمانی سے بچے اور حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا پر ظلم نہ کریں، روزگار کے مواقع میسر کریں، اور ہر وہ کام کریں جو ایک حکمران کا فرض بنتا ہے کہ وہ ملک وقوم کی خاطر سرانجام دے۔

(۲۱) خدام اور مزدوروں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) عادلانہ اور منصفانہ معاشی نظام کا قیام۔ (۲) کھانا کھلانا۔ (۳) خادم اور مزدور کا علاج کرانا۔ (۴) وقت پر اُجرت ادا کرنا۔ (۵) ظلم وزیادتی نہ کرنا۔ اور (۶) غلطی سے درگزر کرنا۔

(۲۲) مہمانوں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) کھانا کھلانا۔ (۲) مہمانوں کی عزت کرنا۔

(۲۳) مسافروں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) کھانا کھلانا۔ (۲) مالی معاونت کرنا۔ (۳) مسافر کو ہر وہ سہولت میسر کرنا جو اُس کے سفر کے لیے مفید ہو۔ اور (۴) اُنھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔

(۲۴) جان اور مال کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) جان (نفس) کے حقوق۔ (۲) تزکیۂ نفس۔ (۳) تزکیۂ نفس کے ذرائع۔ (۴) اللہ کی طرف رجوع کرنا اور توبہ کرنا۔ (۵) اللہ کو ہر وقت ہر حال میں یاد رکھنا۔ (۶) اپنے نفس کو خواہشات کا بندہ بنانے سے بچانا۔ (۷) اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا۔ (۸) زینت اختیار کرنا۔ (۹) مناسب کھانا۔ اور (۱۰) منہ کو صاف رکھنا۔

(۲) مال کے حقوق: (۱) حلال کمانا۔ (۲) زکوٰۃ ادا کرنا۔

(۲۵) اسلام میں اقلیتوں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) اچھے طریقے سے اسلام کی دعوت دینا۔ (۲) غیر مسلموں کے معبودوں کو برا نہ کہنا۔ (۳) اہل کتاب سے نکاح جائز۔ (۴) بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنا۔ (۵) ظلم زیادتی نہ کرنا۔ (۶) اہل کتاب کا کھانا جائز۔ (۷) کافر مشرکین کو ہدیہ دینا۔ (۸) اہل کتاب اگر سلام کہیں تو جواب دینا۔ (۹) احسان کرنا۔ (۱۰) غیر مسلموں کو پناہ کا وعدہ اور عہد کا پورا کرنا۔ (۱۱) نجی زندگی اور شخصی رازداری کا حق۔ (۱۲) مذہبی آزادی کا حق۔ (۱۳) اقتصادی اور معاشی آزادی کا حق۔ (۱۴) روزگار کی آزادی کا حق۔ (۱۵) تحفظ اور سلامتی کا حق۔ (۱۶) ناجائز قتل و غارت سے اجتناب۔

(۲۶) جانوروں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) جانوروں پر ظلم نہ کیا جائے۔ (۲) جانوروں کو آگ میں نہ جلایا جائے۔ (۳) موذی جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے۔

(۲۷) دنیا کا پہلا دستوری معاہدہ (میثاق مدینہ)

مدینہ منورہ میں قیام امن و امان کی خاطر رسول مکرم ﷺ نے ایک تابناک کارنامہ سر انجام دیا جسے ''مواخات'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک اور عہد و پیمان کرایا جس کی ذریعے ساری جاہلی اور قبائلی کشمکش کی بنیاد ڈھا دی، اور دورے جاہلیت کے رسم و رواج کے لیے کوئی گنجائش نہ چھوڑی۔ یہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور تھا جس نے مختلف مذاہب کے قبائل اور جماعتوں کو ایک نظام کے تحت انسانیت کے بہترین مقاصد کے لیے متحد کر دیا، اس میں ہر گروہ کے تمام جائز حقوق کی حفاظت کے ساتھ سب کو اجتماعی امن و سکون اور تعمیر و ترقی کی راہ پر لگانے کا ذکر ہے، کوئی مقنن ریفامر اس طرح کا نقشہ حقوق پیش نہیں کر سکتا۔ معروف محقق ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی مرحوم نے اسے بالکل بجا طور پر دنیا کا سب سے پہلا تحریر دستور قرار دیا۔

(عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمران، ص ۷۶)

پہلے دستور کی دفعات:

ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے اس کی (۵۳) دفعات ذکر کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ دستوری معاہدہ اللہ کے نبی محمد (ﷺ) اور قریش و یثرب کے اُن لوگوں کے مابین ہے جو مومن ہیں، اطاعت گزار ہیں، جو اُن کے تابع ہیں، جو اُن کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں۔

۱: یہ سب مسلمان دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ایک علیحدہ سیاسی وحدت (امت) ہوں گے۔

۲: قریشی مہاجر اسلام سے پہلے کے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کیا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کیا کریں گے، تاکہ مومنوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو۔

۳: بنی عوف کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کیا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے اُنہیں رہائی دلایا کریں گے، تاکہ مومنوں کا برتاؤ آپس میں نیکی اور انصاف کی بنیاد پر مستحکم ہو۔

۴: بنی حارث اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کرنے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے کے

پابند ہوں گے، تاکہ اہل ایمان کے باہمی تعلقات نیکی اور انصاف کے مطابق اُستوار ہوں۔

۵: بنوساعدا پنے دستور کے مطابق خوں بہا کی ادائیگی اور اپنے گروہ کے قیدیوں کا فدیہ دے کرانہیں آزاد کرانے کے ذمے دار ہوں گے، تاکہ مومنوں کے تعلقات نیکی اور انصاف کی بنیاد پر قائم ہوں۔

۶: بنوجشم اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کر آزاد کرائیں گے، تاکہ مسلمانوں میں نیکی اور انصاف کی بنیاد پر باہمی خیرسگالی وخیرخواہی کی فضا قائم ہو۔

۷: بنونجار اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ کی ادائیگی کے ذمے دار ہوں گے، تاکہ اہل ایمان کے باہمی روابط بھلائی اور انصاف کی بنیاد پر مضبوط ہوں۔

۸: بنوعمرو بن عوف اپنے دستور کے مطابق خوں بہا کی ادائیگی اور فدیہ دے کر اپنے قیدیوں کی رہائی کے پابند ہوں گے، تاکہ مومنوں کا باہمی اعتماد نیکی اور انصاف کی بنیاد پر مستحکم ہو۔

۹: بنونبیت اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کرنے اور اپنے گروہ کے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے رہائی دلانے کے ذمے دار ہوں گے، تاکہ اہل ایمان کا باہمی میل جول بھلائی اور انصاف کا آئینہ دار ہو۔

۱۰: بنواوس اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے رہائی دلایا کریں گے، تاکہ مومنوں کا باہمی برتاؤ نیکی اوراور انصاف پر مبنی ہو۔

اہل ایمان کی ذمے داریاں:

۱۱: اہل ایمان میں سے اگر کوئی شخص مفلس اور قلاش ہے یا قرض کے بوجھ تلے بری طرح دبا ہوا ہے، تو اُس کے مومن دوست ایسے شخص کو لازمی طور پر امداد دیں گے تاکہ اُس کے حق کا خوں بہا یا فدیہ بخوبی ادا ہو سکے۔

۱۲: کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی اجازت کے بغیر اُس کے مولیٰ (معاہداتی بھائی) سے معاہدہ نہیں کرے گا۔

۱۳: اہل تقویٰ اور اہل ایمان ہر اُس شخص کی مخالفت متحد ہو کر کریں گے جو سرکشی، ظلم، زیادتی اور گناہ کا مرتکب ہو۔ ایسے شخص کے خلاف تمام اہل ایمان کے ہاتھ ایک ساتھ اُٹھیں گے، خواہ وہ اُن میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۱۴: کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کرے گا اور نہ کسی مومن کے خلاف کسی کافر کو امداد دی جائے گی۔

۱۵: اللہ تعالیٰ کا ذمہ وعہد ایک ہی ہے۔ اہل اسلام کا ایک معمولی درجے کا فرد بھی کسی شخص کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا۔ اہل ایمان دوسروں کے مقابلے میں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

۱۶: یہودیوں میں سے جو اس معاہدے میں شریک ہوں گے، اُنہیں برابر کی حیثیت حاصل ہوگی۔ ایسے لوگوں پر ظلم ہوگا اور نہ اُن کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔

۱۷: اہل اسلام کی صلح ایک ہی ہوگی۔ اللہ کی راہ میں جنگ کے موقع پر کوئی مسلمان دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا اور یہ صلح سب مسلمانوں کے لیے برابر اور یکساں ہونی چاہیے۔

۱۸: وہ تمام گروہ جو ہمارے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں گے باری باری اُنہیں آرام کا موقع دیا جائے گا۔

۱۹: مومنوں کو اللہ کی راہ میں جو جانی نقصان اٹھانا پڑے اُس کا بدلہ وہ سب مل کر لیں گے۔

۲۰: بلاشبہ متقی مومن سب سے اچھے اور سب سے سیدھے راستے پر ہیں۔

۲۱: اس معاہدے میں شریک کوئی مسلمان مشرک قریش کے مال وجان کو پناہ نہیں دے گا، اور اس سلسلے میں وہ کسی مسلمان کی راہ میں رُکاوٹ نہیں کھڑی کرے گا۔

۲۲: جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا اُس کا ثبوت ملنے پر اُس سے قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر

مقتول کا وارث خوں بہا لینے پر راضی ہو جائے تو قاتل قصاص سے بچ سکتا ہے۔ تمام اہل ایمان پر لازم ہوگا کہ وہ مقتول کے قصاص کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں۔ اس کے سوا اُن کے لیے کوئی صورت جائز نہیں ہوگی۔

۲۳: کسی ایسے مسلمان کے لیے جو اس عہد نامے کو تسلیم کر چکا ہے اور اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے جائز نہ ہوگا کہ وہ ایسے شخص کو پناہ دے جو نئی بات نکالنے والا اور فتنہ انگیزی کرنے والا ہو۔ جو ایسے شخص کی حمایت کرے گا یا اُسے پناہ دے گا وہ قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور غضب کا مستوجب ہوگا، جہاں کوئی فدیہ اور ہدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

۲۴: اس عہد نامے کی پابندی کرنے والے لوگوں کے درمیان جب کسی معاملے میں اختلاف پیدا ہو جائے، تو وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف رجوع کریں گے۔

یہودیوں کے حقوق:

۲۵: یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر جب تک جنگ کرتے رہیں گے تو وہ اپنے حصے کے جنگی اخراجات بھی خود ہی برداشت کریں گے۔

۲۶: بنی عوف کے یہودی، مسلمانوں کے ساتھ ایک سیاسی وحدت متصور ہوں گے۔ یہودی اپنے دین پر رہنے کے مجاز ہیں اور مسلمان اپنے دین پر۔ خواہ موالی ہوں یا اصل، لیکن ظلم اور جرم کے مرتکب افراد اپنی ذات اور اپنے گھرانے کے سوا کسی اور کو مصیبت میں نہیں ڈالیں گے۔

۲۷: بنو نجار کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۲۸: بنو حارث کے یہودیوں کے وہی حقوق ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۲۹: بنو ساعد کے یہودیوں کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۳۰: بنو جشم کے یہودیوں کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۳۱: بنو اوس کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۳۲: بنو ثعلبہ کے یہودی بھی اُنہی حقوق کے مستحق ہوں گے جن کے بنو عوف کے یہودی ہیں، مگر

جو ظلم اور جرم کا ارتکاب کرے گا اُس کی مصیبت اور اُس کا وبال صرف اُس کی ذات اور اُس کے گھرانے پر ہوگا۔

۳۳: جفنہ، بنو ثعلبہ کی شاخ ہیں، لہٰذا جفنہ کے یہودیوں کے حقوق بنو ثعلبہ کے یہودیوں کے حقوق کے برابر ہوں گے۔

۳۴: وفا شعاری کی صورت میں یہودِ بنی شطیبہ کے حقوق وہی ہوں گے جو یہودِ بنی عوف کے ہیں۔

۳۵: بنو ثعلبہ کے موالی کے حقوق وہی ہوں گے جو اصل کے ہیں۔

۳۶: یہودیوں کے تمام موالی کے وہی حقوق ہوں گے جو اصل کے ہیں۔

قیامِ امن اور دفاع کی مشترکہ ذمے داریاں:

۳۷: معاہدے کا کوئی فریق بھی محمد (ﷺ) کی اجازت کے بغیر کسی سے جنگ کرنے یا جنگ کے ارادے سے نکلنے کا مجاز نہیں۔

۳۸: زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رُکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ خونریزی کے مرتکب کی ذمے داری اُس کی ذات اور اُس کے گھر پر عائد ہوگی۔ مظلوم کے ساتھ اللہ ہے۔

۳۹: یہودی اپنے خرچ کے ذمے دار ہوں گے اور مسلمان اپنے خرچ کے ذمے دار ہوں گے۔

۴۰: اس معاہدے کے شریک کسی فریق کے خلاف اگر کوئی جنگ کرے گا تو تمام شرکا ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ آپس میں مشورہ کریں گے۔ ایک دوسرے کی خیر خواہی اور وفا شعاری کا رویہ اختیار کریں گے اور عہد شکنی سے اجتناب کریں گے۔

۴۱: کسی شخص کو حلیف کی بدعملی کا ذمے دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ مظلوم کی ہر حالت میں مدد کی جائے گی۔

۴۲: یہودی جب تک مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرتے رہیں گے، وہ جنگ کے اپنے مصارف خود برداشت کریں گے۔

۴۳: معاہدے میں شریک تمام فریقوں کے لیے یثرب کا میدان مقدس و محترم ہوگا۔

۴۴: پناہ حاصل کرنے والے کے ساتھ وہی برتاؤ ہوگا جو پناہ دینے والے کے ساتھ ہو رہا ہو، نہ اُسے نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ وہ عہد شکنی کرے گا۔

۴۵: کسی عورت کو اُس کے خاندان والوں کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی۔

۴۶: اس معاہدے میں شریک افراد یا گروہوں کے درمیان کوئی نئی بات، معاملہ یا جھگڑا پیدا ہوجائے، جس سے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو اللہ تعالیٰ اور محمد (ﷺ) کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ عہد نامے کی اس دستاویز میں جو کچھ درج ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ پوری احتیاط اور وفا شعاری کے ساتھ اس کی پابندی کی جائے۔

۴۷: نہ قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ اُن کے کسی معاون کو۔

۴۸: یثرب پر حملے کی صورت میں معاہدے کے شرکا یعنی مسلمانوں اور یہودیوں پر لازم ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔

۴۹: اگر یہودیوں کو صلح کرلینے اور اس میں شرکت کی دعوت دی جائے گی تو وہ اُسے قبول کریں گے۔ اسی طرح اگر یہودی مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دیں گے تو اُسے قبول کرنا بھی ان پر لازم ہوگا۔ لیکن اس کا اطلاق ایسی جنگ پر نہ ہوگا جو خالص دین کے لیے ہو۔

۵۰: معاہدے میں شریک ہر شخص اور گروہ پر یثرب کے اُسی حصے کی ذمے داری ہوگی جو اُس کے سامنے یعنی بالمقابل ہوگا۔

۵۱: اوس کے یہودیوں کو خواہ وہ مولیٰ ہوں یا اصل وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس معاہدے کو قبول کرنے والوں کو حاصل ہیں۔

۵۲: اس عہد نامے کے حکم میں ظالم اور خطا کار داخل نہیں۔ جو جنگ کے لیے نکلے وہ بھی اور جو گھر میں بیٹھا رہے وہ بھی اس کا حقدار ہوگا۔

۵۳: اللہ تعالیٰ اُس کا حامی ونگہبان ہے جو اس اقرار وعہد میں مخلص اور سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ بھی اس کے حامی ہیں۔

انسانی حقوق کا عالمی چارٹر
(خطبۂ حجۃ الوداع)

خطبۂ حجۃ الوداع ابدی حیات، انسانی تہذیب وتمدن کے اصول، حقوق انسانی کے تحفظ، عالمی امن کی تدابیر، بھائی چارہ ورواداری کی تعلیم، عدل وانصاف کا قیام، اخوّت ومساوات کی ہدایات، انسان کی معاشی بہتری وترقی اور خوشحالی اور معاشرتی پاکیزگی وطہارت کا جامع، عملی، مثالی منشور ومجموعۂ قوانین ہے۔ ابی داؤد وغیرہم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

جیسا کہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''عرفہ کے دن جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے قصوا نامی اونٹنی پر کجاوہ رکھنے کو کہا، وادی کے درمیان آئے، لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: تحقیق تمہارے خون، تمہارے اموال تم پر حرام ہیں، جس طرح تمہارا یہ دن، اس مہینہ اور اس شہر میں حرمت والا ہے۔ جاہلی سارے کام میرے قدموں کے نیچے روندے گئے، جاہلیت کے خون ختم۔ اور پہلا خون جو میں معاف کرتا ہوں ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے، یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پلایا جارہا تھا کہ ھذیل نے اسے قتل کردیا۔ جاہلیت کے سود ختم، اور ہمارے سودوں میں سے پہلا سود جو میں ختم کرتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے، اور اسی کے حکم سے ان کی شرم گاہوں کو حلال بنایا ہے، ان کی بھی ذمہ داری ہے کہ تمہارے بستروں پر کسی کو جگہ نہ دیں؟ اگر ایسا کریں تو ان کو معمولی سزا دو۔ اور ان کے لیے تمہارے اوپر ان کی خوراک اور لباس۔ حالات کے مطابق میں تم میں اللہ کی کتاب چھوڑے جارہا ہوں۔ اگر تم نے اُسے قابو کیا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے، اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب

دو گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے پہنچا دیا (ذمہ داری) ادا کی، اور خیر خواہی کی۔ آپ نے شہادت کی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، اسے لوگوں کی طرف حرکت دی، اور تین بار فرمایا، اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ رہ۔'' [1]

فقہ الحدیث:

مذکورہ حدیث سے درج ذیل مسائل اخذ ہوتے ہیں۔

۱: بطلان نظریہ اشتراکیت فی الاموال اور فردی ملکیت کا احترام۔

۲: جاہلی امور اور سود کے خاتمے کا اعلان۔

۳: عورتوں کے حقوق کا تحفظ۔

۴: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے لیے حجتِ قاطعہ کتاب اللہ ہے۔

۵: منصب رسالت کا تحفظ۔

۶: اللہ تعالیٰ کا عرش پر علو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ یوم النحر:

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذوالحجہ کو ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: آپ نے کہا حرمت میں کون سا دن بڑا ہے؟ لوگوں نے کہا ہمارا یہی دن، آپ نے فرمایا، حرمت میں کون سا مہینہ بڑا ہے؟ لوگوں نے کہا، یہی ماہ، آپ نے فرمایا، حرمت میں کون سا شہر عظیم ہے، لوگوں نے کہا ہمارا یہی شہر، آپ نے فرمایا: تو تمہارے خون، تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح اس دن کی حرمت اس شہر میں اور اس مہینہ میں ہے۔ [2]

حجۃ الوداع کے موقعہ پر ایک اور خطبہ:

سیّدنا سلیمان بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرماتے ہوئے سنا ہے:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم: ۲۹۵۰۔

❷ مسند أحمد: ۳/۳۱۳، رقم: ۱۴۳۶۴۔ شیخ شعیب ارناؤط نے اس کی سند کو شیخین کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔

''اے لوگو! کون سا دن زیادہ حرمت والا ہے، تین بار فرمایا، لوگوں نے کہا، حج اکبر کا دن، آپ نے فرمایا، پس تمہارے خون، مال، اور عزتیں تمہارے درمیان حرام ہیں۔ اس دن اس ماہ اور اس شہر کی حرمت کی طرح۔ خبردار! ہر قصور کرنے والا اپنے قصور کا خود ذمہ دار ہے، والد کا قصور اولاد پر نہیں، اور اولاد کا قصور والد پر نہیں، خبردار! شیطان ناامید ہو گیا ہے کہ اس شہر میں اس کی عبادت کی جائے، البتہ بعض چیزوں میں اس کی اطاعت ہوگی، جنہیں تم معمولی سمجھو گے، وہ اسی پر راضی ہو جائے گا۔ خبردار! جاہلیت کے خون موقوف ہیں۔ پہلا خون جو میں معاف کرتا ہوں حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے جسے ہذیل نے قتل کیا تھا جب کہ وہ بنولیث میں مدت رضاعت پوری کر رہا تھا، خبردار! جاہلیت کے سود وضع کر دیئے گئے ہیں، اب تم اصل مال لے سکتے ہو۔ نہ دوسروں پر زیادتی کرو۔ اور نہ تم پر زیادتی ہو۔ اے امت! کیا واقعی میں تمہیں تبلیغ کر چکا ہوں؟ تین بار فرمایا، لوگوں نے جواب دیا، ہاں۔ آپ نے تین بار فرمایا: اے اللہ! گواہ رہ۔'' ❶

مستنبط مسائل:

اس خطبہ سے درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

۱: قصاص ودیت اور دیگر قانونی معاملات میں مساوات کا حق۔

۲: جزیرۃ العرب میں کفر وشرک سے ابلیس کی مایوسی۔

۳: مسلمانوں کی معمولی کوتاہیوں پر ابلیس کا راضی ہونا۔

۴: داعی پہلے اپنی حالت سنوارے۔

۵: اہمیت تبلیغ دین۔

آپ کا ایک اور خطبہ:

سیّدنا ابوحُرّہ رقاشی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ''میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی

❶ سنن ابن ماجه، کتاب المناسک، رقم: ۳۰۵۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

باگ پکڑے ہوئے تھا، ایام تشریق کا درمیان تھا، لوگوں کو آپ سے ہٹا رہا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا، اے لوگو! جانتے ہو تم کس ماہ میں ہو؟ اور کس دن میں؟ اور کون سے شہر میں؟ لوگوں نے جواب دیا، حرمت کے دن میں، حرمت کے شہر میں اور حرمت کے مہینہ میں۔ فرمایا: تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اس دن، اس مہینہ اور اس شہر کی حرمت کی طرح تم پر قیامت تک کے لیے حرام ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: میری بات سنو اور حیات دوام حاصل کرو۔ خبردار! ظلم نہ کرو، ظلم نہ کرو، ظلم نہ کرو، کسی مسلمان کا مال اس کی مرضی کے بغیر حلال نہیں ہے۔ خبردار! خون، مال اور دور جہالت سے آمدہ مطالبے قیامت تک میرے اس قدم کے نیچے ہیں۔ پہلا خون میں جو معاف کرتا ہوں۔ ربیعہ بن حارث کا خون ہے یہ بنولیث میں مسترضع تھا، ہذیل نے اسے قتل کر دیا۔ خبردار! جاہلی سود ختم کر دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق سب سے پہلے عباس بن عبدالمطلب کا سود وضع کیا جا رہا ہے۔ تمہیں اصل مال ملے گا۔ نہ ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ خبردار! زمانہ اسی ہیئت پر آ پہنچا ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ﴾ (التوبہ: ۳۶)

''مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اس کی کتاب میں بارہ ماہ ہے، اسی دن سے جس دن کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں چار مہینے حرمت کے ہیں۔''

یہ سیدھا نظام ہے ان میں کسی پر زیادتی نہ کرو۔ شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ نمازی اس کی عبادت کریں گے، ہاں! وہ لڑانے میں تمہارے پیچ رہے گا۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو ان کے تم پر حقوق ہیں، اور تمہارے لیے ان پر حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی کو نہ بیٹھنے دیں، اور تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھروں میں کسی کو نہ آنے دیں۔ اگر ان کی نافرمانی کا

خطرہ محسوس کروتو انہیں سمجھاؤ اور بستر الگ کرلو۔ اور معمولی سزا دو۔ حالات کے مطابق ان کی روزی اور لباس مرد پر ہے، تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے، اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہیں حلال کی ہیں۔ خبردار! جس کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اس کی واپس کردے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور فرمایا: خبردار! کیا میں پہنچا چکا ہوں خبردار! کیا میں پہنچا چکا ہوں؟ خبردار! کیا میں پہنچا چکا ہوں؟ پھر ارشاد فرمایا: حاضر غائب کو پہنچا دیں۔ کئی پہنچائے ہوئے سننے والے سے زیادہ سعادت مند ہوتے ہیں۔ [1]

مستنبط مسائل:

مذکورہ خطبہ سے درج ذیل مسائل ماخوذ ہیں:

۱: خون و مال اور عزت کا تحفظ

۲: آپ کی سنت کی اتباع میں زندگی ہے جس میں ظلم کی کوئی گنجائش نہیں۔

۳: عدل و انصاف کرنا حکم الٰہی ہے۔

۴: زمانہ گھوم کر پھر اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

۵: اداء امانت کا حکم۔

۶: راویٔ حدیث کے لیے فقیہ ہونا شرط نہیں ہے۔

وسط ایام تشریق کا ایک اور خطبہ:

امام احمد رحمہ اللہ ابونضرۃ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے ایک صحابی نے حدیث بیان کی جس نے ایام تشریق کے وسط کا خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا!

''اے انسانو! تمہارا رب ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے، خبردار کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو عربی پر، اور کسی کالے کو سرخ پر، اور کسی سرخ کو کالے پر تقوی کے سوا کوئی برتری نہیں ہے، کیا میں پہنچا چکا ہوں؟ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے) جواب دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا چکے۔ پھر فرمایا، یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا، حرمت

❶ مسند أحمد: ۵/۷۳، رقم: ۲۰۶۹۵۔ شیخ شعیب ارناؤط نے اسے ''صحیح لغیرہ'' کہا ہے۔

والا دن، پھر فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا حرمت والا مہینہ، پھر فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا، حرمت والا شہر، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے خون اور تمہارے مال حرام کیے ہیں، جس طرح تمہارے اس دن کی اس ماہ اور شہر میں حرمت ہے۔ کیا میں تمہیں پہنچا چکا؟ لوگوں نے جواب دیا، آپ نے پہنچا دیا ہے، فرمایا، حاضرین میرا یہ پیغام ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔'' ❶

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اس میں مزید الفاظ یہ ہیں۔ ''اے لوگو! جس کے پاس کوئی امانت ہے وہ اس کے مالک کو پہنچا دے۔ اے لوگو! شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ آخر زمانہ تک ان بلاد میں اس کی عبادت کی جائے، وہ تمہاری معمولی غلطیوں پر راضی ہوگا۔ اپنے دین کے بارے میں معمولی سمجھے ہوئے برے کاموں سے محتاط رہو۔'' ❷

امام طبرانی، عداء بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے دن آپ ممبر پر چڑھے اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا: ''یقینا اللہ فرماتا ہے اے لوگو! ہم نے تم کو مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں کنبے اور قبائل بنایا، تاکہ ایک دوسرے کو پہچان لو۔ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ پس کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر اور کالے کو سرخ پر اور سرخ کو کالے پر کوئی برتری نہیں ہے۔ سوا تقویٰ کے۔ اے جماعت قریش! تم دنیا کو اپنی گردنوں پر لاد کر نہ آنا جب کہ دوسرے لوگ اعمال آخرت کے ساتھ آئیں گے۔ میں تم سے اللہ کا عذاب نہیں روک سکوں گا۔ ❸

---

❶ مسند أحمد: ۵/۴۱۱ رقم: ۲۳۴۸۹۔ مجمع الزوائد، رقم: ۵۶۲۲۔ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی ''صحیح'' کے راوی ہیں۔

❷ مسند بزار، رقم: ۱۱۴۱۔

❸ طبرانی کبیر: ۱۸/ ۱۲۔۱۳۔

نیز امام طبرانی، ابو قبیلہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقعہ پر لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ پس تم اپنے رب کی عبادت کرو۔ پانچ نمازیں قائم کرو، رمضان کے روزے رکھو، حکام وقت کی اطاعت کرو، پھر اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ❶

مستنبط مسائل:

مذکورہ حدیث سے درج ذیل مسائل اخذ ہوتے ہیں۔

۱: حقوق اللہ کی پاسداری۔

۲: انسانوں میں تقوی کے سوا کسی دوسری بات میں تفاضل نہیں ہے۔

۳: ایمانی اخوت افضل ہے۔

۴: عمل کے مقابلہ میں نسب کی کوئی حیثیت نہیں۔

۵: عمل کے بغیر نسب غیر مفید ہے۔

۶: سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہے۔

۷: حکام وقت کی اطاعت کا حکم۔

۸: شیطان کا اپنی عبادت سے مایوس ہونا۔

۹: معمولی کوتاہی سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

❶ طبرانی کبیر: ۲۲/۱۶۷۔ مجمع الزوائد رقم: ۵۶۴۷۔ علامہ ہیثمی نے اس کے رواۃ کو ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔

آداب

رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، بولنے چالنے، کھانے پینے، رہنے سہنے، سونے جاگنے اور نہانے دھونے سے متعلقہ مفید اصول وضوابط کو آداب کہا جاتا ہے، انھی آداب کی پابندی اور عدم پابندی سے انسان کے مہذب اور غیر مہذب ہونے کی نشاندہی ہوتی ہے۔

آداب ایک سرسری نظر میں

(۱) اللہ تعالیٰ کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرنا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کا شکر۔ (۳) توبہ و استغفار کرنا۔

(۲) رسول اللہ ﷺ کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) رسول اللہ ﷺ کا احترام کرنا۔

(۳) قرآن مجید کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔ (۲) اُس کو سمجھنا۔ (۳) اُس پر عمل کرنا اور (۴) اُس کی دعوت کو عام کرنا۔

(۴) علم سیکھنے اور سکھانے کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

(۵) رشتہ داری کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) والدین کے آداب۔ (۲) اولاد کی تعلیم و تربیت کے آداب۔ (۳) میاں بیوی کے آداب وحقوق۔ (۴) عزیز واقارب کے ساتھ تعلقات کے آداب۔

(۶) دوستوں ودیگر انسانوں کے ساتھ تعلقات کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) دوست احباب کے ساتھ میل جول کے آداب۔ (۲) فقراء، غرباء اور مساکین کے آداب۔ (۳) انسانوں کے درمیان صلح کرانے کے آداب۔

(۷) مجلس و گفتگو کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) آدابِ مجلس۔ (۲) آدابِ گفتگو۔ (۳) مزاح (خوش طبعی) کے آداب۔

(۸) کھانے کے آداب:

اور ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہیں:

(۱) مہمان اور مہمان نوازی کے آداب۔ (۲) میانہ روی بلند اخلاق لوگوں کی نشانی ہے۔

اچھے اخلاق

انسان کے ذاتی کردار کی اچھائیوں کو اچھے اخلاق اور برائیوں کو برے اخلاق کہا جاتا ہے، اچھائی کو اپنا ضروری ہوتا ہے اور برائی سے بچنا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) تزکیہ نفس:

تزکیہ نفس کا مطلب ہے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرنا۔ گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو اپنے لیے واجب کر لیتا ہے۔ جس کا نتیجہ دنیا اور آخرت کی بربادی کی شکل میں نکلتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلی قوموں کو گناہوں کی وجہ سے تباہ و برباد کیا ہے۔

(۲) نیکیوں کی طرف جلدی کرنا

نیکی چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رضا کا سبب ہے، اور انسان ہر وقت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے۔ اسی وجہ سے ضروری ہے کہ نیکی کی طرف توجہ دی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ (البقرہ:۱۴۸)

''کہ تم نیکیوں کے لیے جلدی کرو۔''

کیونکہ نیکی دنیا اور آخرت میں مفید ہے۔

(۳) نیک لوگوں کی صحبت:

طبعی طور پر انسان کو کسی نہ کسی سے محبت ضرور ہوتی ہے۔ یہ محبت اگر اچھے لوگوں کے ساتھ ہو تو اس کا انجام بھی بہت اچھا ہے۔ لیکن اگر محبت بُرے لوگوں کے ساتھ ہو تو انجام بھی برا ہوتا ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيرِ الْحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً.)) [1]

''اچھے اور بُرے دوست کی مثال ایسے ہے کہ جیسے ایک کستوری بیچنے والا اور دوسرا بھٹی میں آگ بھڑکانے والا ہے۔ کستوری والا تجھے کستوری کا تحفہ دے گا، یا تو اس سے کستوری خریدے گا یا پھر کم از کم تو اس سے بہترین خوشبو پائے گا۔ اور بھٹی کو بھڑکانے والا تیرا بدن یا کپڑے جلائے گا یا اس سے تو بدبو پائے گا۔''

(۴) مسکراتے ہوئے دیکھنا، بولنا اور ملنا:

ایک مسلمان کی اچھی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بھائی سے اچھے انداز کے ساتھ ملے یعنی کھلے ہوئے اور مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ۔ یہ عمل بھی اللہ کے نزدیک قابل قدر ہے۔ چنانچہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((عن ابی ذر، قَالَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ.)) [2]

''سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: نیکی میں کسی چیز کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ تو اپنے بھائی سے کشادہ پیشانی کے ساتھ ملے۔''

(۵) شرم وحیاء:

شرم وحیاء زندہ قوموں، اور سلیم طبع لوگوں کی علامت ہے۔ اس لیے کہ جو قومیں مردہ ضمیر ہو جاتی ہیں ان میں شرم وحیاء نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اس لیے شریعت اسلامیہ شرم وحیاء کو خاص اہمیت دیتی ہے۔ بلکہ شرم وحیاء کو ایمان کا ایک حصہ قرار دیتی ہے۔

((عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال: اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب البیوع، رقم: ۲۱۰۱.

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، رقم: ۲۶۹۰.

شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ.)) ❶

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے اوپر شاخیں ہیں۔ اور حیا بھی ایمان کا حصہ ہے۔"

(۶) مصیبت زدہ سے اظہارِ ہمدردی:

مصیبت زدہ شخص کو تسلی دینا، زندہ قوموں کی علامات میں سے ایک علامت ہے کہ ان کو ایک دوسرے کے درد کا احساس ہے۔ یہ کام بہت بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ کہ جس نے اپنے مصیبت زدہ بھائی سے تعزیت کی تو اس کو اسی (مصیبت زدہ) کے برابر ثواب ملے گا۔ مصیبت پر صبر کرنے والے کا ثواب جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ تو یہی اجر و ثواب تعزیت کرنے والے کو مل جائے گا۔ جس سے اس کو ایک خاص عزت و تکریم حاصل ہوگی۔ چنانچہ حدیثِ نبوی ﷺ ہے کہ:

((مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَزِّي أَخَاهُ بِمُصِيبَةٍ إِلَّا كَسَاهُ اللهُ سُبْحَانَهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ❷

"جو کوئی مومن اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر اسے تسلی دیتا ہے تو اللہ رب العزت اسے روز قیامت کرامت (عزت و تکریم) والے لباسوں میں سے ایک لباس پہنائے گا۔"

(۷) یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنا:

اچھے معاشرے کے اوصاف حمیدہ میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کمزور لوگوں کا خیال کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی زندگی بھی اچھی گزر سکے، اور وہ معاشرے کے باعزت افراد میں شامل ہو جائیں، اوران کا احساس کمتری ختم ہو جائے۔ معاشرے کے کمزور افراد میں سے ہی ایک یتیم بھی

❶ صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۹.

❷ سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، رقم: ۱۶۰۱۔ سنن الکبری، للبیهقی: ۴/۵۹۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے "حسن" کہا ہے۔

ہے۔یتیم وہ بچہ ہے کہ جس کے والدین بچپن میں فوت ہو جائیں۔اب یہ بچہ چونکہ انتہائی شفقت کرنے والوں سے محروم ہو جاتا ہے، اور اپنے آپ کو بے آسراء اور بے سہارا محسوس کرتا ہے جس سے یہ بچہ بسا اوقات مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے۔اب ایسے موقع پر معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ اس بچے کا سہارا بنیں اس کی مشکلات اور پریشانیوں کو ختم کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کریں تا کہ اس کی مشکلات ختم ہو جائیں، اور یہ اچھی زندگی گزار سکے۔اللہ تعالیٰ نے یتیم کا خیال کرنے کی خوب تاکید فرمائی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴾ (النساء:۱۲۷)

”اور وہ آپ سے عورتوں کے بارے حکم دریافت کرتے ہیں۔آپ کہہ دیں کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں اجازت دیتا ہے کہ جو تمہیں قرآن پاک میں سنایا جاتا ہے یتیم عورتوں کے بارے میں۔جنہیں تم نہیں دیتے ان کا مقرر کردہ حق مہر۔اور ان کو نکاح میں لینا بھی نہیں چاہتے ہو اور بے بس بچوں کے بارے میں۔اور یہ کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو، اور جو تم بھلائی کرو گے۔اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے۔“

(۸) مسلمانوں کی عزت کی حفاظت:

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عزت کا محافظ ہے۔اس پر یہ حق اسلام نے لازم قرار دیا ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ، وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ: يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ، وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ.)) [1]

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، رقم:۴۹۱۸۔سلسلة الصحیحة، رقم:۹۲۶۔

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن مومن کا آئینہ ہے، اور مومن مومن کا بھائی ہے۔ اس کے مال کا (نقصان ہوتا ہو تو) بچاؤ کرتا ہے، اور اس کی غیر موجودگی میں اس کی (عزت کی) حفاظت کرتا ہے۔''

(۹) امانت و دیانت داری:

اچھی اور مہذب قوموں کے اچھے اوصاف میں سے ایک وصف امانت و دیانت داری کا بھی ہے۔ یہ خوبی کسی بھی قوم کے اچھے ہونے کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر خوب زور دیا ہے کہ وہ امانت و دیانت داری کو ہمیشہ اپنا شعار بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۲۷﴾ (الانفال: ۲۷)

''اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو، اور نہ ہی جانتے بوجھتے ہوئے اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

لیکن جو اس امانت کو اہمیت نہ دیں ان کے لیے انتہائی وعیدیں ہیں، بلکہ ایسے لوگوں کو جہنمی قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

((عن خولة الانصارية رضي الله عنها قالت: سمعت النبي ﷺ يقول: اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِي مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) [1]

''سیدہ خولہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بلاشبہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناجائز تصرف کرتے ہیں، پس ایسے لوگوں کے لیے قیامت کے دن جہنم کی آگ ہے۔''

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، رقم: ۳۱۱۸.

(۱۰) پردہ پوشی:

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عزت کا محافظ ہوتا ہے۔اس لیے ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے کہ جس سے اس کی عزت پر حرف آتا ہو اور نہ کوئی ایسا کام کرے کہ جو اس کی عزت نفس مجروح کرسکتا ہو۔ وہ امور جو کسی بھی انسان کی عزت نفس کو مجروح کرنے کا باعث بنتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ کسی بھی انسان کے عیبوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا ہے چونکہ یہ چیز ایک انسان کے لیے شرمندگی کا باعث ہے اس لیے شریعت اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی بلکہ ایک مسلمان پہ اس بات کو لازم کرتی ہے کہ وہ اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرے۔

((عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْهِ، رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.)) [1]

"سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کیا، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کے چہرے سے جہنم کی آگ دور کردے گا۔"

(۱۱) چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام:

کسی بھی معاشرے کی اچھی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ اس معاشرے میں بچوں سے پیار اور بڑوں کا احترام کیا جاتا ہو۔ جس معاشرہ میں بڑوں کا احترام نہ ہو۔ ایسے معاشرے بربادی کے دھانے پر پہنچ جایا کرتے ہیں کیونکہ بڑوں کے تجربات مفید ہوتے ہیں۔ اگر مفید کام کو چھوڑا جائے تو نقصان کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس نقصان سے بچانے کے لیے شریعت زبردست تاکید فرماتی ہے کہ بڑوں کا احترام کیا جائے۔

((عن عبداللہ ابن عمرو یرویه، قال ابن السرح: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ حَقَّ کَبِیْرِنَا فَلَیْسَ مِنَّا.)) [2]

---

[1] سنن ترمذی، ابواب البر الصلة، رقم: ۱۹۳۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، رقم: ۴۹۴۳۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

''سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے، اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔''

(۱۲) دعوت قبول کرنا:

دعوت کو قبول کرنا چاہیے کیونکہ دعوت کو قبول کرنا پیار اور محبت کا باعث بھی ہے، اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق بھی۔

((عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ. . .وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ جب وہ تجھ کو دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کر۔''

لیکن یہ دعوت کا قبول کرنا مباح اور جائز کاموں میں ہوگا۔ ناجائز اللہ کے حرام کردہ کاموں کی دعوت قطعاً قبول نہ کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے کہ:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ﴾

(المائدہ: ۲)

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر ایک دوسرے کا ساتھ دیں، لیکن گناہ اور زیادتی کے کاموں پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون مت کرو۔''

(۱۳) سلام کرنا اور اس کا طریقہ وآداب:

سلام، اسلامی شعائر میں سے ایک ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''السلام علیکم'' کہنے والا مسلمان ہے۔ اس سے مسلمانوں والا سلوک کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى

---

[1] صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم: ۲۱۶۲.

اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (النساء: ۹۴)

''اے ایمان والو جب تم زمین میں سفر کیا کرو، توتم ایسے فرد کو جو تم کو سلام پیش کرے، یہ نہ کہا کرو کہ تو مومن نہیں ہے۔''

((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: عَشْرٌ. ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: عِشْرُونَ. ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: ثَلَاثُونَ.)) [1]

''سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: ''السلام علیکم'' آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا۔ تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس۔ پھر دوسرا آدمی آیا، اور اس نے عرض کیا: ''السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔'' آپ ﷺ نے جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیس۔ پھر ایک اور آیا تو اس نے کہا ''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔'' آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیس۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے عرض کیا: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ'' تو آپ نے فرمایا: چالیس، اور پھر فرمایا: ''اس طرح انسان ایک دوسرے پر فضیلت لے جاتے ہیں۔'' [2]

(۱۴) وعدہ پورا کرنا:

باضمیر اور اچھی قوموں کی علامت ہے کہ وہ قومیں ایفائے عہد کرتی ہیں۔ یعنی اپنے عہد و

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف السلام؟ رقم: ۵۱۹۵۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۵۱۹۶۔

پیمان کو پورا کرتی ہیں۔ دین اسلام میں اس کی طرف خوب توجہ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

﴿وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۳۴)

''کہ تم اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ کیونکہ معاہدوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں کی علامت بھی یہی ہیں کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ﴾ (البقرہ: ۱۷۷)

''کہ اللہ کے بندے وہ ہیں جب کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔''

(۱۵) وقت کی پابندی:

وقت کی پابندی اچھی اور منظم قوموں کی پہچان ہے کہ وہ اپنا کام ہر ایک منظم طریقہ کے مطابق کرتی ہیں۔ تنظیم کسی بھی قوم کے اچھا ہونے کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وقت کی پابندی کو خاص اہمیت دی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝﴾ (النساء: ۱۰۳)

''پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے رہو، اور جب اطمینان پاؤ تو نماز قائم کرو۔ یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔''

(۱۶) نرم مزاجی:

کسی بھی انسان کی اچھی اور بہت ہی عالی شان صفات میں سے نرم مزاجی بھی ہے۔ یہ ایسی عظیم صفت ہے کہ جس کی بدولت انسان دنیا اور آخرت کی بلندیوں کو پالیتا ہے۔ چونکہ شریعت اسلامیہ کا مقصد بھی انسان کی دنیا اور آخرت کی فلاح و کامیابی ہے۔ اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے نرم مزاجی کی انتہائی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ:

﴿وَ اِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ تَرۡجُوۡهَا فَقُلۡ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا ﴿۲۸﴾﴾ (بنی اسرائیل:۲۸)

''اگر آپ اُن لوگوں سے پہلو تہی کیجیے، اپنے اپنے رب کی جانب سے اس روزی کی خواہش کرتے ہوئے جس کی آپ کو امید ہو، تو ان سے کوئی اچھی بات کہہ دیجیے۔''

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ بِالْمَدِينَةِ وَأَنَا غُلَامٌ لَيْسَ كُلُّ أَمْرِي كَمَا يَشْتَهِي صَاحِبِي أَنْ أَكُونَ عَلَيْهِ، مَا قَالَ لِي: فِيهَا أُفٍّ قَطُّ؟ وَمَا قَالَ لِي: لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ أَوْ أَلَّا فَعَلْتَ هَذَا.)) [1]

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی مدینہ منورہ میں دس سال تک خدمت کی، جبکہ میں ایک نوخیز لڑکا تھا۔ میرے سب کام اس معیار کے نہیں ہوتے تھے جیسے میرے حبیب ﷺ کی خواہش ہوتی تھی۔ (اس کے باوجود) آپ ﷺ نے مجھے کبھی اُف تک نہیں کہا، اور نہ یوں کہا: تو نے یہ کیوں کیا؟ اور اس طرح کیوں نہیں کیا؟۔''

(۱۷) زبان کی حفاظت کیجیے:

اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں سے ایک نعمت زبان بھی ہے۔ یہ ایک ایسی عظیم نعمت ہے کہ جس پر دنیا اور آخرت کی کامیابی کا انحصار ہے۔

((عن عقبة بن عامر قال: قلت : يا رسول الله! ما النجاة؟ قال: اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ.)) [2]

''سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الحلم واخلاق النبی ﷺ، رقم: ۴۷۷۴۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] سنن الترمذی، کتاب الزهد، رقم: ۲۴۰۶۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۸۸۸.

نجات کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنی زبان پر کنٹرول رکھیں، اپنے گھر میں رہو، اور اپنے گناہوں پر روؤ۔''

(۱۸) سچ بولنا:

اخلاق حسنہ میں سے سچ بولنا ہے۔ سچ بولنے کا مطلب ہے، واقعہ کے مطابق گفتگو کرنا۔ سچ بولنا اللہ تعالیٰ کی عظیم صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ (النساء:۸۷)

''اللہ سے بڑھ کر سچی بات کس کی ہو سکتی ہے؟''

یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر سچ بولنے والا ہے۔ سچ بولنے کی تاکید فرماتا ہے۔ سچوں کی تعریف کرتا ہے، اور سچ بولنے والوں کا ساتھ دینے کا حکم ارشاد فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (التوبہ:۱۱۹)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور سچوں کا ساتھ دو۔''

(۱۹) تحائف دینا:

کسی بھی قوم کے اچھے اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تحفے تحائف کا تبادلہ کرتے ہیں۔ اس فعل سے کسی بھی قوم میں آپس میں محبت پیدا ہو جاتی ہے، اور جب محبت پیدا ہو جاتی ہے تو معاشرہ امن وسکون اور پیار ومحبت کا گہوارہ بن جاتا ہے، اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے اس کی خوب ترغیب دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا﴾ (النساء:۸۶)

''اور جب تم کو کوئی تحفہ دیا جائے تو تم اس سے بہتر تحفہ دو، یا اسی جیسا واپس کر دو۔ اس لیے کہ تحفہ وتحائف کے تبادلے سے پیار اور محبت پیدا ہوتی ہے۔''

چنانچہ:

((عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ تَهَادُوْا تَحَابُّوا.)) [1]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: آپس میں ہدیہ لیا دیا کرو اس سے باہمی محبت پیدا ہوگی۔''

(۲۰) مشکوک باتوں سے پرہیز:

معاشرے میں شر و فساد کا منبع مشکوک باتوں پر عمل پیرا ہونا اور مشکوک باتوں پر یقین کرنا ہے۔ اس کی وجہ سے کسی بھی شخص کے لیے نفرت اور عداوت کے جذبات پیدا کر لیے جاتے ہیں کہ جنکا نتیجہ بالآخر لڑائی اور فساد کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ تو گویا لڑائی اور فساد کی جڑ مشکوک باتوں پر عمل کرنا ہے۔ اس وجہ سے شریعت نے شکوک وشبہات والی باتوں سے روکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ.)) [2]

''جو باتیں شک میں ڈالیں انھیں چھوڑ دو اور جو شک میں نہ ڈالیں انھیں اختیار کرو۔''

(۲۱) صبر کرنا:

کسی بھی کامیابی کے حصول کے لیے تکلیفیں اور مشکلات برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ جب تک کوئی انسان مشکلات سے کھیلنا نہ سیکھے، اور ان پر صبر کرنے کی قوت اپنے اندر پیدا نہ کرے، اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا۔ عرب لوگ کہتے ہیں ''جس نے صبر کیا وہ کامیاب ہوا۔'' دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے لازم ہے کہ صبر کا مظاہرہ کیا جائے اور صبر کے دامن کو کبھی بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے کامیابی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا

[1] ادب المفرد للبخاری، باب قبول الهدية، رقم: ۵۹۴۔ سنن الكبرىٰ بيهقی: ۶/۱۶۹۔ مؤطا مالك: ۲/۹۰۸، رقم: ۱۶.

[2] سنن الترمذی، کتاب صفة القيامة والرقائق والورع، رقم: ۲۵۱۸۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (الانفال:۴٦)

''اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے، اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر کرو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

((عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ: عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ، اِنَّ اَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ.)) [1]

''سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، بیشک اس کے ہر معاملے میں اس کے لیے خیر ہے، اور یہ صرف مومن ہی کے لئے ہے۔ اگر اسے خوشی پہنچے تو وہ شکر ادا کرتا ہے جو اس کے لیے خیر (و برکت) ہے۔ اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، جو اس کے لیے خیر ہے۔''

(۲۲) اصلاح کرنا:

کسی بھی معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے اصلاح کا ہونا ضروری ہے۔ اصلاح کا مطلب ہے لوگوں کے درمیان ناراضگی کو ختم کرنا، اور ہر بُری عادت، رسم ورواج کا خاتمہ کرنا۔ جس بھی معاشرے سے بُری عادات ختم ہو جائیں گی یقیناً ایسا معاشرہ کامیاب معاشرہ ہوگا، اور جس گھر، شہر اور ملک سے نفرت اور عداوت ختم ہو جائے گی، وہ گھر، شہر اور ملک کامیابی کی راہ پر گامزن ہو جائے گا۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے صلح کے حکم پر زور دیا ہے۔ ارشادات ربانی ہیں:

﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَ

[1] صحیح مسلم، کتاب الزھد، رقم: ۲۹۹۹۔

تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١٢٨﴾ (النساء:۱۲۸)

''اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی بد دماغی، اور بے پرواہی کا خوف ہو، تو آپس میں جو صلح کرلیں اس پر کوئی گناہ نہیں، صلح بہت بہتر چیز ہے، طمع ہر نفس میں شامل کردی گئی ہے، اگر تم اچھا سلوک کرو، پرہیزگاری کرو، تو تم جو کررہے ہو اللہ تعالیٰ اس کو پوری طرح جانتا ہے۔''

(۲۳) عدل وانصاف:

کسی بھی معاشرے کی بقا اور ترقی کے لیے عدل وانصاف انتہائی ضروری ہے۔ جب تک کسی بھی معاشرے میں عدل وانصاف قائم نہ ہوگا۔ اس وقت تک وہ معاشرہ انارکی اور انتشار کا شکار ہوگا اور ترقی اور فلاح وبہبود کے راستے مسدود ہوجائیں گے۔ کیونکہ لوگ عدم تحفظ کا شکار ہوجائیں گے۔ جس کی وجہ سے لوگ چین وسکون کے ساتھ اپنے کام کاج سرانجام نہ دے سکیں گے جس سے ترقی کا سفر رک ہو جائے گا۔ جس کا نتیجہ معاشرے کی تباہی اور بربادی کی شکل میں سامنے آئے گا۔ اس لیے کہا جاتا ہے۔ کہ کوئی بھی ملک کفر کی بنیاد پر تو باقی رہ سکتا ہے لیکن ظلم کی بنیاد پر باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ ظلم وناانصافی کو بہت برا جانتی ہے۔ کہ جس کا اندازہ مندرجہ ذیل حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔

((عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ''اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ، اِذَا حَكَمُوْا عَدَلُوْا، وَاِذَا عَاهَدُوْا اَوْفُوْا، وَاِنِ اسْتُرْحِمُوْا رَحِمُوْا، فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُمْ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.)) [1]

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حاکم قریش سے ہوں گے، جب وہ فیصلہ کریں گے تو انصاف کریں گے، اور جب وعدہ کریں گے تو پورا کریں گے، اور جب رحم وشفقت طلب کیے جائیں گے تو رحم وشفقت کریں گے، ان میں سے جو ایسا نہیں کرے گا اس پر اللہ کے تمام فرشتوں اور تمام

[1] مسند ابی داؤد، طیالسی، رقم: ۲۲۴۷۔ مستدرک حاکم: ۴/۵۰۱۔ حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

لوگوں کی لعنت ہو۔ان کا کوئی فرض قبول ہو گا نہ نفل۔''

(۲۴) صدقہ وخیرات کرنا:

کسی بھی معاشرے کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس معاشرہ کے خوشحال اور صاحب حیثیت لوگ وہاں کے کمزور وغریب لوگوں پر صدقہ اور خیرات کو اپنا شعار بناتے ہیں۔ کیونکہ معاشرہ میں کچھ کمزور لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی ضروریات زندگی کو پورا نہیں کر پاتے۔ ایسے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا صاحب ثروت لوگوں کی ذمہ داری ہے۔ تاکہ وہ کمزور لوگ اپنی ضروریات کو پورا کر سکیں اور معاشرے و کمیونٹی کے اندر کسی حد تک استحکام و اعتدال پیدا ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَفِيٓ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝١٩ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝٢٠﴾

(المعارج: ۱۹ تا ۲۰)

''ان کے مالوں میں ایک حصہ متعین ہے۔(صدقہ وخیرات کے لیے) سوال کرنے اور نہ کرنے والوں کے لیے، تاکہ کمزور لوگ اپنی ضروریات زندگی بہتر انداز میں پوری کر سکیں۔''

برے اخلاق

(۱) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید ہونا:

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید اور مایوس ہونا قطعاً اہل ایمان اور اہل اسلام کا طریقہ نہیں ہے، بلکہ گمراہ اور کافر قوم کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿٥٦﴾﴾ (الحجر: ۵۶)

''سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا: گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون نا اُمید ہوسکتا ہے۔''

علاوہ ازیں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گناہوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ یہ بھی ہے:

((اَلْقَنُوْطُ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ.)) [2]

''(بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید ہوجانا ہے۔''

(۲) اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنا:

اللہ تعالیٰ کے تمام بنی آدم، بلکہ تمام مخلوقات پر بے پایاں انعامات واحسانات ہیں، جو شخص

[2] طبراني کبیر، رقم: ۸۶۹۵، ۸۶۹۷، ۸۶۹۸۔ مجمع الزوائد: ۱/ ۱۳۷۔ علامہ ہیثمی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ان انعامات واحسانات کی پاسداری اور خیال کرتے ہوئے اللہ کا شکر کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے تمام اُمور میں کامیابی اور مزید ترقی عطا فرمائے گا، اور اس کے برعکس اگر وہ اللہ کی ناشکری کرنے پہ اُتر آیا جو کہ ایک بہت بڑا جرم اور گناہ ہے، تو اللہ تعالیٰ اُسے تمام انعامات سے محروم کرکے عذاب

میں مبتلا کردے گا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝﴾ (ابراھیم:۷)

''اور جب تمہارے رب نے یہ خبر دی کہ اگر تم شکر گزاری کروگے، تو بے شک میں تمھیں زیادہ دوں گا، اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقینا میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

(۳) اللہ تعالیٰ کی ذات پر جھوٹ باندھنا:

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس پر افتراء پردازی یعنی جو بات اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی، لیکن اُسے اللہ کی طرف منسوب کرنا، یقینا بہت بڑا گناہ اور ظلم ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اذیت و تکلیف پہنچانا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ (العنکبوت:۶۸)

''اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا جب حق اُس کے پاس آجائے، تو وہ اُسے جھٹلائے، کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے؟''

(۴) سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر افترا پردازی یعنی جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا، انسان کو جہنم میں لے جاتا ہے۔ چنانچہ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.)) [1]

''مجھ پر جھوٹ بولنا عام جھوٹ باندھنے کے مترادف نہیں ہے۔ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

(۵) اطاعت رسول اللہ ﷺ پر تقلید کو ترجیح دینا:

نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری تمام بنی آدم پر فرض اور لازم ہے، اس لیے کہ وہ انسانی ہدایت کا سر چشمہ ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (النساء: ۱۳)

''اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا، تو وہ اُسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اُن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔''

(۶) رسول اللہ ﷺ کی شان کو گھٹانا یا بڑھانا:

اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام انتہائی معظم ومکرم اور درجہ کے اعتبار سے تمام بنی آدم ودیگر مخلوقات سے بلند تر ہوتے ہیں، لیکن کسی اُمتی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی نبی یا رسول یعنی سیّدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الزماں پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک، کسی نبی یا رسول کے مقام ومرتبہ میں غلو اور مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہوئے اُنھیں ''مقامِ عبودیت'' سے ''مقام اُلوہیت'' تک پہنچا دے، یا اللہ کا بیٹا قرار دے، یا پھر اُن سے متعلق ''عالم الغیب'' اور ''نورٌ من نور اللہ'' کا عقیدہ قائم کرلے۔

یاد رہے کہ کسی بھی نبی یا رسول کے مقام کو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مقام سے بڑھانا یا کم کرنا اپنے ایمان کو خراب کرنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ نصاریٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ

---

❶ صحیح بخاري، کتاب الجنائز، باب مَا یُکْرَہُ مِنَ النِّیَاحَۃِ عَلَی الْمَیِّتِ، رقم: ۱۲۹۱۔ صحیح مسلم، المقدمۃ، باب تغلیظ الکذب علیٰ رسول اللّٰہ ﷺ، رقم: ۵۔

اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ ﴾ (المائدہ: ۷۲)

''یقیناوہ لوگ کافر ہوئے جنھوں نے کہا کہ بے شک ''اللہ'' مسیح ابن مریم ہی ہیں، اور مسیح نے کہا: اے بنی اسرائیل! تم لوگ اللہ کی عبادت کرو، جو میرا اور تم سب کا رب ہے۔ بے شک جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا، تو اللہ نے اُس پر جنت حرام کردی ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

نیز ایک دوسرے مقام پر یہود ونصاریٰ کا ردّ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ ﴾ (التوبہ: ۳۰)

''اور یہود نے کہا کہ عزیز اللہ کے بیٹے ہیں، اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ اُن کے منہ کی بکواس ہے، اُن لوگوں کے قول کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا تھا، اللہ اُنھیں ہلاک کردے، کس طرح حق سے پھرے جارہے ہیں۔''

غلو (زیادتی) چاہے انبیاء ورسل علیہم السلام کی عظمت وشان میں ہو یا دیگر دینی معاملات میں بہرحال ناجائز اور غلط ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ ﴾

(النساء: ۱۷۱)

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور اللہ کی شان میں حق بات کے علاوہ کچھ نہ کہو۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ

قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾

(المائدہ:۷۷)

''آپ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب! تم لوگ اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو، اور اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو، جو اس سے پہلے خود گمراہ ہو گئے، اور بہتوں کو گمراہ کیا، اور راہِ راست سے بھٹک گئے۔''

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے بھی غلو کرنے والوں کی بڑی سخت مذمت فرمائی ہے۔
چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ۔ قَالَهَا ثَلَاثًا.)) ❶

''غلو کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے تین مرتبہ یہی کلمات دھرائے۔''

نیز سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ.)) ❷

''میری تعریف میں مبالغہ مت کرنا جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ کی تعریف میں مبالغہ کیا تھا۔ میں ایک بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔''

(۷) رسول اللہ ﷺ کو اپنی جان اور مال سے زیادہ محبوب نہ سمجھنا:

نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا ایمان کا اوّلین تقاضا ہے، اور جو شخص اپنے والدین، اپنی اولاد اور مال و دولت سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا اور تمام اُمور میں اُنھیں اپنا فیصل مانتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کی ایسی محبت کے بدلہ میں اُس کے تمام

---

❶ صحیح بخاري، کتاب العلم، باب هلک المتنطعون، رقم: ۶۷۸۰.

❷ صحیح بخاري، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا﴾ (مریم: ۱۶) رقم: ۳۴۴۵.

گناہوں کو معاف کر کے اُسے جنت میں داخل کر دیتا ہے، اور یہی ایک سچے اور پکے مومن و مسلمان کی علامت ہے، اس کے برعکس جو شخص رسول اللہ ﷺ سے سچے دل سے محبت نہیں کرتا، اور انہیں اپنا مقتدیٰ اور پیشوا نہیں مانتا، وہ قطعاً صاحب ایمان نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱﴾ (آل عمران: ۳۱)

”آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہوتو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔“

نیز سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.)) [1]

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اُسے اپنے والدین، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میں محبوب نہ ہو جاؤں۔“

(۸) رسول اللہ ﷺ کا نامِ نامی سن کر درود و سلام نہ پڑھنا:

ہر مؤمن و مسلمان کا فریضہ ہے کہ جب نبی مکرم ﷺ کے اسم مبارک کی آواز اُس کے کانوں تک پہنچے تو اُسے فوراً نبی مکرم پر تحفۂ، گلدستہ درود و سلام پیش کرنا چاہیے۔ مؤمن و مسلمان تو کجا، خود اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام فرشتے بھی نبی مکرم ﷺ کو درود کے گلدستے اور سلام کے تحائف بھیجتے رہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

[1] صحیح بخاري، کتاب الإیمان، باب حب الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم، من الإیمان، رقم: ۱۵۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۱۶۹.

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ

سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾ (الاحزاب:٥٦)

''بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود وسلام بھیجو۔''

جو لوگ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پیش کرتے ہیں۔ اُن کے لیے پیغامِ مسرت ہے۔ چنانچہ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلوٰةً وَاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ.)) [1]

''جس نے میری ذات پر ایک مرتبہ درود بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا، دس گناہ معاف فرمائے گا، اور دس درجات بلند فرمائے گا۔''

(۹) روزِ قیامت کا مذاق اُڑانا اور انکار کرنا:

قیامت کا دن صرف دینِ اسلام میں نہیں، بلکہ تمام اَدیانِ عالم میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ اُس دن عدل وانصاف اور دیانت داری کا ترازو، قائم کیا جائے گا، جس میں ہر عمل، محنت، مشقت اور کاوش کا مقدارِ اخلاص کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجیے کہ قیامت کا دن تمام بنی آدم کے دنیاوی اَعمال کے نتیجہ کا دن ہے جس میں ہر آدمی کو اپنے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ، اس کے تمام رسل علیہم السلام، تمام آسمانی کتابوں اور فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے، ٹھیک اُسی طرح قیامت کے دن پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ جیسے اُن میں سے کسی ایک کے انکار سے کفر لازم آتا ہے، اسی طرح روزِ قیامت کا مذاق اُڑانے یا انکار کرنے سے بھی کفر لازم آتا ہے۔ لہٰذا جو شخص روزِ قیامت کا تمسخر کرے یا انکار کرے، تو اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[1] سنن نسائي، كتاب السهو، باب الفضل فی الصلوٰة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، رقم: ۱۲۹۵۔ علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

﴿وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝۳۲ وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۳ وَ قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۳۴﴾

(الجاثیہ: ۳۱ تا ۳۴)

''اور جب کہا جاتا تھا کہ بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے، اور قیامت کی آمد میں کوئی شبہ نہیں ہے، تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے؟ ہم اُسے ایک ظن محض سمجھتے ہیں، اور ہم اُس پر بالکل یقین نہیں کرتے ہیں۔ اور اُن کے اعمال کی برائیاں اُن کے سامنے ظاہر ہوگئیں اور جس عذاب کا وہ مذاق اُڑا رہے تھے اس نے اُنھیں گھیر لیا اور اُن سے کہا جائے گا کہ آج ہم تمھیں اُسی طرح بھول جائیں گے، جس طرح تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے، اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔''

(۱۰) عذابِ قبر کا انکار کرنا:

عذابِ قبر دین اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس کے برحق ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ جو لوگ اس عقیدہ کے برحق نہ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کا انکار کرتے ہیں، ان کا یہ عمل قرآن وسنت کی تعلیم کے صریح مخالف ہے۔

''عذابِ قبر'' برحق ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۛ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝۲۷﴾ (ابراھیم: ۲۷)

''اللہ ایمان والوں کو دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں حق بات، یعنی کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رکھتا ہے، اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے، اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

اس آیت کی تفسیر سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِيْ قَبْرِهٖ أَتَاهُ مَلِكَانِ أَذْرَقَانِ ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (ابراهيم:٢٧).)) [1]

''مؤمن جب اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے، تو اُس کے پاس دو فرشتے نیلی آنکھوں والے آتے ہیں۔ وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں تو یہ اُس فرمانِ الٰہی کی تعبیر ہے جو سورۂ ابراہیم میں ہے کہ: اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں ٹھیک بات یعنی توحید پر مضبوط رکھتا ہے۔''

اور آلِ فرعون کو صبح وشام عذاب دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝﴾ (المومن:۴۵ تا ۴۶)

''پس اسے اللہ تعالیٰ نے تمام بدیوں سے محفوظ رکھ لیا جو انہوں نے سوچ رکھی تھیں، اور فرعونیوں کو برے عذاب نے گھیر لیا، وہ لوگ صبح وشام نارِ جہنم پر پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت آئے گی، (اللہ کہے گا) فرعونیوں کو سب سے سخت عذاب میں داخل کرو۔''

اور کفار کو موت کے وقت ہی سے عذاب ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

[1] صحيح بخاري، كتاب الجنائز، رقم: ۱۳۶۹۔ مسند احمد: ۲۹۱/۴.

غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ (الانعام:۹۳)

''اور اگر آپ دیکھیں جب ظالم لوگ موت کی سختیاں جھیل رہے ہوتے ہیں، اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہتے ہیں کہ، آج ہاں اپنی جانیں نکالو تمھیں ذلت ورسوائی کا عذاب اس لیے دیا جائے گا کہ تم اللہ کے بارے میں ناحق باتیں کہتے تھے اور تم اللہ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔''

مزید فرمایا:

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ (الانفال:۵۰)

''کاش کہ آپ دیکھتے جب کہ فرشتے کافروں کی روح نکالتے ہیں، اُن کے چہروں اور اُن کی پیٹھوں پر ضربیں لگاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ چکھو تم جلنے کا عذاب۔''

عذابِ قبر کے برحق ہونے پر رسول اللہ ﷺ کے فرامین مندرجہ ذیل ہیں۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ (رضی اللہ عنہا) رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَقَالَ: نَعَمْ! عَذَابُ الْقَبْرِ، قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ صَلّٰى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ زَادَ غُنْدَرٌ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ.)) [1]

''ایک یہودی عورت اُن کے پاس آئی، اُس نے عذابِ قبر کا ذکر چھیڑ دیا اور کہا کہ اللہ تجھ کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے۔ اس پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عذابِ قبر کے بارے میں دریافت کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اُس کا جواب یہ دیا کہ ہاں، عذابِ قبر حق ہے۔ نیز سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں نے

[1] صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر، رقم: ۱۳۷۲.

کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی نماز ایسی پڑھی ہو اور اُس میں

عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ نہ مانگی ہو۔ اور امام غندر رحمہ اللہ نے اس روایت میں ''عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ'' کے الفاظ زائد بیان کیے ہیں۔''

اور سیّدنا ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَسَمِعَ صَوْتًا۔ فَقَالَ: يَهُوْدٌ تُعَذَّبُ فِي قُبُوْرِهَا.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ (ایک روز) سورج غروب ہونے کے بعد (گھر سے) نکلے تو ایک آواز سنی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود کو اُن کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔''

قرآن وحدیث میں عذابِ قبر کے متعلق جو بتایا گیا ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، مگر اس کی کیفیت اور تفصیلات میں نہیں پڑنا چاہیے، کیونکہ یہ برزخی معاملہ ہے لہٰذا جتنا بتایا گیا ہے اس پر بعینہ ایمان لانا ضروری ہے، عذاب قبر کا انکار راہِ اسلام سے فرار ہے۔

صاحبِ شرح عقیدہ طحاویہ رقمطراز ہیں:

''رسول اللہ ﷺ سے عذابِ قبر اور قبر کی نعمتوں، ان لوگوں کے لیے جو ان کے اہل ہیں، کے ثبوت کے بارے میں متواتر احادیث مروی ہیں، اسی طرح قبر میں دو فرشتوں کے سوال کے اثبات پر عقیدہ رکھنا اور ایمان لانا واجب ہے۔ ہم اس کی کیفیت پر کلام نہیں کرتے، اس لیے کہ ان امور کی واقفیت عقل کا کام نہیں ہے، اس لیے کہ اس دنیا میں یہ معمول نہیں اور شریعت ایسے امور زیر بحث نہیں لاتی جو عقلاً محال ہوں، ہاں کبھی ایسے اُمور شرع میں زیر بحث آتے ہیں جن سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ روح کا جسم کی طرف لوٹنا اس طرح نہیں جیسے دنیا میں لوٹانے کا معمول ہے، بلکہ روح کے اعادہ کا معاملہ دُنیا میں اعادے کی طرح نہیں۔'' [1]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الجنة، وصفة نعيمها وأهلها، رقم: ٧٢١٥.

امام آجری نے ''الشریعۃ'' میں باب یوں باندھا ہے:

''اَلتَّصْدِيْقُ وَالْاِيْمَانُ بِعَذَابِ الْقَبْرِ ...... ''عذاب قبر کی تصدیق اور اس پر ایمان کا بیان''

پھر اس کے بعد عذابِ قبر کے متعلق احادیث بیان کیں اور فرمایا:

((مَا أَسْوَأُ حَالِ مَنْ كَذَّبَ بِهٰذَا الْأَحَادِيْثِ لَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا وَخَسِرَ خُسْرًا مُبِيْنًا .))

''جس شخص نے ان احادیث کو جھٹلایا وہ کس قدر برے حال والا ہے، وہ تو یقینا بہت دور بھٹک گیا اور واضح نقصان اٹھانے والا بن گیا۔'' [2]

علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((وَاعْلَمْ اَنَّ سُؤَالَ مُنْكَرٍ وَنَكِيْرٍ لِلْمَيِّتِ فِي الْقَبْرِ عَنْ رَبِّهِ وَدِيْنِهِ حَقٌّ لِوُرُوْدِ الْأَحَادِيْثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .)) [3]

''یقین کرلو کہ منکر ونکیر کا میّت سے قبر میں اس کے رب اور اس کے دین کے بارے میں سوال کرنا حق ہے، اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ سے اس کے بارے میں احادیث مروی ہیں۔''

علامہ محمد بن احمد السفارینی رقمطراز ہیں:

((وَعَذَابُ الْقَبْرِ وَاِحْيَاءُ الْمَوْتٰى وَقُبُوْرِهِمْ وَمَسْئَلَةُ مُنْكَرٍ وَنَكِيْرٍ لَهُمْ ثَابِتٌ وَوَاجِبُ الْقَوْلِ بِهِ وَاَنَّهُ يُعَذَّبُ بَعْدَ اَنْ تُرَدَّ الرُّوْحُ اِلَيْهِ فَعَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ.)) [4]

---

1. شرح العقیدہ الطحاویۃ: ۲/۶۰۹، بتحقیق شعیب الارناؤط وعبد اللہ بن عبد المحسن اللہ کی، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ۔
2. الشریعۃ: ۲/۱۸۶.
3. شرح بدء الأمالی، ص: ۳۵۳.
4. لوائح الأنوار السنیۃ: ۲/۱۵۰.

''عذاب قبر اور قبروں میں مردوں کو زندہ کرنا اور منکر ونکیر کا ان سے سوال کرنا ثابت

ہے۔اس کا قائل ہونا واجب ہے اور اعادۂ روح کے بعد اس کو عذاب دیا جاتا ہے، سو عذابِ قبر حق ہے۔‘‘

امام ابوالحسن الاشعری رقمطراز ہیں:

((وَاخْتَلَفُوْا فِيْ عَذَابٍ فَمِنْهُمْ مَنْ نَفَاهُ وَهُمُ الْمُعْتَزِلَةُ وَالْخَوَارِجُ وَمِنْهُمْ مَنْ اَثْبَتَهُ وَهُمْ اَكْثَرُ اَهْلِ الْإِسْلَامِ.)) [1]

’’عذابِ قبر کے متعلق اختلاف کی نوعیت یہ ہے کہ معتزلہ اور خوارج نے اس کا انکار کیا ہے اور اہل اسلام کی اکثریت اس کی قائل ہے۔‘‘

(۱۱) تقدیر کو جھٹلانا:

عذابِ قبر کی طرح ’’مسئلہ تقدیر‘‘ بھی بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔جس طرح عذابِ قبر کے برحق ہونے پر ایمان لانا واجب ہے، اسی طرح تقدیر پر ایمان لانا بھی واجب اور ضروری ہے۔ نیز سلف وخلف رحمہم اللہ کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص تقدیر الٰہی کو پوری صداقت سے قبول کرتا ہے یعنی جس میں کسی قسم کا کوئی تردّد نہ ہو، تو وہ سچا اور پکا مؤمن ہے۔ لہٰذا جو شخص تقدیر الٰہی میں متردد (شک کرتا) ہے اُسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ ۝٤٩ وَمَآ أَمْرُنَآ إِلَّا وَٰحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِٱلْبَصَرِ ۝٥٠﴾ (القمر: ۴۹ تا ۵۰)

’’ہم نے ہر چیز کو ٹھیک اندازے کے مطابق پیدا کیا ہے، اور ہمارا حکم صرف ایک دفعہ (کا ایک کلمہ) ہی ہوتا ہے، جیسے آنکھ کا جھپکنا۔‘‘

مزید برآں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولیت انفاق کو ایمان بالقدر سے معلق کرتے ہوئے فرمایا:

((لَوْ أَنَّ اللّٰهَ عَذَّبَ أَهْلَ سَمٰوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ: عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ، وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَلَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا فِيْ

[1] مقالات الاسلامیین: ۲/۱۱۶.

سَبِيلِ اللّٰهِ مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ، وَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَأَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، فَلَوْ مِتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ.)) [1]

''اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان وزمین (میں رہنے) والوں کو عذاب دے، تو وہ اُن کے لیے ظالم نہیں ٹھہرے گا اور اگر اُن پر رحمت کرے، تو یہ اُن کے لیے اُن کے اعمال سے بہتر ہے، اگر تم اُحد پہاڑ یا اُحد پہاڑ کی مثل سونا راہِ الٰہی میں خرچ کر دو۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا، جب تک وہ (اچھی یا بری) تقدیر پر ایمان نہیں لے آتا اور اُسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو کچھ اُسے مل گیا، وہ کسی صورت میں اس سے ضائع نہیں ہو سکتا تھا، اور جو کچھ نہیں ملا وہ کسی صورت میں اس کو نہیں مل سکتا تھا، اگر تم اس عقیدے کو تسلیم کیے بغیر مر گئے، تو تمہیں ضرور آگ میں داخل کیا جائے گا۔''

(۱۲) صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو گالی دینا:

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے محبت کرنا، نہ صرف جزوِ ایمان بلکہ عین ایمان ہے۔ کیونکہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، آپ کے دین کو تقویت پہنچائی، آپ سے خیر خواہی کی الغرض کہ ہر میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے خلوص کے ساتھ دیا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو گیا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (المجادلہ: ۲۲)

''اللہ اُن سے راضی ہو گیا، اور وہ اُس سے راضی ہو گئے، وہی اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں، آگاہ رہیے کہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔''

[1] سنن أبي داؤد، کتاب السنة، باب فی القدر: ۴۶۹۹۔ علامہ البانی نے اس روایت کو ''صحیح'' کہا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر مہاجرین و انصار صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (التوبہ: ۱۰۰)

”اور مہاجرین و انصار میں سے وہ اوّلین لوگ، جنھوں نے ہجرت کرنے اور ایمان لانے میں دوسروں پر سبقت کی۔ اور وہ دوسرے لوگ، جنھوں نے اُن سابقین کی اخلاص کے ساتھ پیروی کی، اللہ اُن سب سے راضی ہوگیا، اور وہ سب اللہ سے راضی ہوگئے، اور اللہ نے اُن کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اُن میں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے، یہی عظیم کامیابی ہے۔“

جس شخص نے ان سے محبت کی، گویا اُس نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کی۔ اور اس کے برعکس یعنی جس شخص نے صحابہ کو گالی دی یا ان سے بغض رکھا گویا اُس نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا بغض رکھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ.)) [1]

”میرے اصحاب کو گالی مت دو، اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کرڈالے تو ان کے ایک مد (پیمانہ) غلہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا، اور نہ اُن کے نصف مد کے برابر۔“

علاوہ ازیں جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کا نشانہ بنائے، اُس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت برستی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

[1] صحیح بخاري، کتاب فضائل أصحاب النبی، باب قول النبی: {لو کنت متخذا خلیلا}، رقم: ۳۶۷۳.

((مَنْ سَبَّ أَصْحَابِيْ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.)) [1]

''جس نے میرے صحابہ کو گالی دی، اُس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔''

اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

((إِنَّمَا فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّي، يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا وَيُنْصِبُنِي مَا أَنْصَبَهَا.)) [2]

''فاطمہ میرا ایک حصہ ہے، جس نے اُسے تکلیف پہنچائی یا کمزور کیا، (گویا) وہ مجھے تکلیف پہنچاتا ہے اور کمزور بناتا ہے۔''

اور اسی طرح جو کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کے جہنم میں جانے کا عقیدہ رکھتا ہو، اُس کا یہ عقیدہ قطعاً بے بنیاد اور غلط عقیدہ ہے۔ اور اس کی دلیل سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے، جس میں سیّدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا ایک غلام اُن کی شکایت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور آپ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! حاطب ضرور جہنم میں داخل ہوگا۔ غلام کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا فَإِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ.)) [3]

''تو نے جھوٹ بولا، وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ وہ تو بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا ہے۔''

(۱۳) اہل بیت کا احترام نہ کرنا:

اہل بیت کا احترام اور اُن سے محبت کرنا اُسی طرح ایمان کا جزو ہے، جس طرح کہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اور اُن کا احترام کرنا جزوِ ایمان ہے، اور کوئی شخص اُس وقت تک سچا

---

[1] صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۶۲۸۵۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۲۳۴۰۔

[2] سنن ترمذي، كتاب المناقب، باب ما جآء في فضل فاطمة رضى الله عنها، رقم: ۳۸۶۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] سنن ترمذي، كتاب المناقب، رقم: ۳۸۶۴۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

مسلمان اور مؤمن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ صدق دل سے اہل بیت کا احترام نہ کرے، لیکن

افسوس کہ بعض لوگ اپنے آپ کو مؤمن وموحد کہنے کے باوجود ''مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم '' میں دخل اندازی اور پھر مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہوئے گمراہی کا شکار ہیں۔ بہرحال اہل بیت کا احترام اوران سے محبت کرنا، ایمان کا جزو ہے۔ نیز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت سے محبت کرتے تھے،تو پھرکون بدبخت ہے جواہل بیت سے محبت نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج اور اولاد کے حق میں دُعا بھی فرمائی ہے، چنانچہ سیّدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس سوال پر (کہ ہم آپ کی ذات پر کس طرح درود بھیجیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ.)) [1]

''اے اللہ! محمد اور آپ کی ازواجِ (مطہرات) اورآپ کی اولاد پر رحمت نازل فرما۔''

علاوہ ازیں سیّدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین یعنی سیّدناحسن وحسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو فرمانے لگے:

((أَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا.)) [2]

''اے اللہ! میں ان دونوں یعنی حسن وحسین سے محبت کرتا ہوں،تو بھی ان دونوں سے محبت فرما، اوراُس سے بھی محبت فرما جواُن دونوں سے محبت کرتا ہے۔''

معلوم ہوا حسنین اور دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا، محبت الٰہی کا ایک بہت بڑا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔اور جو شخص ان سے محبت نہیں کرتا، وہ محبت الٰہی کا قطعاً مستحق نہیں ہوسکتا، بلکہ گناہ گار ہوتا ہے۔

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الدعوات، باب هل يصلى على غير النبى صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۶۳۶۰.

[2] سنن ترمذي، كتاب المناقب، رقم: ۳۷۶۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''حسن'' کہا ہے، اور ابن حبان نے اس کو ''صحیح'' کہا ہے۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۵۹۲۴۔

(۱۴) اُمر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کرنا:

''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' اچھے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے بچنے کی تلقین کرنا دین اسلام کا نہایت اہم فریضہ ہے، جو لوگ اخلاص کے ساتھ اس فریضہ کی ادائیگی میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑے اجر وثواب کے مستحق ہیں۔ اور جو لوگ اس میں کوتاہی یا اس کی تبلیغ سے اعراض کرتے ہیں یا صرف گناہ کی بات کا حکم دیتے ہیں۔ وہ بلا شبہ گناہ کے مرتکب ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

''اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہو جو بھلائی کی طرف بلائے، اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے، اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

(۱۵) حدود اللہ کا مذاق اُڑانا:

دین اسلام ایک عالم گیر دین ہے، اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے لیے جہاں عقائد، اعمال اور اخلاق وغیرہ کے متعلق بیان کیا ہے، وہاں انسانی معاشرہ کی اصلاح اور اسے امن کا گہوارہ بنانے کے لیے شرعی سزاؤں اور حدود کا تعین بھی فرمایا ہے، تاکہ ظالم کے ظلم، فاسق کے فسق، مجرم کے جرم کو روکا جاسکے۔

چنانچہ ان میں سے چند مثال کے طور پر درج ذیل ہیں تاکہ اس بات کی پوری وضاحت ہو جائے کہ ان خطرناک جرائم کی سزائیں عادلانہ حکمت اور مصالح امن کے عین مطابق ہیں۔

زنا:

یہ جرم ان جرائم میں سے ایک ہے جن کی مضرتیں انسانی تمدن اور نظامِ امن پر حملہ آور ہو کر تہذیب ومعاشرت کی متاع تاراج کر ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اس کے لیے سزا بھی سخت رکھی گئی کہ اس کا مرتکب اگر شادی شدہ ہے تو اسے سنگسار کیا جائے، اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو اسے سو (۱۰۰) کوڑے لگائے جائیں۔

قذف:

کسی شریف مرد یا عورت پر زنا کی تہمت اور جھوٹا الزام لگانے سے خاندانی عداوت کا شاخسانہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے، اور انتقامی جذبے کی آگ بھڑک کر جنگ وجدال کی نوبت آجاتی ہے، علاوہ ازیں زوجین کے ازدواجی تعلقات بھی ایک بے بنیاد شبہ کی بناء پر ناخوش گوار ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا اس کے مرتکب کو اسّی (۸۰) کوڑے لگانے کا حکم صادر ہوا۔

چوری:

چوری بھی انسانوں کے لیے ہلاکت وتباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے سزا بھی سخت ترین تجویز کی گئی کہ ایسے مجرم کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

رہزنی وقزاقی:

ڈاکہ، رہزنی وقزاقی ایسی ظالمانہ حرکتوں سے لوگوں کا سکون برباد ہوجاتا ہے، اور کوئی شخص بھی جان ومال اور عصمت کو محفوظ نہیں پاتا، اور ان کی حفاظت کی فوری تدبیر سے بالکل قاصر ومجبور ہوتا ہے۔ لہٰذا اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے جلاوطنی اور قتل کی سزا رکھی گئی۔

شراب نوشی:

شراب نوشی انسانیت کو عقل سے معطل اور تعقل وتفکر سے محروم کردیتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شرابی سے عالم بدمستی میں وہ حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو انسانیت کے لیے ننگ وعار اور امن اجتماعی کے لیے مفسدہ عظیم بن جاتی ہیں۔ چنانچہ ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے جرم کی نوعیت کے مطابق (۴۰) یا (۸۰) کوڑے سزا متعین کی گئی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے کسی شخص کو بھی ان حدود میں تنسیخ وترمیم کرنے کا حق دیا ہے اور نہ تغیر وتبدل کا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ﴾ (البقرہ:۱۸۷)

''یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔''

اور جو لوگ حدود اللہ کو پھلانگتے اور ان سے تجاوز کرتے ہیں، وہ ظالم ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۲۹﴾ (البقرۃ: ۲۲۹)

''یہ اللہ کی حدود ہیں، انھیں تجاوز نہ کرو اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہی لوگ ظالم ہیں۔''

حدود اللہ سے تجاوز کرنا اپنے نفس پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ﴾ (الطلاق: ۱)

''اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا، وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا۔''

نیز حدود اللہ سے تجاوز کرنا جہنم میں جانے کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۱۴ۧ﴾ (النساء: ۱۴)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اور اس کی (مقرر کردہ) حدود سے تجاوز کرے گا، اُسے اللہ آگ میں داخل کرے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

ان مذکورہ بالا تمام قرآنی آیات سے معلوم ہوا کہ حدود اللہ کو پھلانگنا اور اُن سے تجاوز کرنا سراسر زیادتی اور ظلم ہے، بلکہ حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا شخص جہنمی ہے۔

جو لوگ حدود اللہ کی حفاظت کرتے ہیں، وہ نیک بشارت کے مستحق ہیں، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مؤمنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۲﴾ (التوبۃ: ۱۱۲)

''(مؤمنین) برائی سے روکنے والے، اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور آپ مؤمنوں کو خوشخبری دے دیجیے۔''

لیکن انتہائی افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہمارے ملک ''پاکستان'' میں فحاشی وعریانی کو فروغ دینے کی سازش کے تحت اور عورتوں کے حقوق کے استحصال کی خاطر ''تحفظِ خواتین ایکٹ'' بنایا گیا ہے، جو اللہ سے بغاوت اور کتاب وسنت میں موجود حدود اللہ سے سراسر تجاوز ہے۔ ہم بطورِ ثبوت اور نمونہ ''تحفظ خواتین ایکٹ'' ۲۰۰۶ء کا مختصر تقابلی جائزہ پیش کر دیتے ہیں۔

حدود اللہ: حدود اللہ میں ترمیم وتنسیخ کا اختیار اللہ نے کسی کو نہیں دیا۔

(الاحزاب:۳۶)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں حدود زنا اور تہمت میں ترمیم وتنسیخ کر کے اللہ کی بغاوت کی گئی ہے۔(ایکٹ نمبر ۴۵، بابت ۱۸۶۰، دفعہ ۳۶۷)

حدود اللہ: اسلام میں حد زنا کی تقسیم شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی گئی ہے۔ (صحیح بخاری)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں زنا بالرضا اور زنا بالجبر کی باطل اصطلاح گھڑی گئی ہے۔

حدود اللہ: اسلام میں زانیہ (عورت) اور زانی (مرد) کی سزا سو کوڑے مقرر ہے۔(سورۂ نور:۲)......شادی شدہ کے لیے سزا سنگسار مقرر کی گئی ہے۔'' (صحیح مسلم)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں زیادہ سے زیادہ زنا کی سزا ۵ سال قید اور ۱۰ ہزار روپے جرمانہ مقرر کی گئی ہے۔

(ایکٹ نمبر ۴۵، بابت ۱۸۶۰، نئی دفعہ ۴۹۶ ب)

حدود اللہ: اسلام میں حد زنا کے نفاذ کے لیے ۴ گواہ مقرر ہیں۔

(سورۂ نور:۴)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں زنا کی سزا کے لیے ۵ گواہ مقرر کیے گئے ہیں۔

(ایکٹ نمبر ۵، بابت ۱۸۹۸، دفعہ ۲۰۳ الف)

حدود اللہ: اسلام میں ملزم کے اعتراف پر حد زنا قائم کر دی جاتی ہے۔
(صحیح بخاری)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں ملزم کے اعتراف کو ویسے ہی نکال دیا گیا ہے۔
(ایکٹ ترمیم نمبر ۲۵)

حدود اللہ: اسلام میں قذف (تہمت زنا) کی سزا ۸۰ کوڑے اور قاذف ہمیشہ کے لیے گواہی نہیں دے سکتا ہے۔ (النور: ۴)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں زیادہ سے زیادہ تہمت زنا کی سزا ۵ سال قید اور ۱۰ ہزار جرمانہ ہے۔

(ایکٹ ترمیم نمبر ۴۵، بابت ۱۸۶۰، نئی دفعہ ۴۹۶ ج)

حدود اللہ: اسلام میں جرم ثابت ہونے پر حد کے نفاذ میں کوئی معافی نہیں دے سکتا۔ (صحیح بخاری)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں صوبائی حکومت اور صدر مجرم کو معافی دینے کے مجاز ہیں۔ (دفعہ ۴۹۶ ب، دفعہ ۴۹۶ ج)

تحفظ خواتین کی آرگنائزیشن دنیا کی خواتین کو کھلم کھلا عریانی کی ضلالت، عورت کا عورت سے شادی کرنا، خاوند کی محبت کی جگہ بوائے فرینڈ کا عارضی ساتھ، گھر کی جگہ بازارِ حُسن، گود میں اولاد کی جگہ کتیا کے بچے، اللہ تعالیٰ سے تعلق کے بجائے کلب میں ڈانس، شربِ زم زم کی جگہ شراب نوشی، اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کی جگہ ماڈلز اور اداکاری، قرآن مجید کی تلاوت کی جگہ عریاں ناچ و ڈانس، صحت وتندرستی کی جگہ بیماری اور ایڈز کی طرف دھکیل رہی ہیں۔ اور یورپ، امریکہ اور انڈیا وغیرہ ممالک میں تو عورت سے عورت غیر فطری طریقے سے اپنی شہوت کی

آگ بجھاتی ہیں اور ہمارا ئٹس آرگنائزیشن اس کے لیے فخریہ قانون دلاتی پھر رہی ہیں۔

(۱۶) مسلمان کو کافر کہنا:

کسی شخص کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو کافر قرار دے، کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے، جبکہ اُس میں کفر والی کوئی ایسی بات نہ پائی جاتی ہو، تو وہ خود کفر کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ فَقَدْ بَآءَ بِهِ أَحَدُهُمَا.)) [1]

''جب کوئی شخص اپنے بھائی سے یہ کہتا ہے: اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہوگیا۔''

(۱۷) مسلمان کو ناحق تکلیف پہنچانا:

مؤمن و مسلمان مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی شرعی سبب کے تکلیف و ایذا پہنچانا، قطعی طور پر حرام ہے۔ اور اس میں ہر وہ کام اور بات داخل ہے، جس سے مؤمن و مسلمان کی دل آزاری ہو۔ خواہ وہ بے عزتی کے حوالہ سے ہو یا کسی اور حوالہ سے۔ اور جو لوگ کسی کو ناحق ایذا پہنچاتے ہیں، وہ دنیا میں تو بدنام ہوکر رہتے ہیں، آخرت میں بھی ان کا شمار بدترین لوگوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾﴾ (الاحزاب:۵۸)

''اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر کسی قصور کے ایذا پہنچاتے ہیں، وہ بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔''

اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ.)) [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب من كفر أخاه من غير تأويل فهو كما قال، رقم: ۶۱۰۳.

[2] صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم فاحشا ولا متفحشا، رقم: ۶۰۳۲.

''اللہ کے نزدیک روزِ قیامت سب سے بدتر لوگ وہ ہوں گے، جن کے شر سے ڈرتے ہوئے لوگ اُن سے ملنا چھوڑ دیں۔''

(۱۸) مسلمان سے قطع کلامی کرنا:

مسلمانوں کے مابین قطع کلامی اور بگاڑ پیدا کرنا شیطان کا اہم ترین منصوبہ ہے۔ بہت سے لوگ جو شیطانی قدموں کے مقلد ہیں، اپنے مسلمان بھائیوں سے کنارہ کشی اختیار کر بیٹھتے ہیں۔ اور بعض اوقات تو رنجشوں اور ناراضگیوں کا سلسلہ ایک عرصہ تک قائم رہتا ہے، بلکہ بعض سخت طبیعت کے لوگ تو اپنے بھائی سے ہم کلام نہ ہونے، اور کبھی اُس کے گھر نہ جانے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں، کبھی اُسے راہ چلتے دیکھ لیں تو اُس سے اعراض کر لیتے ہیں۔

بہر حال ایسا رویہ اور عمل اسلامی معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کا انتہائی خطرناک ذریعہ ہے۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے اس سے متعلق سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ.)) [1]

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے، جس نے تین دن سے زیادہ چھوڑا اور اسی حال میں مر گیا، تو وہ جہنم میں جائے گا۔''

(۱۹) بلاوجہ لعنت کرنا:

اکثر لوگ غصے کے وقت اپنی زبانوں پر قابو نہیں رکھتے، اور بلاوجہ لعنت و ملامت کرنا شروع کر دیتے ہیں، انسانوں، چوپایوں، جمادات، ایام اور گھڑیوں، بلکہ بعض اوقات تو اپنی ذات اور اپنی اولاد تک پر لعنتیں بھیج ڈالتے ہیں، اور اس طرح شوہر، بیوی پر، اور بیوی، شوہر پر۔

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، رقم: ۴۹۱۴۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۷۶۵۹۔ المشکوٰۃ، رقم: ۵۰۳۵۔

بہر حال بلا وجہ لعن وطعن کا یہ معاملہ انتہائی خطرناک ہے، جیسا کہ سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَآءِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ، فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُوْنَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِيْ لُعِنَ، فَإِنْ كَانَ لِذَالِكَ أَهْلًا وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلَى قَائِلِهَا.)) [1]

''جب بندہ کسی پر لعنت کرتا ہے، تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے، اُس کے لیے آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی جانب گرتی ہے، تو اُس کے لیے زمین کے دروازے (بھی) بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ دائیں بائیں چکر کاٹتی ہے، جب اُسے کوئی راستہ نہیں ملتا تو جس پر لعنت کی گئی ہو، اُس کی جانب پلٹتی ہے، اگر وہ اُس کا مستحق ہو تو فبھا، وگرنہ کہنے والے کی جانب پلٹ آتی ہے۔''

(۲۰) زکوٰۃ ادا نہ کرنا:

زکوٰۃ ادا نہ کرنا سخت وعید کا سبب اور بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے، کیوں کہ زکوٰۃ دینِ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ زکوٰۃ مال داروں کے ذمہ فقراء کا حق ہے، اور مال داروں پر لازم ہے کہ اس حق کو مستحقین تک پہنچائیں۔ جو لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بھاگتے ہیں، ان کے متعلق قرآنِ مجید اور احادیث میں بڑی سخت وعید اور آخرت میں دردناک عذاب کی وعید بیان ہوئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۟﴾ (التوبہ: ۳۴)

''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں، اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں

[1] سنن ابي داؤد، كتاب الأدب، باب في اللعن، رقم: ۴۹۰۵۔ صحيح الجامع الصغير، رقم: ۱۶۷۲.

کرتے تو آپ انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے۔''

اور جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، قیامت کے روز ان کا مال گنجا سانپ بن کر ان کو ڈسے گا۔ جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ.)) [1]

''جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا، اور اُس نے اُس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے روز اُس کا مال ایسے گنجے سانپ کی شکل اختیار کرکے جس کی آنکھوں پر دو (سیاہ) نقطے ہوں گے، اُس کے گلے کا طوق بن جائے گا، پھر اُس کے دونوں جبڑے چیر کر کہے گا: میں تیرا مال اور خزانہ ہوں۔''

(۲۱) طاقت کے باوجود حج نہ کرنا:

حج دین اسلام کا پانچواں رکن اور عظیم ترین اسلامی شعار ہے، جو شخص سامانِ سفر اور زادِ راہ رکھتا ہو، اُس پر لازم ہے کہ فریضہ حج کی ادائیگی کرے۔ اور جو شخص طاقت کے باوجود اس فریضہ کی ادائیگی نہیں کرتا، وہ بہت بڑے جرم اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾﴾ (آل عمران:۹۷)

''اور اللہ کی رضا کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر فرض ہے، جو وہاں پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ اور جو کوئی کفر کرے، تو اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''

ملاحظہ :...... اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں طاقت کے باوجود حج نہ کرنے کو ''کفر'' سے تعبیر کیا ہے۔

---

[1] صحیح بخاري، کتاب الزکوٰة، باب اثم مانع الزکوٰة، رقم: ۱۴۰۳.

علاوہ ازیں امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا مقصد ہے کہ میں لوگوں کو مختلف شہروں میں بھیجوں۔ وہ دیکھیں جو لوگ باوجود مال رکھنے کے حج نہیں کرتے، ان پر جزیہ لگادیں، وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۵۲۰/۱۰)

(۲۲) بلا عذر رمضان کے روزے ترک کرنا:

رمضان المبارک کے روزے رکھنا دین اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن اور انتہائی عظیم الشان فریضہ ہے۔ جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سابقہ امتوں کی طرح اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فرض کیا ہے۔ اور جو شخص بلا عذرِ شرعی روزہ خوری کرے، اُس کے لیے بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ روزہ کی فرضیت بیان کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾﴾ (البقرہ: ۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں، ویسے ہی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔''

اور جو لوگ بلا عذرِ شرعی روزہ چھوڑ دیتے ہیں، ان کے لیے بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ؟ إِذَا رَجُلَانِ، فَأَخَذَا بِضُبْعَيَّ، فَأَتَيَابِيْ جَبَلًا وَعْرًا، فَقَالَا لِيْ: اِصْعَدْ، حَتّٰى إِذَا كُنْتُ فِيْ سَوَاءِ الْجَبَلِ، فَإِذَا أَنَا بِصَوْتٍ شَدِيْدٍ، فَقُلْتُ: مَا هٰذِهِ الْأَصْوَاتُ؟ قَالَ: هٰذَا عَوَاءُ أَهْلِ النَّارِ، ثُمَّ انْطُلِقَ بِيْ؛ فَإِذَا أَنَا بِقَوْمٍ مُّعَلَّقِيْنَ بِعَرَاقِيْبِهِمْ مُشَقَّقَةً أَشْدَاقُهُمْ، تَسِيْلُ أَشْدَاقُهُمْ دَمًا، فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ فَقِيْلَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُفْطِرُوْنَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ.)) [1]

[1] صحیح ابن حبان، رقم: ۷۴۴۸۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''میں سویا ہوا تھا، اور میرے پاس دو آدمی آئے، انھوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑا اور مجھے ایک مشکل چڑھائی والے پہاڑ پر لائے، اور دونوں نے کہا: اس پر چڑھیں۔ میں نے کہا: میں نہیں چڑھ سکتا۔ انھوں نے کہا: ہم آپ کے لیے سہولت پیدا کر دیں گے۔ پس میں چڑھ گیا، یہاں تک کہ میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا، جہاں میں نے شدید چیخ و پکار کی آوازیں سنیں۔ میں نے پوچھا: یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انھوں نے بتایا: یہ جہنمیوں کی چیخ و پکار ہے۔ پھر وہ میرے ساتھ آگے بڑھے، جہاں میں نے چند لوگ اُلٹے لٹکے ہوئے دیکھے، جن کے منہ چیرے ہوئے ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ وقت سے پہلے افطار کیا کرتے تھے۔''

(۲۳) کفار کی پیروی کرنا:

نیک لوگوں کے راستے یعنی صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر کفار کے راستے کی پیروی کرنا انتہائی خطرناک اور مہلک گناہ ہے۔ صاحبِ بصیرت اور شریعت اسلامیہ سے واقف کوئی شخص اس کھلی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت نے بہت ساری چیزوں میں کفار کی پیروی شروع کر رکھی ہے۔ سیرت، عادات و اطوار، گفتار و کردار اور چھوٹی بڑی بہت سی چیزوں میں ہم نے اہل مشرق کے ''ملاحدہ'' اور اہل مغرب کے ''لادینوں'' کی تقلید کو اپنایا ہوا ہے۔ بہر حال مسلمانوں کے لیے کسی کافر کی پیروی قطعی ناجائز اور حرام ہے۔ اور اس کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا وہ ارشاد ہے، جس میں مسلمانوں کو نماز کے دوران دعائیہ کلمات سکھائے گئے ہیں۔

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝﴾ (الفاتحہ: ۵ تا ۷)

''(اے اللہ!) ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کی راہ پر نہیں، جن پر تیرا غضب نازل ہوا، اور نہ ان کی جو گمراہ ہوئے۔''

نیز رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو ''نمازِ وتر'' میں جو دعا مانگنے کے لیے

کلمات سکھائے، ان میں اوّل کلمات یہ تھے:

((اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ.)) ❶

''اے اللہ! مجھے ان لوگوں کی راہ پر چلا، جنھیں تو نے راہ دکھائی۔''

ان پر دو دلیلوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک اور صالح بندوں کا راستہ الگ ہے یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار کا راستہ الگ ہے۔

(۲۴) سود خوری:

سود خوری کبیرہ گناہوں میں سے ایک بہت بڑا گناہ ہے، تاہم اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں سود خوروں کے علاوہ کسی دوسرے سے اعلانِ جنگ نہیں فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۲۷۸ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۲۷۹ ﴾ (البقرہ: ۲۷۸ تا ۲۷۹)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور جو سود لوگوں کے پاس باقی رہ گیا ہے، اگر ایمان والے ہو، تو اُسے چھوڑ دو۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا، تو اللہ سے اور اُس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

بہر حال تجارت اور ملکی سطح پر غور و فکر کرنے والے شخص کے لیے ان تباہ کاریوں اور ہلاکت آفرینیوں کا ادراک قطعاً مشکل نہیں، جو صرف اور صرف سودی لین دین کی پیدا کردہ ہیں۔ جن میں افلاس، قرضوں کی ادائیگی سے عاجزی، اقتصادی ڈھانچے میں کمزوری اور معاشرے میں غربت و مفلسی اور امارت کے تعلق سے طبقاتی کشمکش کا وجود میں آنا وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اور ایسے میں نتیجتاً ملک کا بہتر سرمایہ چند افراد کے ہاتھوں میں گردش کرتا رہتا ہے، لیکن اس کھلی حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ سود خوروں میں اکثر لوگ محرومیوں کی عبرت ناک تصویر بن کے رہ جاتے ہیں۔ اور شاید یہ اس برے انجام کی ایک جھلک ہے، جو سود خوروں کے اللہ تعالیٰ

❶ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة، رقم: ۳۳۲۷.

کے ساتھ اعلانِ جنگ کی انتہائی سخت وعید اور تنبیہ کی صورت میں موجود ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے فرمانِ عالی شان کے مطابق سودی کاروبار میں شرکت کرنے والے تمام افراد لعنت کے مستحق ہیں۔ چنانچہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ؛

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا ، وَمُوكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَيْهِ، وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ.)) [1]

"رسول مکرم ﷺ نے سود کھانے والوں، کھلانے والوں، لکھنے والوں اور گواہی دینے والوں سب پر لعنت فرمائی ہے، بلکہ فرمایا کہ یہ سب برابر کے گناہ گار ہیں۔"

معلوم ہوا کہ سودی کاروبار میں معاونت کرنے والے جملہ اُمور قطعاً ناجائز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بنک میں ملازمت کرنا بھی حرام ہے۔

یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ سود کی حرمت تمام افراد کے لیے عام ہے، چاہے کوئی سرمایہ دار ہو، یا فقیر، مسکین، یا کوئی بھی شخص اس حرمت کے حکم سے خالی نہیں ہے۔

امر واقع شاہد ہے کہ کتنے ہی سرمایہ داروں، اور بڑے بڑے تاجروں کو سود نے مفلس بنادیا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((دِرْهَمُ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ، أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً.)) [2]

"جو آدمی سود جاننے کے باوجود اُس کا ایک درہم کھاتا ہے (وہ اُس کے لیے) چھتیس مرتبہ کے زنا سے زیادہ بھاری اور سخت ہے۔"

سود کھانے والے حضرات اس حدیث پر ذرا غور فرمائیں، اور سود کا کم سے کم وبال یہ ہے کہ سود والا مال گنتی میں کتنا ہی زیادہ ہوجائے، مگر اُس کی برکت قطعی طور پر ختم ہوجاتی ہے، جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب لعن آکل الربا ومؤکله، رقم: ۴۰۹۳.

[2] مسند أحمد: ۲۲۵/۵، رقم: ۲۱۹۵۷ـ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۳۳۷۵ـ سلسلة الأحادیث الصحیحة، رقم: ۱۰۳۳.

((مَا أَحَدٌ أَكْثَرَ مِنَ الرِّبَا إِلَّا كَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهِ إِلَى قِلَّةٍ.)) ❶

''سودی مال خواہ کتنا ہی زیادہ ہو، مگر اس کا انجام سوائے کمی کے کچھ نہیں ہوتا۔''

(۲۵) رشوت لینا اور دینا:

رشوت لینا اور دینا کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی آدمی کو اُس کے حق سے محروم کرنے یا کوئی ناجائز اور غیر قانونی کام نکلوانے کی غرض سے حاکم یا جج صاحبان یا کسی بھی صاحبِ عہدہ کو رشوت دینا، اور اُس کا رشوت کو قبول کرنا، انتہائی گھٹیا جرم ہے، اس لیے کہ اس قسم کے کام فیصلوں میں ناانصافی کرنے، صاحب حق پر ظلم وستم ڈھانے، اور کرۂ ارض پر فتنہ بپا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝١٨٨﴾ (البقرہ: ۱۸۸)

''اور تم اپنے اموال آپس میں ناحق نہ کھاؤ، اور نہ معاملہ حکام تک اس غرض سے پہنچاؤ، تاکہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ ناجائز طور پر جانتے ہوئے کھا جاؤ۔''

اور رسول مکرم ﷺ نے فیصلے میں رشوت دینے اور لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے، جیسا کہ سیّدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ فِي الْحُكْمِ.)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو فیصلہ کرتے یا کراتے ہوئے رشوت لیں یا دیں۔''

افسوس کہ دورِ حاضر میں رشوت کا دائرہ وسیع پیمانے پر پہنچ چکا ہے، ملازمت پیشہ افراد تو اپنی

❶ سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، رقم: ۲۲۷۹۔ مستدرک حاکم: ۳۷/۲، رقم: ۲۳۹۰۔ حاکم اور علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن الترمذي، کتاب الأحکام، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم، رقم: ۱۳۳۶۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ماہانہ تنخواہ سے کہیں زیادہ رشوت سے کما لیتے ہیں، اور ان کے بیشتر معاملات رشوت کے لین دین سے شروع ہوتے ہیں، اور اسی پر اختتام پذیر ہوتے ہیں۔ یہ مرض ملازمین کی تباہی کا ایک بہت بڑا محرک ہے، اچھا عہدہ صرف اُسی شخص کو نصیب ہوتا ہے جو کسی اہلکار کی مٹھی گرم کرے، جو ایسا نہ کر سکے وہ اچھے عہدے سے بالکل محروم رہتا ہے۔ اور اس کے برعکس جو لوگ بذریعہ رشوت اپنے معاملات چلاتے ہیں، یہ رشوت کے ذریعے تو بڑے بڑے عہدوں پہ فائز ہوتے ہیں، اور پھر اپنے منصب کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے لوگوں کی حق تلفی کرتے ہیں، اور کہیں پہلے فارغ ہو کر واپس چلے جاتے ہیں۔

اس طرح کے ظالم اور سخت دل لوگوں کا رسول اللہ ﷺ کی اس بددعا کا نشانہ اور ہدف بنتے ہوئے رحمت الٰہیہ سے دھتکار دیا جانا کچھ بعید از عقل یا تعجب خیز نہیں ہے۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ.)) ❶

”رشوت دینے اور لینے والے (دونوں پر) اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔“

(۲۶) زمین پر ناجائز قبضہ کرنا:

جب انسان کے دل سے اللہ تعالیٰ کا خوف ختم ہو جائے، تو انسان کی نفسی اور ذہنی قوت اُس کے لیے وبالِ جان بن جاتی ہے، اس لیے کہ وہ اُس نفسی اور ذہنی قوت کو لوگوں پر ظلم ڈھانے اور ان کے اموال پر قبضہ کرنے میں استعمال کرتا رہتا ہے۔ ان مظالم میں سے ایک بہت بڑا ظلم دوسروں کی زمینوں اور جائیدادوں پر ناجائز قبضہ اور انھیں غصب کرنا ہے، جبکہ اس گناہ کی اسلام میں بڑی بھیانک سزا مقرر ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِلٰى سَبْعِ أَرْضِيْنَ.)) ❷

---

❶ سنن ابن ماجه، كتاب الاحكام، باب التغليظ في الحيف والرشوة، رقم: ۲۳۱۳۔ صحيح الجامع الصغير، رقم: ۵۱۱۴.

❷ صحيح بخاري، كتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيئًا من الأرض، رقم: ۲۴۵۴.

''جس شخص نے ناحق کسی کی زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی دبالیا، تو قیامت کے روز اُسے سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔''

(۲۷) سفارش کے عوض تحفہ قبول کرنا:

یقیناً کسی شخص کا لوگوں کے درمیان صاحب مقام ومرتبہ ہونا، اُس پر اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، بشرطیکہ اُس کا شکر بجالائے، شکر بجالانے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے اس مقام ومرتبہ کو لوگوں کو نفع پہنچانے میں صرف کرے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے عموم سے ظاہر ہوتا ہے۔

((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ.)) [1]

''تم میں سے جو شخص اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو، تو ضرور پہنچائے۔''

جو شخص اپنے مقام ومرتبہ کے سبب اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچائے، جس میں شرعاً کوئی قباحت نہ ہو، تو وہ اللہ کے ہاں اجر وثواب کا مستحق ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِشْفَعُوْا فَلْتُؤجَرُوْا.)) [2]

''تم سفارش کردیا کرو، تمھیں اس کا ثواب مل جائے گا۔''

(۲۸) سرکاری خزانے میں خرد برد کرنا:

سرکاری خزانہ یعنی بیت المال میں قوم کے فقراء اور غرباء کا حق ہوتا ہے، اور اسے ملکی کاموں پر بھی صرف کیا جاتا ہے، اور جو کوئی اس میں خرد برد کرے، وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے بیت المال میں خورد برد کرنے سے نہ صرف غربا اور فقراء کی حق تلفی ہوتی ہے، بلکہ ملکی ضروریات کو پورا کرنے میں بھی حرج ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول

---

[1] صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین والنملة والحمة والنظرة، رقم: ۵۷۲۷۔

[2] صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضًا، رقم: ۶۰۲۷، ۶۰۲۸۔

معظم ﷺ نے انھیں ارشاد فرمایا:

((قُمْ عَلٰی صَدَقَةِ بَنِیْ فُلَانٍ، وَانْظُرْ لَا تَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِبَکْرٍ تَحْمِلُهٗ عَلٰی عَاتِقِکَ لَهٗ رُغَاءٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِصْرِفْهَا عَنِّیْ۔ فَصَرَفَهَا عَنْهُ.)) [1]

''تم جاؤ اور فلاں قبیلے کی زکوٰۃ جمع کر کے لاؤ۔ (لیکن ایک بات کا خیال رکھنا) قیامت کے روز ایسی حالت میں نہ آنا کہ تمہاری گردن پر جوان اُونٹ ہو جو بلبلا رہا ہو۔ سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیجیے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں سبکدوش فرما دیا۔''

(۲۹) یتیم کا مال کھانا:

ہر مسلمان کا، بلکہ ہر آدمی کا فریضہ ہے کہ وہ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک ان سے شفقت اور مہربانی کا سا معاملہ کرے، بالخصوص جو شخص ان کے مال کی سرپرستی اور نگہداشت کے لیے مقرر ہو تو اُس پر بالا ولیٰ لازم ہے کہ وہ ان سے اچھا سلوک کرے۔ اور جو شخص اچھا سلوک کرنے کی بجائے یتیم بچوں کا مال ناجائز طریقے سے ہڑپ کر جائے، تو وہ شخص نہایت سخت گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے، اور اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝۱۰ ﴾ (النساء: ۱۰)

''جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتی آگ کا مزہ چکھیں گے۔''

اور سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَرْبَعٌ: حَقٌّ عَلَی اللّٰهِ أَنْ لَا یُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ، وَلَا یُذِیْقَهُمْ نَعِیْمَهَا: مُدْمِنُ

---

[1] مسند أحمد: ۵/ ۲۸۵، رقم: ۲۲۴۶۱۔ شیخ شعیب ارناؤط نے اسے ''صحیح لغیرہ'' کہا ہے۔ مسند البزار، رقم: ۳۷۴۷۔

الْخَمْرِ، وَ آكِلُ الرِّبَا، وَ آكِلُ مَالِ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَالْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ.)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ وہ چار آدمیوں کو جنت میں داخل نہیں کرے گا، اور نہ وہاں کی نعمتوں کا انھیں مزہ چکھائے گا، (وہ چار قسم کے لوگ مندرجہ ذیل ہیں:)

۱: مسلسل شراب پینے والا یعنی عادی شرابی۔ ۲: سود کھانے والا۔ ۳: یتیم کا مال ناجائز طریقے سے کھانے والا۔ ۴: اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا۔''

(۳۰) حرام مال کھانا:

باطل طریقے سے کسی کا مال ہڑپ کرنا قطعی ناجائز وحرام اور مہلک ترین گناہِ کبیرہ ہے، جو شخص اس گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس کی کوئی دُعا قبول نہیں ہوتی، اور مزید یہ کہ ایسا شخص قیامت کے روز جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرہ:۱۸۸)

''اور تم اپنے اموال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔''

اور سیّدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُوا۟ مِنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَٱعْمَلُوا۟ صَٰلِحًا إِنِّى بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝﴾ (المؤمنون:۵۱) وَقَالَ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُلُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ﴾ (البقرة:۱۷۲) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ، أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَآءِ، يَا رَبِّ يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ

[1] مستدرک حاکم، رقم:۲۳۰۷۔ امام حاکم نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

لِذٰلِکَ؟.)) ❶

''اے لوگو! اللہ پاک ہے، پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی اُسی بات کا حکم دیا ہے، جس کا اپنے رسولوں کو حکم دیا تھا:

''اے میرے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، بے شک میں تمہارے عملوں کو خوب جانتا ہوں۔''

اور اہل ایمان سے کہا: ''اے ایمان والو! ہماری عطا کردہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔''

پھر آپ نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا جو ایک طویل سفر طے کرتا ہے اور بکھرے بال، پراگندہ حالت والا ہوتا ہے، اور آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر صدا لگاتا ہے: اے میرے پالنہار! اے میرے پروردگار! حالانکہ اُس کا کھانا حرام، اُس کا پینا حرام، اُس کا پہننا حرام، (حتی کہ) اُس کی ساری غذا حرام ہوتی ہے، پھر بھلا اُس کی دُعا کیسے مقبول ہوگی؟''

(۳۱) ناپ تول میں کمی کرنا:

ایک دوسرے پر رحم دلی، اور ہمدردی اسلامی اخوت کا فریضہ، اور اُس کا اہم ترین تقاضا ہے۔ اور اسلامی اخوت ہی نہیں، انسانی اخوت بھی اس کا تقاضا کرتی ہے کہ لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں اخلاص رکھنا چاہیے، اور آپس میں ناپ تول اور پیمائش میں قطعی طور پر کمی نہیں کرنی چاہیے۔ لہٰذا جو لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، وہ جرم عظیم کے مرتکب ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے مقدر میں ''ہلاکت'' لکھ رکھی ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مختلف مقامات پر مختلف انداز میں ناپ تول میں کمی کرنے سے منع فرمایا ہے، جن میں سے چند ایک مقامات ہم ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

﴿وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۳۵﴾ (بنی اسرائیل: ۳۵)

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، رقم: ۱۰۱۵.

''اور جب ناپو تو پیمانہ بھر کر دو، اور درست ترازو سے وزن کرو، یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔''

(۳۲) دھوکہ، فریب دینا:

اسلامی اور انسانی اخوت کا تقاضا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے اچھا اور مخلصانہ برتاؤ رکھے۔ جس میں کسی قسم کی دھوکہ دہی ہو، اور نہ فریب کاری۔ اور اس کے برعکس جو شخص کسی کے ساتھ دھوکہ اور فریب دہی کرتا ہے، وہ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے، چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا .)) [1]

''جس نے ہمیں دھوکہ دیا، وہ ہم میں سے نہیں۔''

(۳۳) دھوکے سے بولی بڑھانا:

ویسے تو دھوکے کی بہت ساری صورتیں ہیں، لیکن ان میں سے ایک اہم اور بڑی صورت یہ بھی ہے کہ ''انسان دھوکے سے اپنے مال کی بولی بڑھائے۔''

''بیع نجش'' عقدِ بیع کی ایک قسم ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ایک ایسا آدمی جو سودے کا خریدار نہیں ہے، لیکن قیمت میں اضافہ کرکے بولی دیتا ہے، تاکہ دوسرے شخص کو دھوکے میں ڈال کر اُسے مہنگے داموں سودا خریدنے پر آمادہ کرے۔ ایسے لوگ اکثر طور پر دکانداروں سے ملے ہوتے ہیں۔ اس طرح کسی کو دھوکہ دے کر خرید و فروخت کرنا سخت ممنوع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بیع نجش'' سے منع فرمایا ہے:

((لَا تَنَاجَشُوْا .)) [2] ...... ''بیع نجش مت کرو۔''

(۳۴) خیانت کرنا:

امانت میں خیانت کرنا، بہت بڑا گناہ ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس فعلِ بد کے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: '' من غشنا فلیس منا '' رقم: ۲۸۳.

[2] صحیح بخاري، کتاب البیوع، باب لا یبیع علی بیع أخیه ... الخ۔ رقم: ۲۱۳۹.

ارتکاب سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝﴾ (الانفال:۲۷)

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو، اور جانتے ہوئے اپنے پاس موجود امانتوں میں خیانت نہ کرو۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.)) [1]

''منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب بات کرے جھوٹ بولے۔ (۲) جب وعدہ کرے، تو خلاف ورزی کرے۔ (۳) اور جب اُس کے پاس (کوئی) امانت رکھی جائے، تو خیانت کرے۔''

(۳۵) ظلم کرنا:

کسی پر ظلم وستم کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اور خصوصاً انسان پر ظلم کرنا، اس کی عزت وتکریم مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا جو لوگ کسی پر ظلم وستم ڈھاتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ (الشوریٰ:۴۲)

''الزام ان لوگوں پر ہے، جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، اور زمین میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں، انہی کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی مذمت میں ارشاد فرمایا:

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق، رقم: ۳۳.

((اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ❶

''ظلم کرنے والے کے لیے قیامت کے روز اندھیرے ہوں گے۔''

معلوم ہوا قیامت کے روز ظالم نور سے محروم ہوگا۔ اندھیرے پر اندھیرا یعنی ان اندھیروں میں وہ دھکے کھاتا اور سرگرداں پھرے گا۔

(i) حاکم وقت کا رعایا پر ظلم کرنا:

حاکم وقت کا رعایا پر ظلم کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ چنانچہ سیّدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنُصْحِهِ [إِلَّا] لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.)) ❷

''جس آدمی کو اللہ تعالیٰ عوام کا نگہبان بنائے، اور وہ ان کی خیر خواہی نہ کرے، تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔''

(ii) جانوروں پر ظلم کرنا:

جانور بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی کسی بھی مخلوق پر ظلم کرنا، بہت بڑا جرم ہے اور جو شخص اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے، وہ اوّلاً: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کا مستحق ہے، اور ثانیاً: یہ کہ ایسا جرم انسان کو جہنم میں لے جانے کا سبب ہے۔ چنانچہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِي وَسَمَهُ.)) ❸

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گدھا گذرا جس کے منہ کو داغا گیا تھا، تو آپ نے

---

❶ صحيح بخاري، كتاب المظالم، باب الظلم ظلمات يوم القيامة، رقم: ٢٤٤٧۔

❷ صحيح بخاري، كتاب الأحكام، باب من استرعى رعية فلم ينصح، رقم: ٧١٥٠۔

❸ صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينه، باب النهى عن ضرب الحيوان فى وجهه وسمه فيه، رقم: ٥٥٥٢۔

فرمایا: اللہ اُس پر لعنت کرے جس نے اسے داغا ہے۔''

نیز سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ.)) [1]

''ایک عورت ''بلی'' کی وجہ سے جہنم میں گئی۔ اُس نے بلی کو باندھ دیا، اور اُسے کھانا دیا، نہ اُسے چھوڑا کہ وہ چل پھر کر زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی۔''

(۳۶) احسان جتلانا:

کسی کے ساتھ نیکی کر کے احسان جتلانا بہت بڑا گناہ ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ ﴾

(البقرہ: ۲۶۴)

''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر ضائع نہ کرو۔''

(۳۷) غیبت:

کسی کی غیبت کرنا گناہِ کبیرہ ہے، اور اس گناہ کا ارتکاب کرنا گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غیبت سے منع فرمایا ہے، نیز اپنے بندوں کو غیبت سے متنفر کرنے کے لیے ایک ایسی مثال بیان فرمائی، جس سے بلاشک وشبہ دل میں کراہت غیبت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ ﴾ (الحجرات: ۱۲)

''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا

---

[1] صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب إِذَا وقع الذباب في شراب أحدكم فيلغمسه ... الخ، رقم: ۳۳۱۸۔

گوشت کھانا گوارہ کرے گا، تم اُسے بالکل گوارا نہیں کرو گے۔''

غیبت کیا ہے؟ اس کی تعریف کے لیے رسول مکرم ﷺ کا ارشاد ملاحظہ ہو:

((اَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟ قَالُوا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ. قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ.)) [1]

''کیا تم جانتے ہو، ''غیبت'' کسے کہتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا ایسی بات کے ساتھ ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو، غیبت ہے۔'' کسی نے کہا: اگر میرے بھائی میں وہ عیب پایا جاتا ہو تو؟ فرمایا: جو عیب تم بیان کر رہے ہو، اگر وہ اُس میں پایا جاتا ہے تو تم نے اُس کی غیبت کی، اور اگر وہ اُس میں نہیں پایا جاتا، تو تم نے اُس پر بہتان تراشا۔''

(۳۸) چغل خوری:

چغل خوری بھی بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے، اس لیے کہ فساد کی غرض سے ایک دوسرے کی باتیں بطورِ چغلی بیان کرنا، ہمیشہ سے انسانی تعلقات کی خرابی اور دلوں میں بغض وعداوت کی آگ جلانے کا ذریعہ اور سبب رہا ہے۔ لہٰذا چغل خوری کا ارتکاب جنت میں داخل نہ ہونے اور عذاب قبر میں مبتلا ہونے کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ نے چغل خور کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝١٠ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ۝١١ ﴾

(القلم: ۱۰ تا ۱۱)

''اور آپ ہر زیادہ قسم کھانے والے ذلیل انسان کی بات نہ مانیں۔ جو عیب جوئی کرنے والا، چغلی کھانے والا ہے۔''

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الغیبة، رقم: ۶۵۹۳.

اور سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ.)) ❶

''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

(۳۹) پڑوسیوں سے بدسلوکی:

پڑوسیوں سے بدسلوکی کرنا اور انہیں ستانا انتہائی سنگین جرم ہے، اور جو شخص اِس جرم کا مرتکب ہے، اُس کا دل ایمان کی حلاوت اور چاشنی سے خالی ہے، اللہ تعالیٰ نے پڑوسیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝﴾ (النساء:۳۶)

''اور اللہ کی عبادت کرو، اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اور رشتہ داروں اور یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی، پہلو سے لگے ہوئے دوست، مسافر، غلام اور لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، بے شک اللہ اکڑنے والے اور بڑا بننے والے کو پسند نہیں کرتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پڑوسیوں سے حُسنِ سلوک کرنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، اور ان سے بدسلوکی کرنے اور انہیں ستانے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ سیّدنا ابوشریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ.)) ❷

''جو شخص اللہ اور آخرت کے روز پر ایمان رکھتا ہے، اُسے اپنے پڑوسی کے ساتھ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب مایکرہ من النمیمة، رقم:۶۰۵۶۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار والضیف، رقم:۱۷۶.

حسن سلوک کرنا چاہیے۔''

(۴۰) مزدور کو پوری اجرت نہ دینا:

مزدور کو اُس کی پوری اُجرت (خواہ مخواہ) وقت پر ادا نہ کرنا، بڑا سخت گناہ ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے مزدور کو اُس کی اجرت جلد از جلد ادا کرنے کی ترغیب دی ہے، چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَعْطُوا الْأَجِيْرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ.)) [1]

''مزدور کو اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اُس کی مزدوری ادا کرو۔''

(۴۱) قرض ادا نہ کرنا:

طاقت کے باوجود قرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا، انتہائی سخت گناہ ہے، قرض دراصل ایک امانت ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے امانت کی ادائیگی کا بڑا سختی کے ساتھ حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ (النساء:۵۸)

''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُن کے مالکوں تک پہنچا دو۔''

ہمارے معاشرے میں جہاں دوسری بہت سی خرابیاں پھیلی ہوئی ہیں، وہاں ایک خرابی قرض کی ادائیگی میں مجرمانہ غفلت برتنے کی بھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے قرض کے ہیبت ناک انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَائَهَا أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ.)) [2]

''جو کوئی لوگوں سے بطورِ قرض مال لے اور اُسے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، تو اللہ

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الرهن، باب أجر الأجير، رقم: ۲۴۴۳۔ مشكوة المصابيح، رقم: ۲۹۸۷۔ إرواء الغليل، رقم: ۱۴۹۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحيح بخارى، كتاب الاستقراض، باب من أخذ أموال الناس يريد ادائها واتلافها، رقم: ۲۳۸۷۔

تعالیٰ اُسے ادئیگی کی طاقت بخش دیتا ہے، اور جو کوئی لوگوں سے قرض ہڑپ کرنے کے ارادے سے لے، تو اللہ تعالیٰ اُسے ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔''

(۴۲) چوری کرنا:

کسی کا مال چرانا انتہائی سنگین جرم اور بڑا گناہ ہے، شریعتِ اسلامیہ نے اِس جرم کی بڑی سخت سزا مقرر فرمائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (المائدہ:۳۸)

''چور اور چورنی کے ہاتھ کاٹ دیا کرو، یہ اُن کے کیے کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے عذاب کے طور پر، اور اللہ قوت وحکمت والا ہے۔''

نیز جو شخص چوری کرتا ہے، وہ اُس وقت مؤمن نہیں رہتا، جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَلَا يَسْرِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ.)) [1]

''اور جب چور چوری کرتا ہے، تو وہ مؤمن نہیں رہتا۔''

(۴۳) ڈاکہ ڈالنا:

زبردستی کسی کا مال چھیننا اور راہ گیر مسافروں کو لوٹنا بڑا سخت گناہ ہے اور جو شخص اِس گناہ کا مرتکب ہے، اُس کے لیے دنیا ورآخرت دونوں میں دردناک عذاب کی وعید ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝﴾
(المائدہ:۳۳)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب ما یحذر من الحدود، رقم: ٦٧٧٢.

''جولوگ اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں، اور زمین میں فساد پھیلانے میں لگے رہتے ہیں، اُن کا بدلہ یہ ہے کہ اُنہیں قتل کر دیا جائے، یا اُنہیں سولی پر چڑھا دیا جائے، یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں، یا اُنہیں جلاوطن کر دیا جائے، یہ رسوائی اُن کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں انہیں عذاب عظیم دیا جائے گا۔''

واضح ہو کہ یہ آیت، آیتِ ''محاربہ'' کہلاتی ہے، اُس کا شرعی اصطلاح میں اطلاق کفر، ڈاکہ زنی اور لوٹ مار وغیرہ پر ہوتا ہے، نیز جو شخص ڈاکہ ڈالتا اور لوٹ مار کرتا ہے، وہ ایمان سے باہر ہو جاتا ہے، یعنی کامل مؤمن نہیں رہتا، جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ.)) [1]

''جب بھی کوئی لوٹنے والا لوٹتا ہے کہ لوگ ترستی ہوئی نگاہ سے اُسے دیکھ رہے ہوں، تو وہ مؤمن نہیں رہتا۔''

(۴۴) جوا کھیلنا:

جوا کھیلنا گناہِ کبیرہ اور حرام ہے، خواہ وہ تاش پتوں کی صورت میں ہو، شطرنج کی صورت میں ہو، چوسر کی صورت میں ہو، میچ فکسنگ کی صورت میں ہو، پرچی بانڈز کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں، بہر صورت ہر قسم کا جوا حرام ہے، اس لیے کہ یہ ایک شیطانی فعل ہے جو معاشرے کا امن و سکون خراب کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں لڑائی جھگڑا اور نفرت پیدا کرنے کا سبب بھی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ''جوئے'' کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾﴾ (المائدہ: ۹۰)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب مایحذر من الحدود، رقم: ۶۷۷۲۔

''اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، وہ پتھر جن پر بتوں کے نام سے جانور ذبح کیے جاتے ہیں، اور فال نکالنے کے تیر، ناپاک ہیں، اور شیطان کے کام ہیں۔ پس تم اُن سے بچو، شاید کہ تم کامیاب ہوجاؤ۔''

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَوٰةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴾

(المائدہ: ۹۱)

''بے شک شیطان شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کرنا چاہتا ہے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دینا چاہتا ہے، تو کیا تم لوگ (اب) باز آجاؤ گے۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيَّ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوبَةَ.)) ❶

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھ پر شراب، جوا اور شطرنج حرام قرار دیا ہے۔''

مذکورہ بالا تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ جوا کھیلنا حرام ہے، بلکہ جوا کھیلنا تو کجا اُس کے کھیلنے کی دعوت دینا بھی باعث گناہ ہے، جس کی تلافی صدقہ کرنا ہے۔ اِس کی دلیل وہ حدیث ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ.)) ❷

''جو شخص اپنے ساتھی سے کہے: آؤ جوا کھیلیں، تو اُسے چاہیے کہ صدقہ کرے، (تا کہ وہ اُس گناہ کا کفارہ بن سکے)''

(۴۵) شراب نوشی:

ہر قسم کی شراب اور نشہ آور چیزوں کا استعمال قطعی حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اللہ تعالیٰ نے

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الأشربہ، باب الأوعیۃ، رقم: ۳۶۹۶۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب من لم یر اکفار من قال: ذلک متأولا أو جاھلا، رقم: ۶۱۰۷۔

شراب نوشی سے اجتناب کرنے کا قطعی حکم فرمایا ہے، اور اُس کے حرام ہونے پر قوی اور پختہ دلیل مندرجہ ذیل ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ۝﴾ (المائدہ: ۹۰ تا ۹۱)

''اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، وہ پتھر جن پر بتوں کے نام سے جانور ذبح کیے جاتے ہیں، اور فال نکالنے کے تیر ناپاک ہیں، اور شیطان کے کام ہیں، پس تم اُن سے بچو شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ بے شک شیطان شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کرنا چاہتا ہے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دینا چاہتا ہے، تو کیا تم لوگ (اب) باز آجاؤ گے۔''

حدیث میں شراب نوشی کرنے والے کے لیے بڑی سخت وعیدہ وارد ہوئی ہے، چنانچہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ عَلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ عَهْدًا لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ أَوْ عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ.)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے اپنے اوپر عہد کر رکھا ہے کہ جو نشہ آور اشیاء استعمال کرتے ہیں، اُنہیں ''طینۃ الخبال'' میں سے ضرور پلائے گا، صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ''طینۃ الخبال'' کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جہنم کا پسینہ اور اُن کی گندگیوں کا نچوڑ۔''

اور سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الأشربہ، باب بیان أن کل مسکر خمر وأن کل خمر حرام، رقم: ۵۲۱۷۔

((وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ مُسْكِرًا، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاتُهُ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا، وَإِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ عَادَ فَشَرِبَ فَسَكِرَ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً فَإِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ عَادَ فَشَرِبَ فَسَكِرَ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً، فَإِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ عَادَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ رَدْغَةِ الْخَبَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا رَدْغَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: عُصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ.)) [1]

''جس شخص نے شراب نوشی کی اور نشہ میں مست ہوگیا، پس چالیس روز تک اُس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی، اور اگر اِس حال میں مرگیا، تو (سیدھا) جہنم میں جائے گا، اور اگر توبہ کر لی، تو اللہ تعالیٰ اُسے معاف فرما دے گا، اگر دوبارہ شراب نوشی کی اور نشہ میں مست ہوگیا، تو اللہ تعالیٰ اُس کی مزید چالیس روز تک کوئی نماز قبول نہیں کرے گا، اور اگر اسی حالت میں مرگیا تو (سیدھا) واصل جہنم ہوگا، اور اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا، اور اگر پھر اُس نے شراب نوشی کی تو اللہ تعالیٰ اُس کی مزید چالیس روز تک کوئی نماز قبول نہیں فرمائے گا، اگر اسی حالت میں مرگیا، تو واصل جہنم ہوگا اور اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا، اگر (چوتھی بار) پھر شراب نوشی کی تو پھر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اُسے روزِ قیامت ''ردغبۃ الخبال'' میں سے پلائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ردغبۃ الخبال کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جہنم (کے زخموں کی گندگیوں) کا نچوڑ ہے۔''

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الأشربه، باب من شرب الخمر، لم تقبل له صلوة، رقم: ۳۳۷۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

(۴۶) تمباکو نوشی:

اسلام نے جہاں دیگر نشہ آور چیزوں کا استعمال ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، وہاں تمباکو نوشی یعنی حقہ و سگریٹ وغیرہ کا استعمال بھی ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، کیونکہ تمباکو نوشی کا استعمال انسان کو بدنی اور مالی نقصانات سے دوچار کر دیتا ہے، جو کہ اسلامی تعلیمات کے صریح مخالف ہے۔

چنانچہ پروفیسر ڈائمنڈ انسانوں کی بیس ہزار مختلف حالتوں پر بڑی دیر تک ایک لمبی مدت تحقیق اور ریسرچ کرتے رہے، اُن میں سے اسراف (فضول خرچی) کرنے والے، اعتدال کی راہ والے اور برائیوں سے باز رہنے والے بھی تھے۔ پروفیسر صاحب نے جان ہوپکنز یونیورسٹی میں اُن میں سے ہر ایک کی فائل کھولی اور اس میں اس شخص کی عادات، صحت اور اس کی بیماریوں سے متعلق سب کچھ درج کر دیا۔ اس کی تحقیقات کا آغاز ۱۹۱۹ء میں ہوا اور یہ ۱۹۴۰ء میں جا کر مکمل ہوئیں۔ اس پوری جدوجہد اور کاوش کا نتیجہ مندرجہ ذیل نکلا:

''تمباکو نوشی انسانی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہے، اور تمباکو کی استعمالی مقدار کے مطابق اس کی زندگی میں کمی کر دیتی ہے، اس سے گریز کرنے والے اعتدال کی راہ والوں سے عمروں کے اعتبار سے زیادہ لمبی زندگی پاتے ہیں اور اعتدال والے تمباکو نوشی میں اسراف کرنے والوں سے زیادہ طویل زندگی پا جاتے ہیں۔'' [بحوالہ تمباکو نوشی مضر صحت، ص:۳۹]

تمباکو نوشی کے بدنی نقصانات:

۱: نظر کا کمزور ہو جانا۔

۲: دل کمزور اور دل کی دھڑکن کا نظام بے ترتیب ہو جانا۔

۳: پٹھوں میں کھچاؤ اور کمزوری کا آ جانا۔

۴: کھانسی، بلغم اور گلے کا گھٹنا جیسی بیماریوں کا پیدا ہو جانا۔

۵: بھوک میں کمی آ جانا۔

۶: سرطان کی بیماری لگ جانا۔

۷: سینے کی بیماریاں پیدا ہو جانا۔

۸: مردانہ قوت میں کمی واقع ہو جانا۔

۹: غذا سے مکمل طور پر فائدہ نہ پہنچنا۔

۱۰: خون کے خلیے خراب ہو جانا۔

تمباکو نوشی کے مالی نقصانات:

۱: مال کا ضیاع۔

۲: مقروض ہو جانا۔

علاوہ ازیں تمباکو نوشی آدمی کے منہ کو بدبودار بنا دیتی ہے۔ اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ تمباکو یعنی سگریٹ وحقہ نوشی، کی بدبو لہسن اور پیاز سے کم مکروہ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَكَلَ ثَوْمًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا ، أَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا أَوْ لِيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ.)) [1]

''جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو، اُسے چاہیے کہ ہم سے، اور ہماری مسجد سے جدا رہے، اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔''

اس حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ جب لہسن یا پیاز کھانے والا آدمی بدبو کی وجہ سے مسجد یا اسلامی اجتماعات میں شرکت نہیں کر سکتا، تو تمباکو نوشی کرنے والا آدمی بطریق اولیٰ مسجد یا اسلامی اجتماعات میں شرکت نہیں کر سکتا، کیونکہ تمباکو نوشی کی بدبو لہسن یا پیاز سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

ہیروئین کی تباہی، ہلاکت:

گزشتہ لوگ افیون اور بھنگ جیسی نشہ آور اشیاء کا استعمال کرتے تھے، لیکن اب ہیروئن نے نسل انسانی میں تباہی مچا رکھی ہے، ایسی گھٹیا اور رذیل عادت کی ابتدا اسکول و کالج، یونیورسٹی یا محلے سے ہوتی ہے۔ ایک بار کسی نے کش لگوا دیا، تو بس عمر بھر کے لیے تباہی و ہلاکت مسلط ہو گئی۔ انتہائی افسوس ناک بات تو یہ ہے کہ پہلے اس نشہ کا استعمال صرف لڑکے کرتے تھے، لیکن اس جدید دور میں لڑکیاں بھی اُن کے شانہ بشانہ ہیروئن اور دیگر نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتی ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأذان، رقم: ۸۵۵.

واضح رہے کہ جدید نشہ آور چیزوں کے استعمال سے بڑی تیزی کے ساتھ بیماریاں لاحق بھی ہوتی ہیں، اور ساتھ ساتھ اثر انداز بھی بہت جلد ہوتی ہیں۔ (امراضِ عامہ)

افیون کا استعمال:

افیون کا استعمال انسانی صحت کے لیے انتہائی مضر ہے۔ جو لوگ افیون کا استعمال کرتے ہیں، ان کے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، اور وہ عمومی طور پر بے ہوشی کی کیفیت میں مبتلا رہتے ہیں۔ چنانچہ افیون کے استعمال سے آدمی اپنی دُنیا بھول کر خیالاتی اور تصوراتی دنیا میں بھٹکتا رہتا ہے، نیز پست ہمتی اور بے شعوری اس کا مقدر بن جاتی ہے، حتی کہ وہ معاشرے کے لیے ناسور بن جاتا ہے۔

حشیش کے نقصانات:

حشیش بھنگ کا دوسرا نام ہے، اور یہ بھی انسانی صحت کے لیے انتہائی مضر ہے، اور اس کے استعمال سے خون کی کمی، بے ہمتی اور ذہنی انتشار لاحق ہو جاتا ہے، جو مجموعی اعتبار سے انسانی صحت پر انتہائی بُری طرح اثر انداز ہوتے ہیں، جس سے انسان کی صحیح فکر اور سوچ مفقود ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں حشیش کے کثرتِ استعمال سے آدمی بے قابو ہو جاتا ہے اور آخر کار موت کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۴۷) زنا کاری:

بیوی یا لونڈی کے علاوہ کسی اور سے جنسی خواہش پوری کرنا، بڑا سنگین جرم ہے، کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ عزت اور نسل کی حفاظت شریعت کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے، بنا بریں شریعت نے زنا کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝۳۲﴾

(بنی اسرائیل: ۳۲)

''زنا کے قریب نہ جاؤ، بلاشبہ وہ بڑی بے شرمی کا کام ہے، اور بُرا راستہ ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا یَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ۟ۙ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ یَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ۟ۗ﴾ (الفرقان:۶۸تا۶۹)

''اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، اور جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے، اُسے ناحق قتل نہیں کرتے، اور نہ وہ زنا کرتے ہیں، اور جو کوئی ایسا کرے گا، وہ اپنے گناہوں کا بدلہ پائے گا، قیامت کے دن اُس کا عذاب دہرا کر دیا جائے گا، اور وہ اُسی میں ہمیشہ کے لیے ذلیل وخوار بن کر رہے گا۔''

مرتکب زنا ایمان سے خالی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا زَنَی الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِیْمَانُ کَانَ عَلَیْهِ کَالظُّلَّةِ، فَاِذَا أَقْلَعَ رجعَ اِلَیْهِ الْاِیْمَانُ(.)) [1]

''جب کوئی بندہ زنا میں مشغول ہوتا ہے، تو اُس سے ایمان نکل کر سائبان کی طرح اُس کے سر پر ہو جاتا ہے، پس جب وہ (زنا سے) جُدا ہوتا ہے، تو اُس کا ایمان پھر واپس آ جاتا ہے۔''

زنا کی وجہ سے اُس شخص کا معاملہ انتہائی خطرناک بن جاتا ہے، جو بڑھاپے اور قبر کے قریب پہنچ جانے کے باوجود زنا کا ارتکاب کرتا ہو، چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَـلَاثَةٌ لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ، قَالَ أَبُو مُعَاوِیَةَ وَلَا یَنْظُرُ إِلَیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِیْمٌ: شَیْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ کَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَکْبِرٌ.)) [2]

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب السنه، باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه، رقم: ۴۶۹۰۔ سنن ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء لا یزنی الزانی وھو مؤمن، رقم: ۲۶۲۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار، رقم: ۲۹۶۔

''تین افراد ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت نہ کلام فرمائے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، اور نہ ہی ان کی طرف نظر فرمائے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، (اور وہ تین افراد مندرجہ ذیل ہیں)''

۱۔ بوڑھا آدمی جو زنا کرتا ہے۔ ۲۔ جھوٹ بولنے والا بادشاہ۔

۳۔ متکبر فقیر۔

(۴۸) لواطت:

مَردوں سے جنسی خواہش پوری کرنا یا عورتوں کو غیر فطری راستے سے آنا، انتہائی قبیح گناہ اور غیر اخلاقی جرم ہے، اور ایسا مجرم روز قیامت اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محروم ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ؗ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ﴾ (العنکبوت:۲۸ تا ۲۹)

''اور ہم نے لوط کو نبی بنا کر بھیجا، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: تم ایسی برائی کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔ کیا تم مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو، راہ چلتے مسافروں کو لوٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بے حیائی کے کام کرتے ہو۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلٰی رَجُلٍ أَتٰی رَجُلًا أَوْ اِمْرَأَۃً فِي الدُّبُرِ.)) [1]

''اللہ تعالیٰ ایسے مرد کو (روزِ قیامت) نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا، جو کسی مرد کے پاس شہوت سے آتا ہے، یا عورت کے پاس غیر فطری راستے سے آتا ہے۔''

[1] سنن ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی کراھیة ایتان النسآء فی أدبارھن، رقم: ۱۱۶۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے ایسے فعل کے مرتکب کی سزا قتل قرار دی ہے، نیز جس کے ساتھ یہ فعل کیا گیا ہے، اس کی رضامندی سے واقع ہوا ہو، تو بھی اُسے قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ.)) [1]

''جس کسی کو تم قوم لوط کا عمل کرتے پاؤ، تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر ڈالو۔''

شریعت اسلامیہ نے اس فعل بد کی جو سزا مقرر کی ہے، اُس کی حکمت بالکل واضح ہے کہ معاشرہ بے راہ روی کا شکار نہ ہو، اور اس فعل سے لگنے والی موذی اور جان لیوا بیماری کی بیخ کنی ہو، آج کل امریکہ، انگلینڈ اور انڈیا جیسے ممالک میں یہ بیماری بہت زیادہ پھیل رہی ہے۔

(۴۹) مشت زنی:

مشت زنی یعنی ہاتھ سے جنسی خواہش پوری کرنا، انتہائی گھٹیا اور غلط کام ہے۔ جنسی خواہشات کی تسکین یا تو بیوی کے ساتھ جائز ہے یا پھر لونڈی کے ساتھ، علاوہ ازیں اس کے جائز ہونے کی اور کوئی جائز صورت نہیں ہے، مشت زنی اِن دونوں صورتوں سے باہر ہے، لہٰذا جو شخص اِس کا مرتکب ہوگا، یقیناً وہ حد سے بڑھ جانے والا اور ملامت کا مستحق ٹھہرے گا، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝﴾ (المومنون: ۵ تا ۷)

''اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور مملوکہ عورتوں کے، ایسی صورت میں وہ لوگ لائق ملامت نہیں ہیں، جو لوگ اِس کے سوا کچھ اور چاہیں گے، وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔''

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فیمن عمل عملَ قوم لوط، رقم: ۴۴۶۲۔ سنن ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد اللوطی، رقم: ۱۴۵۶۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

(۵۰) تکبّر:

دوسروں کو حقیر اور گھٹیا سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو بڑا معزز اور پُر وقار سمجھنا کبیرہ گناہ ہے، اور ایسے شخص کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے، نیز تکبّر اللہ تعالیٰ کی محبت سے دوری اور جنت میں داخل نہ ہونے کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْتَكْبِرِينَ ﴾ (النحل:۲۳)

''بے شک اللہ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔''

(۵۱) کپڑا ٹخنوں سے نیچے رکھنا:

چادر، شلوار، قمیص اور عمامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا، بڑا سخت گناہ ہے، چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الإِزَارِ فِي النَّارِ.)) [1]

''تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہو، وہ جہنم میں ہوگا۔''

(۵۲) حسد کرنا:

کسی سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت یا فضل پر حسد کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اور حسد آدمی کے دین کو بالکل اُسی طرح مونڈھ کے رکھ دیتا ہے، جس طرح بیماری آدمی کے بالوں کو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہود کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ يَحْسُدُونَ ٱلنَّاسَ عَلَىٰ مَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ﴾ (النساء:۵۴)

''اللہ نے اپنے فضل سے لوگوں کو جو دیا ہے، اُس پر حسد کرتے ہیں۔''

اور سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ، هِيَ الْحَالِقَةُ، لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعَرَ وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ.)) [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الکعبین فھو فی النار، رقم:۵۷۸۷۔

[2] سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقاق والورع، باب:۶۵، رقم:۲۵۱۰۔ صحیح الأدب المفرد، رقم:۱۹۷۔

(۵۳) جھوٹ بولنا:

بات کرتے وقت جھوٹ بولنا انتہائی گھٹیا حرکت اور بڑا سخت گناہ ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴾ (النحل:۱۰۵)

''جھوٹ تو وہ لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے، اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔''

ویسے تو جھوٹ کے بہت سے ذیلی عنوان باندھے جاسکتے ہیں، لیکن ہم چند ایک عنوانات پر اکتفا کرتے ہیں، بتوفیق اللہ تعالیٰ وبعونہ.

❀ بدگمانی:

بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ.)) [1]

''بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔''

❀ جھوٹی گواہی:

کسی لالچ یا تعلق داری (وغیرہ) کی وجہ سے جھوٹی گواہی دینا بھی بڑا سنگین جرم ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹی گواہی دینے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴾ (الحج:۳۰)

''پس تم لوگ گندگی یعنی بتوں کی عبادت اور جھوٹی بات کہنے سے بچو۔''

❀ جھوٹا خواب بیان کرنا:

لوگوں پر برتری حاصل کرنے، مالی فوائد سمیٹنے، کسی سے کوئی عداوت ہے تو

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ﴿یایها الذین أمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا﴾ (الحجرات:۱۲)۔ رقم:۶۰۶۶۔ صحیح مسلم، کتاب البروالصلة، باب تحریم الظن والتجسس، رقم:۶۵۳۶۔

اُسے خوف میں مبتلا کرنے یا کسی اور مقصد کے حصول کے لیے کوئی ایسا خواب بیان کرنا جو دیکھا نہ ہو، انتہائی سخت گناہ ہے۔

حدیث میں جھوٹا خواب بیان کرنے والے کے لیے بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے، چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ.)) [1]

''جس شخص نے ایسا خواب بیان کیا جو اُس نے دیکھا ہی نہیں، قیامت کے روز اُسے مکلف کیا جائے گا کہ جو کے دو دانوں کو گرہ لگائے، اور وہ یہ ہرگز نہیں کر پائے گا۔''

❀ لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا:

لوگوں کو محض ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا بھی بڑا سخت گناہ ہے، بلکہ موجب ہلاکت ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

((وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ.)) [2]

''اُس آدمی کے لیے ہلاکت ہے، جو (محض) لوگوں کو ہنسانے کے لیے باتوں میں جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے، اُس کے لیے ہلاکت ہے۔''

ہمارے ممالک کے ڈراموں اور اسٹیج شو میں لوگوں کو جھوٹ بول کر ہنسایا جاتا ہے اور غلو، لغو، فضول جھوٹ، گندے اخلاق، طنزیہ باتوں کے علاوہ لوگوں میں بے ہودہ باتوں کی ترویج کی جاتی ہے۔

❀ جھوٹی قسم کھانا:

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا، خواہ وہ کسی بھی معاملہ میں ہو بڑا سخت گناہ ہے، اور ایسا شخص

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب من کذب فی حلمه، رقم: ۷۰۴۲.

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی التشدید فی الکذب، رقم: ۴۹۹۰۔ سنن ترمذی، کتاب الزھد، باب فیمن تکلم بکلمة یضحک بها الناس، رقم: ۲۳۱۵۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۷۱۳۶.

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور اُس کی نظرِ رحمت سے محروم ہوگا، نیز ایسا شخص دردناک عذاب کا مستحق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝﴾ (آل عمران:۷۷)

’’بے شک جو لوگ اللہ سے کیے ہوئے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے میں کوئی معمولی قیمت قبول کر لیتے ہیں، آخرت میں اُن کو کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور اللہ اُن سے بات نہیں کرے گا، اور قیامت کے دن اُن کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا بھی نہیں، اور نہ اُنہیں پاک کرے گا، اور اُن لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔‘‘

یعنی جو لوگ دنیا کی حقیر سی رقم اور معمولی قیمت پر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کا پاس نہیں رکھتے، اُنہیں آخرت کی نعمتوں اور وہاں کے اجر میں کوئی حصہ نہیں ملے گا، بلکہ اُن کے لیے دردناک عذاب ہوگا، قسم کی تین انواع ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں۔

1۔ یمین لغو　　2۔ یمین غموس　　3۔ یمین معلقہ۔

(۱) یمین لغو:

دورانِ گفتگو ارادے کے بغیر بے ساختہ قسم کھانا ’’یمین لغو‘‘ کہلاتا ہے، مثلاً اللہ کی قسم! تم اِسے پی لو، اللہ کی قسم! تم اسے پڑھ لو، وغیرہ، ایسی قسم پر نہ کوئی گرفت ہوتی ہے اور نہ کوئی کفارہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝﴾ (البقرہ:۲۲۵)

’’اللہ تمہاری لغو قسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں کرے گا، لیکن اُن (قسموں) پر تمہارا مواخذہ کرے گا، جو تم نے دل سے کھائی ہوں گی، اور اللہ مغفرت کرنے والا اور بڑا بردبار ہے۔‘‘

(۲) یمین غموس:

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا ''یمین غموس'' کہلاتا ہے، اور ایسی قسم پر بڑا سخت مواخذہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۹۴﴾

(النحل: ۹۴)

''اور تم لوگ ایسی قسموں کو آپس میں دھوکہ دہی کا ذریعہ نہ بناؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کا قدم اسلام پر جمنے کے بعد (تمہارے اس برتاؤ کی وجہ سے) پھسل جائے، اور اللہ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے تمہیں سزا بھگتنی پڑے، اور (آخرت میں) تمہارے لیے بڑا عذاب ہے۔''

نیز رسول اللہ ﷺ نے ایسی قسم کو بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے، جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْكَبَائِرُ الاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ.)) [1]

''کبیرہ گناہ (یہ ہیں کہ) اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کی ناحق جان لینا اور جھوٹی قسم کھانا۔''

(۳) یمین معلقہ:

مستقبل میں کرنے والے کام سے متعلق قسم کھانا ''یمین معلقہ'' کہلاتا ہے، جیسے اللہ کی قسم! میں فلاں کام نہیں کروں گا، اللہ کی قسم! میں فلاں سے ہم کلام نہیں ہوں گا، وغیرہ۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ قسم سے متعلق حکمِ الٰہی یہ ہے کہ مسلمان جب قسم کھائے تو اُسے پورا کرے، لیکن اگر قسم ایسی ہو جو کسی عملِ صالح کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہو، تو ایسی قسم توڑ دی

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الیمین الغموس، رقم: ۶۶۷۵.

جائے گی اور اُس نیک وصالح کام کو پورا کیا جائے گا، اور قسم کا کفارہ ادا کیا جائے گا، اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (البقرہ: ۲۲۴)

''اور تم لوگ اپنی قسموں میں اللہ کو (اس طرح) نشانہ نہ بناؤ، تاکہ لوگوں کے ساتھ بھلائی، تقویٰ اور اُن کے درمیان اصلاح کا کام نہ کرو، اور اللہ خوب سننے اور خوب جاننے والا ہے۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ فَرَأَىٰ غَيْرَهَا خَيْراً مِنْهَا ، فَلْيَأْتِ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ، وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهِ.)) [1]

''جو کوئی قسم کھائے، اور بعد میں اُس سے بہتر کوئی دوسری صورت نظر آئے، تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے، اور وہی کرے جو بہتر ہے۔''

(۵۴) دیوثیت:

اپنے اہل وعیال میں اخلاقی بُرائی دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا یا اُسے برداشت کرلینا، اپنی اور اپنے خاندان کی بدنامی کا باعث بننے کے ساتھ ساتھ وہ شخص گناہِ کبیرہ کا مرتکب بھی ہے، اور اِس پر مستزاد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص پر جنت حرام قرار دی ہے، چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ، وَالدَّيُّوْثُ الَّذِیْ يُقِرُّ فِیْ أَهْلِهِ الْخُبْثَ.)) [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ندب من حلف یمیناً فرأی غیرھا خیرا منھا أن یأتی الذی ھو خیر ویکفر عن یمینه، رقم: ۴۲۷۳۔

[2] مسند احمد، ۱۳۴/۲، رقم، ۶۱۸۔ شعب الایمان، رقم: ۱۰۷۹۹۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۳۰۵۲۔ سنن نسائی، کتاب الزکاۃ، باب المنان بما أعطی، رقم: ۲۵۶۲۔

”تین آدمیوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے،

ا......ہمیشہ شراب پینے والا۔

۲......والدین کی نافرمانی کرنے والا۔

۳......اور دیوث جو اپنے اہل وعیال میں بے حیائی کو برداشت کرتا ہے۔“

(۵۵) حلالہ کرنا یا کروانا:

عورت تیسری طلاق کے بعد خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے، جو کہ شرعی اور دائمی ہو، اور وہ خاوند اپنی مرضی سے اُسے طلاق دے یا فوت ہو جائے، تو عدت پوری کرنے کے بعد وہ عورت اپنے پہلے خاوند سے نکاح کرنے کی مجاز ہوگئی، اس کے برعکس اگر دوسرے مرد سے نکاح عارضی طور پر کیا جائے، تاکہ ایک یا دو دن گذر جانے کے بعد طلاق دے کر پہلے مرد کے لیے اُسے حلال کردے، اِسے حلالہ کہتے ہیں، اور ایسا کام کرنے یا کروانے والے دونوں پر لعنت کی گئی ہے، چنانچہ سیّدنا علی وحارث رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.)) [1]

”یقینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے اور کروانے والے (دونوں) پر لعنت فرمائی ہے۔“

(۵۶) کنجوسی کرنا:

صلہ رحمی، جہاد یا اللہ کی راہ میں کسی بھی خیر کے کام میں خرچ کرنے میں کنجوسی برتنا بھی بڑا سخت گناہ ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس سے بچنے کے لیے پناہ طلب کی ہے، نیز کنجوسی کرنا اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے کے مترادف ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] سنن ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجآء فی المحلل و المحلل له، رقم: ۱۱۱۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

﴿اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؀﴾ (التوبہ:٦٧)

''منافق مرد اور منافق عورتیں سب کا حال ایک ہے، سبھی بُرائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں، اور اللہ کو بھول گئے، تو اللہ بھی انہیں بھول گیا، بے شک منافقین ہی فاسق لوگ ہیں۔''

(۵۷) فضول خرچی:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو رزق کی نعمت سے مالا مال کیا ہے، لہٰذا اُسے چاہیے کہ وہ اِس نعمت کو اعتدال اور میانہ روی سے استعمال میں لائے، تاکہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بن سکے، اِس کے برعکس جو شخص اِس نعمت کا استعمال اعتدال اور میانہ روی کی بجائے، اس میں فضول خرچی اور اسراف کرتا ہے، تو وہ ناشکرا ہے، بلکہ ناشکری میں شیطان کی مانند ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ؀ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ؀ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ؀ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ؀﴾ (بنی اسرائیل: ٢٦ تا ٢٩)

''اور رشتہ داروں کا، مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہوتے ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے، اگر تم اُن لوگوں سے پہلو تہی کرو، اپنے رب کی جانب سے اس روزی کی خواہش کرتے ہوئے جس کی تمہیں امید ہے، تو ان سے کوئی اچھی بات کہہ دو اور اپنے ہاتھ کو (بخل کی وجہ سے) اپنی گردن سے باندھا ہوا نہ رکھو، اور نہ

(فضول خرچ بن کر) اُسے بالکل ہی کھول دو کہ پھر ملامت کیا ہوا درماندہ بیٹھ جائے۔''

(۵۸) دنیا کی حرص:

عارضی چیز عارضی ہوتی ہے، خواہ وہ بظاہر کتنی ہی حسین اور خوبصورت نظر کیوں نہ آئے، یہی حال دنیا کا ہے کہ یہ بظاہر تو اپنی دلکشیوں اور اپنی زینتوں کی وجہ سے بہت خوبصورت نظر آتی ہے، جب کہ حقیقت میں یہ ایک دھوکہ اور فریب ہے، اور سادہ لوح انسان اس فریبی دنیا کے حرص کا شکار ہے۔ لیکن یاد رہے کہ جو شخص صرف دنیا کا حریص ہے، اُسے دنیا میں تو اپنی محنت کا صلہ مل جائے گا، لیکن آخرت میں اُسے سوائے آگ کے اور کچھ نہیں ملے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (ھود: ۱۵ تا ۱۶)

''جو شخص دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت چاہتا ہے، تو ہم دنیا میں اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے دیتے ہیں، اور اس میں اُن کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی، یہی وہ لوگ ہیں، جنہیں آخرت میں عذابِ نار کے سوا کچھ بھی نہیں ملے گا، اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا ہوگا، ضائع ہو جائے گا، اور جو کچھ وہاں کرتے رہے تھے (ایمان کے بغیر) بے کار ہی تھا۔''

(۵۹) مردوں کا سونے کے زیور پہننا:

مردوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے سونا حرام کیا ہے، خواہ وہ انگوٹھی کی شکل میں ہو یا خواہ وہ زنجیر کی شکل میں ہو، خواہ کسی اور شکل میں ہو، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((رَاٰى خَاتَمًا مِّنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهٗ فَطَرَحَهٗ وَقَالَ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ.)) [1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم خاتم الذهب، رقم: ۲۰۹۰۔

''رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، تو آپ ﷺ نے اسے اتار پھینکا اور فرمایا: تم میں سے کوئی ایک آگ کا انگارہ پکڑتا ہے، اور اسے اپنے ہاتھ میں پہن لیتا ہے۔''

(۶۰) خودکشی کرنا:

خودکشی ایک ایسا جرم ہے جس کے کرنے سے انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچ گیا ہوں، لیکن حقیقت میں وہ ہمیشہ کی مصیبت میں اپنے آپ کو گرفتار کر لیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾﴾

(النساء: ۲۹ تا ۳۰)

''اے ایمان والو! آپس میں مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ، مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضا مندی سے خرید وفروخت ہو، اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے، اور جو شخص یہ (نافرمانیاں) سرکشی اور ظلم کرے گا، تو عنقریب ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے، اور یہ اللہ پر آسان ہے۔''

صحیح مسلم کی روایت میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے، اور اس کو سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ شَرِبَ سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدّٰى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا.)) [1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ان من قتل نفسہ بشيئ' رقم: ۱۰۹.

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو تیز دھاری دار آلے کے ساتھ قتل کیا تو وہ تیز دھاری دار آلہ اس کے ہاتھ میں ہوگا، اور مسلسل جہنم کی آگ میں اس کے ساتھ اپنے پیٹ کو چاک کرتا رہے گا۔ اور جس شخص نے زہر پی کر اپنے آپ کو قتل کیا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ تک جہنم کی آگ میں زہر پیتا رہے گا، اور جس نے کسی پہاڑ سے گر کر خودکشی کی تو وہ اسی طرح جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پہاڑ سے گر کر خودکشی کرتا رہے گا۔''

(۶۱) دوسروں کو دعوت عمل دینا اور خود بدعمل ہونا:

یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے بچنے والا انسان بہت خوش قسمت ہے، جو جیسی دعوت دیتا ہے ویسا ہی عمل کرتا ہے، لیکن اس کے برعکس دوسروں کو دعوتِ عمل دینا، اور خود بے عمل اور بدعمل ہونا، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ ﴾ (الصف: ۲ تا ۳)

''اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو، جس پر خود عمل نہیں کرتے، یہ بات اللہ کو بہت ہی زیادہ ناپسند ہے، کہ تم وہ بات کہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔''

(۶۲) لوگوں کے گھروں میں بلا اجازت جھانکنا:

بغیر اجازت کسی کے گھر تانک جھانک کرنا گناہ کا کام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ﴾ (النور: ۲۷)

''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔''

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اجازت لیے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، اجازت لینا اس لیے ضروری ہے کہ بلا اجازت داخلے میں گھر والوں کی (کسی بھی طرح کی)

بے پردگی کا امکان ہوتا ہے، یہی علت رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں مذکور ہے:

((اَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِیْ جُحْرٍ فِیْ بَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِدْرًی يَحُكُّ بِهٖ رَاْسَهٗ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَوْ اَعْلَمُ اَنَّكَ تَنْتَظِرُنِیْ لَطَعَنْتُ بِهٖ فِیْ عَيْنَيْكَ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّمَا جُعِلَ الْاِذْنُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ.)) [1]

”ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے سوراخ سے جھانکا، اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ایک آلہ تھا، جس کے ساتھ آپ ﷺ اپنا سر کھجا رہے تھے، جب اس کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا، تو فرمایا: اگر مجھے علم ہوتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے، تو میں اس کو تیری آنکھوں میں چبھو دیتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اجازت کا حکم اس دیکھنے ہی کی وجہ سے تو مقرر کیا گیا ہے۔“

(۶۳) دو آدمیوں کا تیسرے آدمی کو چھوڑ کر سرگوشی کرنا:

یہ بھی ایک سنگین گناہ ہے، اور شیطان کے لیے ذریعہ فساد ہے، جس کے ذریعے سے یہ مسلمانوں میں اختلاف، باہمی عداوت اور بغض کے بیج بوتا ہے، مثال کے طور پر تین آدمیوں میں سے دو آدمی علیحدگی میں کوئی سرگوشی کرتے ہیں، خواہ وہ ان کے فائدے کے لیے ہو، لیکن شیطان تیسرے آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ شاید یہ میرے خلاف کوئی منصوبہ بنا رہے ہیں، وغیرہ، ایسے خیالات ڈال کر وہ ان پر حملہ آور ہو جاتا ہے، اسی لیے نبی مکرم ﷺ نے اس فعل سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الْآخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنْ يُّحْزِنَهٗ.)) [2]

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم تین ہو تو تیسرے کے بغیر دو آپس میں سرگوشی نہ کرو، تا آنکہ اور لوگ آ جائیں، کیونکہ ایسا کرنا، یعنی دو آدمیوں کا علیحدہ ہو

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الادب، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ، رقم: ۵۶۳۸۔

[2] صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم المناجات الاثنین، رقم: ۴۹۹۶۔

کر مشورہ کرنا اس تیسرے آدمی کو غمزدہ کرنے کا باعث ہے۔''

(٦٤) فحاشی وعریانی پر مبنی فلمیں دیکھنا:

نبی مکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے:

((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ اِلٰی عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَی الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، وَّلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَی الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ.)) [1]

''یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد مرد کے ستر (شرمگاہ) کو نہ دیکھے، اور عورت عورت کے ستر (شرمگاہ) کو نہ دیکھے، اور مرد مرد کے ساتھ برہنہ ایک کپڑے میں نہ لیٹے، اور نہ عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں برہنہ لیٹے۔''

اس حدیث مبارکہ میں اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرد وعورت کو ایک ایسا اصول بتایا ہے، جس کی وجہ سے وہ بہت سی ایسی بُرائیوں اور گناہوں سے بچ سکتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہو سکتے ہیں، تو اس حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے مرد کو مرد کی شرمگاہ اور عورت کو عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے منع کیا ہے، لیکن مرد کے لیے غیر محرم عورت کے سر تا پاؤں کسی بھی حصے کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح ہمارے معاشرے میں پیش کیے جانے والے ڈرامے اور فلمیں، ان میں اس چیز کا خصوصاً اہتمام ہوتا ہے، مرد کے سامنے عورت بے پردہ اور آدھی سے زیادہ برہنہ ہوتی ہے، اور ان فلموں میں ایسا کردار ادا کیا جاتا ہے، جس سے نوجوان نسل خواہ مرد ہو یا عورت وہ شہوت سے مغلوب ہو کر وہی کچھ کرتے ہیں جو انہوں نے دیکھا ہوتا ہے۔ اس لیے حدیث نبوی ﷺ میں سَتر دیکھنے کی ممانعت ہے۔ اور ان کا برہنہ ہو کر مردوں کے ساتھ خلوت نشینی اور بدکرداری کا اظہار کرنا، وہ تو اس سے بھی سنگین جرم ہے۔ اور ایسی عورتوں اور مردوں کو جو اپنے ستر کی حفاظت نہیں کرتے، ان کے انہی اعضاء پر جہنم کی آگ لگائی جائے گی، ظاہراً تو دیکھنے والوں کے لیے لذت بھرا منظر ہوتا ہے، لیکن اخروی عذاب کے مقابلہ

[1] صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب تحریم العوالی الصورات، رقم: ٧٦٨۔

میں یہ انتہائی گھٹیا اور شرم ناک فعل ہوتا ہے۔

(٦٥) حقیقی والد کی بجائے کسی دوسرے کی طرف نسبت کرنا:

کچھ لوگ رسمی کاغذات میں جھوٹے انساب کا اندراج کرا لیتے ہیں اور کچھ لوگ ایسا اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے انہیں بچپن ہی میں چھوڑ دیا ہوتا ہے، لہٰذا وہ ناراضگی اور نفرت جتانے کے لیے اپنی ولدیت بدل ڈالتے ہیں، جبکہ یہ سب حرام ہے اور اس کام کی حرمت شریعت میں وارد ہوئی ہے، حتیٰ کہ جو شخص ایسا کرتا ہے، اس پر جنت حرام ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ ادَّعٰی إِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ.)) [1]

"جو شخص اپنے حقیقی باپ کی بجائے دوسرے کی طرف منسوب ہو، اور اسے اس بات کا علم بھی ہو تو اس پر جنت حرام ہے۔"

(٦٦) بالوں کو سیاہ خضاب لگانا:

بالوں کو سیاہ خضاب لگانے کے بارے میں صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ نبی ﷺ کی حدیث میں اس فعل کو کرنے کی زبردست وعید آئی ہے، فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

((یَکُوْنُ قَوْمٌ یَخْضِبُوْنَ فِی آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ کَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ، لَا یَرِیْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.)) [2]

"آخری زمانے میں ایسے لوگ آئیں گے، جو کالے رنگ کا خضاب استعمال کریں گے، جس کی کیفیت کبوتر کے پیٹ کی مانند ہوگی، یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پاسکیں گے۔"

(٦٧) خوبصورتی کے لیے چہرے کے بال اکھاڑنا:

خوبصورتی کے لیے بال اکھاڑنا، خواہ مرد ہو یا عورت، یہ ایسا کام ہے جس کے کرنے والے

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۳۲۶، ۴۳۲۷.

[2] سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی خضاب السواد، رقم: ۴۲۱۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

کو ملعون قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہ تخلیق خداوندی کو تبدیل کرنے کے مترادف ہے، اور جو اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرتا ہے، گویا کہ وہ شراکت کا اعتراف کرتا ہے، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اس فعل سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ نبی مکرم ﷺ کی حدیث ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ ،وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ.)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے خوبصورتی کے لیے جسم میں رنگ بھرنے وبھروانے والی پر بال اکھاڑنے واکھڑوانے والی پر اور دانتوں میں فاصلہ کرنے والی پر لعنت کی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کرتی ہیں۔''

(۶۸) داڑھی کا مذاق اڑانا:

داڑھی رکھنا فرض اور سنت نبوی ﷺ ہے۔ جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَحْفُوْا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوْا اللُّحیٰ.)) [2]

''داڑھیوں کو معاف کردو، (بڑھاؤ) اور مونچھیں کترواؤ۔''

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

((جُزُّوْا الشَّوَارِبَ، وَأَرْخُوْا اللُّحی، خَالِفُوْا الْمَجُوْسَ.)) [3]

''مونچھوں کو کاٹو، اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔''

(۶۹) پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا:

پیشاب کے قطرے یا چھینٹے کپڑوں پر پڑ جانے کی وجہ سے بھی انسان سزا کا مستحق ہوجاتا ہے، اور عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ جیسا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم الواصلة والمستوصلة، رقم: ۵۵۷۳.

[2] صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الفطرة، رقم: ۶۰۰.

[3] صحیح مسم، کتاب الطهارة، رقم: ۲۶۰.

((مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ: أَمَا إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے قریب سے گزرے، وہ دونوں قبر والے قبر میں عذاب دیے جا رہے تھے اور عذاب بھی کسی بڑے (گناہ) کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔''

(۷۰) عورتوں کا باریک، تنگ اور چھوٹا لباس پہننا:

آج کے دور میں اسلام دشمنوں نے ہمارے خلاف بہت سے محاذ جنگ کھول رکھے ہیں، ان میں سے ایک محاذ کپڑوں کے نت نئے فیشنوں اور ڈیزائنوں کا ہے، اس کے علاوہ چھوٹا، باریک، شفاف اور تنگ لباس جو کہ بے پردگی و بے حیائی کا باعث ہے، لیکن ہمارے معاشرے کی مائیں اور بہنیں سمجھ بوجھ کے باوجود فیشن اور بے حیائی کو فروغ دیتی ہیں، لیکن اس سلسلہ میں نبی کائنات ﷺ کی ایک حدیث ہے، جس میں سخت وعید ہے، چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا.)) [2]

''میری امت کے دو قسم کے افراد ایسے ہیں، جو کہ جہنمی ہیں، جنہیں میں ابھی تک نہیں دیکھ سکا، یعنی وہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوئے ایک وہ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، جنہیں وہ لوگوں پر برسایا کریں گے، دوسری

[1] صحیح مسلم، کتاب الطهارہ، باب الدليل على نجاسة البول، رقم: ۲۹۲.

[2] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزينة، باب النساء الكاسيات، رقم: ۵۵۸۲.

وہ عورتیں ہیں جنھوں نے لباس تو پہنا ہوگا، لیکن لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی اور خود مردوں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر لمبی گردنوں والی اونٹنیوں کی کوہانوں کی مانند ہوں گے، یہ عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گی، بلکہ جنت کی خوشبو تک نہ پاسکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو سالہا سال کی مسافت کی دوری سے محسوس ہوجائے گی۔''

(۷۱) مردوں کا عورتوں کی اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا:

فطرت الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ مرد اپنی مردانگی کی حفاظت کرے، اور عورت اپنی نسوانیت کی حفاظت کرے، جو لوگ اللہ کی اس فطرت میں تبدیلی کرنا چاہتے ہیں، خواہ مرد ہو یا عورتیں، ایسے لوگ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر، اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

(۷۲) عورت کا خوشبو لگا کر باہر نکلنا:

عورتوں کا خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنا شرعاً حرام ہے، اور جو عورتیں ایسا کام کرتی ہیں، ان کے بارے میں نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

((اَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ ثُمَّ مَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ.)) [2]

''جو عورت عطر استعمال کرے، پھر لوگوں کے پاس سے گزرے تاکہ وہ اس کی خوشبو کو پالیں تو وہ زانیہ ہے۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب للباس، باب المتشبهين بالنساء، رقم: ۵۸۸۵.

[2] مسند أحمد: ۴/۴۱۴، رقم: ۱۹۷۱۱۔ شیخ شعیب نے اسے ''جید الاسناد'' کہا ہے۔

(۷۴) عورت کا محرم کے بغیر سفر کرنا:

عورت کا اپنے محرم کے بغیر سفر کرنا شرعاً ممنوع وحرام ہے۔ جیسا کہ نبی مکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِیرَةَ یَوْمٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ.)) [1]

''کسی بھی ایسی عورت کے لیے جو کہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے ایک دن اور ایک رات جتنی مسافت کا سفر کرنا حلال (جائز) نہیں ہے، مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔''

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں اس کی وضاحت نبی ﷺ کی زبان اقدس سے یوں ہوئی ہے:

''کسی بھی ایسی عورت کے لیے جو کہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے تین دن یا اس سے زائد سفر حلال (جائز) نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا والد ہو، یا اس کا بیٹا، یا اسکا خاوند ہو یا اس کا بھائی ہو، یا کوئی بھی محرم ہو۔'' [2]

مذکورہ بالا ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے محرم کے بغیر کہیں بھی سفر نہیں کر سکتی۔ اور مزید یہ کہ جس مرد سے اسکا نکاح شرعاً جائز نہیں ہے، وہ اس کا محرم ہے، شریعت کے ایسے باعزت اور سنہری اُصول ہیں کہ اگر ہم ان پر عمل کریں تو بہت سے فتنوں اور فساد سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

(۷۵) مرد وعورت کا مصنوعی بال لگوانا:

مرد وعورت کا مصنوعی بال لگوانا شرعاً ممنوع ہے، چنانچہ سیّدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم، رقم: ۳۲۶۸۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم: ۳۲۷۰.

مروی ہے:

((جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ لِي ابْنَةً عُرَيِّسًا أَصَابَتْهَا حَصْبَةٌ فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا أَفَأَصِلُهُ ؟ فَقَالَ: لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ.)) ❶

ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی، اور عرض کرنے لگی کہ میری بیٹی کی شادی ہے، اور بیماری کی وجہ سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں، کیا اس کو مصنوعی بال لگا دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (مصنوعی بال) لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت کی ہے۔''

(۷۶) بغیر عذر کے خاوند کا بستر ترک کرنا:

انسان خطاؤں کا پتلا ہے، بسا اوقات اس سے ایسا فیصلہ ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے میاں بیوی کا اختلاف ہو جاتا ہے یا کوئی ایسی بات ہو جائے جو کہ ناراضگی کا باعث ہو تو ایسی حالت میں بھی عورت کو اپنے خاوند کے تابع رہنا چاہیے، اور اس کی بات ماننے سے انکار نہیں کرنا چاہیے، اور بالخصوص اگر خاوند عورت کو بستر پر بلائے، اور وہ نہ جائے تو ایسی عورتوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ.)) ❷

''جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے، اور وہ انکار کر دے، اور وہ شوہر رات بھر ناراض رہے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔''

(۷۷) بلا عذر شرعی عورت کا طلاق مانگنا:

طلاق یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو شریعت نے ناپسند کیا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے بڑے

---

❶ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فصل الواصلة المستوصلة، رقم: ۵۵۶۵۔

❷ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، رقم: ۵۱۹۳۔

بڑے فساد بپا ہوتے ہیں۔ خاندان ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں بچے دھتکار دیئے جاتے ہیں، لیکن اس وقت عورت اور مرد دونوں ندامت اور پریشانی کا شکار ہوتے ہیں۔ لیکن اس وقت اسکا کوئی حل نہیں ہوتا۔ انہی وجوہات کی بناء پر نبی کریم ﷺ نے بلا عذر طلاق طلب کرنے والی عورت کے بارے میں فرمایا:

((عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوعاً: اَیُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَیْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ.)) [1]

''سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت اپنے شوہر سے بلا وجہ طلاق طلب کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

(۷۸) غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا (ہاتھ ملانا):

غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا یہ شرعی طور پر ناجائز اور حرام ہے، خواہ وہ غیر محرم عورت رشتے دار ہو یا غیر رشتے دار۔ اپنے ملک اور علاقے سے تعلق رکھنے والی ہو یا کسی غیر ملک یا کسی غیر علاقے سے تعلق رکھنے والی ہو، نوجوان ہو یا بوڑھی ہر حال میں غیر محرم عورت سے ہاتھ ملانا درست نہیں، جیسا کہ نبی کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

((لَأَنْ یُّطْعَنَ فِیْ رَأْسِ اَحَدِکُمْ بِمِخْیَطٍ مِنْ حَدِیْدٍ خَیْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ یَّمَسَّ اِمْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ.)) [2]

''تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی میخ ٹھونک دی جائے تو یہ چیز اس سے بہتر ہے کہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے۔ (نامحرم عورت کو چھوئے)''

اور مزید آپ ﷺ کا فرمان اس مسئلہ کو اُجاگر کر رہا ہے:

((اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ.)) [3]

---

[1] صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۲۷۰۶۔
[2] صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۵۰۴۵۔
[3] صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۲۵۱۵۔

''بے شک میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔''

((اِنِّی لَا اَمُسُّ اَیْدِیَ النِّسَاءِ.)) ❶

''میں بیعت لیتے ہوئے عورتوں کے ہاتھوں کو نہیں چھوتا۔''

اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مزید اس بات کو درج ذیل حدیث سے واضح فرما رہی ہیں:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: وَلَا وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ غَيْرَ أَنَّهُ يُبَايِعُهُنَّ بِالْكَلَامِ.)) ❷

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (بیعت لیتے ہوئے) رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مبارک کسی بھی عورت سے نہیں چھوا، آپ ﷺ تو بس کلام کے ذریعہ بیعت لیا کرتے تھے۔''

(۷۹) غیر محرم عورت کو دیکھنا:

غیر محرم عورت کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا حرام وممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰﴾ (النور: ۳۰)

''مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں یقیناً اللہ تعالیٰ سب سے خبر دار ہے۔''

رسول مکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ.)) ❸

---

❶ معجم کبیر للطبرانی: ۲۴/ ۳۴۲۔ معجم اوسط، رقم: ۶۲۲۷۔ مجمع الزوائد: ۶/ ۳۲، رقم: ۹۸۷۰۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۵۲۹۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب کیفیة بیعة النساء، رقم: ۴۸۳۴۔

❸ صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، رقم: ۶۲۴۲۔

’’یعنی اجنبی عورتوں کو دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے۔‘‘

لٰہذا غیر محرم عورتوں کو قصداً دیکھنا یا نگاہ شہوت سے دیکھنا گناہ کا باعث ہے، اور اسی طرح نبی کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث اس طرح ہے:

((یَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَۃَ النَّظْرَۃَ فَإِنَّ لَکَ الْأُوْلَی وَلَیْسَتْ لَکَ الْآخِرَۃُ.)) [1]

’’اے علی! تو نظر کے پیچھے نظر مت لگا یعنی کہ لگا تار دیکھے جانا پس تیرے لیے پہلی (نظر) جائز ہے، اور دوسری (نظر) تیرے لیے جائز نہیں ہے۔‘‘

یعنی کہ پہلی دفعہ اگر اچانک کسی عورت پر نظر پڑ گئی ہے تو اس کا تو کوئی گناہ نہیں لیکن اگر اس کے باوجود آدمی دیکھتا رہے تو پھر اس کے دیکھنے پر گناہ ہوگا، اب یہ دیکھنا شہوتاً ہو تب بھی اور اگر قصداً ہو تو وہ بالاولیٰ گناہ میں شامل ہے۔ اس لیے مومن مردوں کے لیے اور مومن عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ اپنی نظروں کو جھکا کر رکھیں۔

(۸۰) دورانِ حیض عورت سے جماع کرنا:

دورانِ حیض عورت سے جماع کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًی ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ ۙ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ ۚ﴾ (البقرہ: ۲۲۲)

’’لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔‘‘

اس فعل کی قباحت اور شناعت کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

((مَنْ اَتَی حَائِضًا أَوْ اِمْرَأَۃً فِيْ دُبُرِهَا اَوْ کَاهِنًا فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ.)) [2]

---

[1] سنن ترمذی، باب ما جاء فی نظرۃ المفاجاۃ، رقم: ۲۷۷۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ’’حسن‘‘ کہا ہے۔

[2] سنن ترمذی، کتاب الطهارۃ، باب ما جاء فی کراهیۃ آتیان الحائض، رقم: ۱۳۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

''جو شخص حائضہ عورت سے جماع کرے یا بیوی کی دبر میں جماع کرے، یا کسی کاہن کے پاس جائے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا انکار کر دیا۔''

لہٰذا مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ حالت حیض میں عورت سے جماع نہیں کرنا چاہیے۔

(۸۱) عورت کی غیر فطری جگہ میں جماع کرنا:

یہ ایک کبیرہ گناہ ہے اور اس فعل کا مرتکب وہی آدمی ہوتا ہے جس کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ اور یہ ایک گھٹیا، فطرت سے ہٹ کر اور بد نما فعل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰی اِمْرَأَتَهُ فِيْ دُبُرِهَا .)) [1]

''جو شخص اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرتا ہے وہ معلون ہے۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ عورت کی غیر فطری جگہ یعنی دبر میں جماع کرنا ایک کبیرہ گناہ ہے، اور اس کا مرتکب ملعون ہے۔

(۸۲) عدل وانصاف برقرار نہ رکھنا:

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عدل وانصاف قائم رکھا جائے، حتیٰ کہ بیویوں کے درمیان بھی عدل کرنے کا حکم فرمایا:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء: ۱۲۹)

''تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ اپنی تمام بیویوں میں ہر طرح عدل کرو، گو تم اس کی کتنی ہی خواہش و کوشش کر لو، اس لیے بالکل ہی ایک طرف مائل ہو کر دوسری کو ادھر ادھر لٹکتی ہوئی نہ چھوڑو، اور اگر تم اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کر لو تو بے شک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت ورحمت والا ہے۔''

---

[1] صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۵۸۸۹.

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَائِلٌ.)) [1]

''جس شخص کی دو بیویاں ہوں، اور وہ ان دونوں میں سے ایک کی طرف زیادہ جھکاؤ اختیار کرے تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا (ٹیڑھا) ہوگا۔''

(۸۳) پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا:

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا انتہائی سخت گناہ ہے، اور ایسے گناہ کا مرتکب لعنت الٰہیہ اور دردناک عذاب کا مستحق ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾﴾ (النور:۲۳)

''جو لوگ پاک دامن، بے خبر، ایمان دار عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں تو دنیا اور آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور ان کو بہت بڑا عذاب دیا جائے گا۔''

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے:

((اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَأَكْلُ الرِّبٰو وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ.)) [2]

''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے پرہیز کرو، عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ فرمایا: شرک کرنا، جادو کرنا، جس کا قتل کرنا جائز نہ ہو اس کو ناحق مار ڈالنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد کے دن پیٹھ پھیرنا، پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔''

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب فی القسم من النساء، رقم: ۲۱۳۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔
[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا، رقم: ۲۶۲.

باب نمبر ۹:

عیسائیت اور اسلام کا تقابل

انبیاء کرام علیہم السلام وہ عظیم، پاک باز اور پارسا ہستیاں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اپنی رشد و ہدایت کے لیے مبعوث فرماتا ہے، اور انھیں ان صفات حمیدہ سے متصف فرماتا ہے جو ان کے شایان شان ہوتے ہیں۔ ان کا تقدس وحرمت بیان کرتا ہے۔ ان کی شانِ اقدس میں ادنیٰ سی گستاخی کو بھی کفر قرار دیتا ہے۔ چہ جائیکہ انھیں عیسائیت کی بائبل مقدس، ڈاکو، زانی، شرابی، بت پوجنے والے قرار دے۔ العیاذ باللہ!

ذیل کی سطور میں ہم ایسے واقعات کو زیر قلم بحث لائیں گے کہ جن میں بائبل مقدس نے انبیاء کرام علیہم السلام کی عظیم ہستیوں کی شان میں گستاخی کی ہے اور ساتھ میں فلسفہ اسلام بھی ذکر کردیں گے۔ تاکہ اسلام اور عیسائیت کی تعلیمات کا تقابل بھی ہوجائے۔ یہ تمام حوالہ جات پاکستان بائبل سوسائٹی (لاہور) کی شائع کردہ بائبل مقدس (Revised version 2000) سے ماخوذ ہیں۔ عیسائیت کی تعلیمات انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت واحترام کی حفاظت نہیں کرسکتیں وہ پوری دنیا کو کیا اخلاقیات سکھا سکتی ہے۔

(۱) خدا کا پچھتاوا:

کتاب پیدائش باب نمبر ۶، آیت نمبر ۶۔۵ میں ہے کہ:

''اور خداوند نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی اور اس کے دل کے تصور اور خیال سدا بُرے ہی ہوتے ہیں۔ تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا۔''

اسی طرح کتاب سموئیل اوّل باب نمبر ۱۵ آیت نمبر ۱۱ میں ہے کہ:

''مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساؤل کو بادشاہ ہونے کے لیے مقرر کیا کیونکہ وہ میری

پیروی سے پھر گیا اور اُس نے میرے حکم نہیں مانے۔''

اس کے علاوہ اسی کتاب سموئیل اوّل باب ۱۵ آیت نمبر ۳۵ میں بھی ہے کہ ''اور خداوند ساؤل کو بنی اسرائیل کا بادشاہ کر کے ملول ہوا۔''

اسلام:...... بائبل کی ان خود ساختہ آیات میں جو تصور اور عقیدہ بیان ہوا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کیے پر پچھتاتا ہے، افسوس کرتا ہے، بعض دفعہ جیسا کہ اُس نے ساؤل کو بادشاہ بنانے پر کیا۔ جبکہ قرآنِ مقدس میں ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ؗ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۲۶﴾ (آل عمران:۲٦)

''آپ کہہ دیجیے کہ اے میرے اللہ! حقیقی بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے، بادشاہی چھین لیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے ذلیل بنا دیتا ہے، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ مالک کل، مالک مطلق اور مالک حقیقی ہے۔ اپنے ملک میں جسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، ایجاد کرتا ہے، ختم کرتا ہے، مارتا ہے، زندہ کرتا ہے، عذاب یا ثواب دیتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ کوئی اُسے روک سکتا ہے، وہ جسے چاہتا ہے، بادشاہ بنا دیتا ہے، اس لیے کہ حقیقی بادشاہت اسی کے ہاتھ میں عزت و ذلت ہے، اور اسی کے ہاتھ میں تمام بھلائیاں ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کمزور ہے:

کتاب قضاۃ باب نمبر ا آیت نمبر ۱۹ میں ہے کہ:

''اور خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا۔ سو اس نے کوہستانیوں کو نکال دیا پر وادی کے باشندوں کو نکال نہ سکا کیونکہ ان کے پاس لوہے کے رتھ تھے۔''

اسلام: ...... بائبل کی نظر میں اللہ تعالیٰ اتنا کمزور ہے کہ وہ لوہے کے رتھوں پر غالب نہیں آ سکتا یا اس کے چاہنے والوں کو ان کے مخالفین پر غالب نہیں کر سکتا۔

جبکہ اسلام کی نظر میں اللہ تعالیٰ بڑا قوی اور غالب آنے والا ہے۔ اصحاب فیل کی ہلاکت کا واقعہ اس کا بین ثبوت ہے۔ چنانچہ جب ابرہہ حبشی اپنی طاقت کے نشے میں چور خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے آگے بڑھا، تو اللہ کے حکم سے چھوٹی چھوٹی ابابیل چڑیاں اپنی چونچوں میں اور پنجوں میں کنکر لیے آئیں، اور اس کو اور اس کی فوج کو مارنے لگیں۔ روایات میں آیا ہے کہ ان کی کنکروں کی چوٹ سے ان کے جسم میں کھجلی ہونے لگی، اور کھجلاتے ہی ان کے جسموں کا گوشت گرنے لگا اور سب وادیٔ محسر اور اس کے آس پاس ہلاک ہو گئے۔ ابرہہ جان بچا کر بھاگا، مگر وہ یمن پہنچنے کے بعد مر گیا۔

﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ ﴾ (الفیل)

''اے پیغمبر! کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ کیا اس نے (خانۂ کعبہ کے خلاف) ان کی سازش کو ناکام نہیں بنا دیا۔ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے، جو ان پر پتھریلی مٹی کی کنکریاں برساتے تھے۔ پس اللہ نے انھیں کھاتے ہوئے بھس کے مانند بنا دیا۔''

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ ربّ العزت نے اہل قریش پر احسان جتاتے ہوئے رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا آپ نے اللہ کی قدرت، اس کی عظمت شان، بندوں پر اس کی رحمت اور اس کی توحید اور اس کے پیغمبر کی صداقت کے دلائل کا اصحاب فیل کے واقعے میں نظارہ نہیں کیا، کہ اس نے خانۂ کعبہ کے خلاف اصحاب فیل کی سازش کو کس طرح ناکام بنا دیا، اور ان کو ہلاک و برباد کرنے کے لیے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے جو سمندر کی طرف سے آئے تھے، اہل مکہ نے (جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے تھے) انھیں اپنی آنکھوں سے

نظارہ کیا کہ ابرہہ کی فوج پر آئے اور اپنی چونچوں اور پنجوں میں موجود کنکریوں کو ان پر برسانے لگے، اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اور وہ کھائے ہوئے بھوسے کی مانند ہو گئے۔

(۳) آدم وحوا علیہما السلام کی شان میں گستاخی:

کتاب پیدائش باب نمبر ۲ آیت نمبر ۲۵ میں ہے کہ:

''اور آدم اور اس کی بیوی دونوں ننگے تھے اور شرماتے نہ تھے۔''

اسلام:...... بائبل کی اس آیت میں آدم وحوا علیہما السلام کی شان میں گستاخی کی گئی ہے۔ جبکہ قرآن مجید کی روشنی میں ہے کہ اللہ نے ابلیس کو جنت سے یا فرشتوں کے زمرے سے نکال دیا، اور آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حوا کے لیے جنت کی تمام نعمتوں اور پھلوں کو حلال بنا دیا، صرف ایک درخت کے کھانے سے انھیں روک دیا، اور تنبیہ کر دی کہ دیکھو اگر اس کے قریب جاؤ گے تو اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے۔ شیطان نے جب انھیں اس حال میں دیکھا تو اس کے حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور ان کے ساتھ مکر وفریب کی سوچ لی، تاکہ وہ جن نعمتوں سے بہرہ مند ہو رہے ہیں، اور جو خوبصورت لباس زیب تن کیے ہوئے ہیں ان سے چھن جائے، چنانچہ اس نے اللہ کے خلاف افتراء پردازی کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے اس لیے روکا ہے کہ اگر ان سے کھا لو گے تو تم فرشتے بن جاؤ گے، پھر کھانے پینے کی محتاجی نہیں رہے گی یا تمہیں موت نہیں آئے گی اور جنت خلد میں رہو گے اور ابلیس مردود نے انہیں اپنی صداقت کا یقین دلانے کے لیے ذاتِ باری تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا انتہائی خیر خواہ ہوں، اسی لیے تو یہ راز الٰہی تم پر فاش کر دیا ہے۔

شیطان مردود نے دونوں کو دھوکہ دے کر بلندی سے پستی میں پہنچا دیا۔ چنانچہ جب ان دونوں نے اس شجرۂ ممنوعہ کو شیطان کے دھوکے میں آ کر کھا لیا، تو اس نافرمانی کا انجام فوراً ہی ان کے سامنے آ گیا کہ ان کے لباس ان کے جسموں سے الگ ہو گئے، تو جنت کے درختوں کے پتے لے لے کر اپنے جسموں پر چپکانے لگے تاکہ اپنی پردہ پوشی کریں۔

﴿وَ یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَیْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَاوٗرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ﴾ (الاعراف ۱۹ تا ۲۲)

’’اور اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں اقامت پذیر ہو جاؤ اور جہاں سے چاہو کھاؤ، اور اس درخت کے قریب نہ جاؤ، ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے تو شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ پیدا کیا، تاکہ ان کے بدن کا جو حصہ (شرمگاہ) ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا اسے دونوں کے سامنے ظاہر کر دے، اور کہا کہ تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتہ نہ بن جاؤ، یا جنت میں ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ بن جاؤ اور ان دونوں کے سامنے خوب قسمیں کھائی کہ میں تم دونوں کا بے حد خیر خواہ ہوں۔ چنانچہ اُس نے دونوں کو دھوکہ دے کر اپنے جال میں پھانس لیا، پس جب دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کی شرمگاہیں دکھائی دینے لگیں اور دونوں اپنے جسموں پر جنت کے پتے چسپاں کرنے لگے۔‘‘

(۴) سیّدنا نوح علیہ السلام شراب پیتے تھے:

کتاب پیدائش باب نمبر ۹ آیت نمبر ۲۰ تا ۲۵ میں ہے کہ:

’’اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا اور اپنے دونوں بھائیوں کو باہر آ کر خبر دی۔ تب سم اور یافت نے ایک کپڑا لیا اور اسے اپنے کندھوں پر دھرا اور پیچھے کو الٹے چل کر گئے اور

اپنے باپ کی برہنگی ڈھانکی۔ سو ان کے منہ اُلٹی طرف تھے اور انھوں نے اپنے باپ کی برہنگی نہ دیکھی۔ جب نوح اپنی مے کے نشہ سے ہوش میں آیا تو جو اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا تھا اسے معلوم ہوا اور اس نے کہا کہ کنعان ملعون ہو۔ وہ اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہوگا۔''

اسلام:...... بائبل میں ہے کہ نوح علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر نے شراب پی لی اور انھیں نشہ ہوگیا۔ حالانکہ قرآنِ مقدس کی تعلیم ہے کہ:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُونَ ۝﴾ (المائدہ: ۹۰ تا ۹۱)

''اے اہل ایمان! بے شک شراب اور جوا، اور وہ پتھر جن پر بتوں کے نام سے جانور ذبح کیے جاتے ہیں، اور فال نکالنے کے تیر ناپاک ہیں، اور شیطان کے کام ہیں، پس تم ان سے بچو شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ بے شک شیطان شراب اور جوا کی راہ سے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کرنا چاہتا ہے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دینا چاہتا ہے، تو کیا تم لوگ اب باز آ جاؤ گے۔''

فائدہ:...... مذکورہ بالا آیت کریمہ شراب اور جوا کی حرمت کو بطور تاکید بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کئی اسالیب اختیار کیے ہیں:

''اِنَّمَا'' کا لفظ ابتدائے جملہ میں استعمال کیا، بتوں کی پرستش کے ساتھ دونوں کا ذکر کیا، دونوں کو ''رِجس'' یعنی گندی چیز قرار دیا، دونوں کے استعمال کو شیطانی عمل قرار دیا، ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور آخر میں دونوں کے استعمال کے بدترین نتائج کا ذکر کیا۔ اور سورۂ توبہ کی آیت (۲۱۹) میں ارشاد فرمایا:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ﴿۲۱۹﴾ (البقرہ: ۲۱۹)

''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے، اور لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہیں، اور اُن کے گناہ اُن کے نفع سے زیادہ بڑے ہیں اور آپ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں، آپ کہہ دیجیے کہ جو (تمہاری ضروری اخراجات سے) زیادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی آیتوں کو تمہارے لیے کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم غور و فکر کرسکو۔''

اس آیت میں بیان ہوا کہ شراب تین مراحل سے گزر کر سورۂ مائدہ کی اس آیت کے نزول کے بعد قطعی طور پر حرام ہوگئی۔ وہاں شراب اور جوا کی خرابیاں بھی بیان کردی گئی ہیں۔ اس آیت میں شراب اور جوا کے ساتھ ساتھ بتوں کی پرستش اور قرعہ کے تیروں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنے کے عمل کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ آیت میں شراب اور جوا کے ساتھ ساتھ بتوں پرستش اور قرعہ کے تیروں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنے کے عمل کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ آیت میں شراب اور جوا کے دینی اور دنیوی مفاسد کو بھی بیان کردیا گیا ہے، کہ یہ دونوں چیزیں مسلمانوں کے درمیان عداوت پیدا کرتی ہیں اور نماز اور ذکر الٰہی سے روکتی ہیں، پھر آخر میں ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ کے ذریعہ زجر و توبیخ کی انتہا کردی گئی ہے، کہ اب بھی تم لوگ ان کے استعمال سے رُک جاؤ گے، یا کسی اور حکم کا انتظار کرو گے۔ چنانچہ سیّدنا عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ: ''اے اللہ ہم رُک گئے۔'' [1]

(۵) حضرت ہارون علیہ السلام نے سونے کا بچھڑا بنایا اور اسے معبود قرار دیا:

کتاب ''خروج'' باب نمبر ۳۲ آیت نمبر ۱ تا ٦ میں ہے کہ:

''اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ نے پہاڑ سے اترنے میں دیر لگائی تو وہ ہارون

[1] مسند احمد: ۲/ ۲ـ ۳۵۱.

کے پاس جمع ہو کر اس سے کہنے لگے کہ اٹھ ہمارے لیے دیوتا بنا دے جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس مرد موسیٰ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکل کر لایا کیا ہو گیا۔ ہارون نے ان سے کہا تمہاری بیویوں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے کی بالیاں ہیں ان کو اتار کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ سب لوگ ان کے کانوں سے سونے کی بالیاں اتار اتار کر ان کو ہارون کے پاس لے آئے اور اس نے اُن کو اُن کے ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی۔ تب وہ کہنے لگے اسے اسرائیل یہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا۔ یہ دیکھ کر ہارون نے اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور اُس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کے لیے عید ہوگی اور دوسرے دن صبح سویرے اٹھ کر انھوں نے قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گزرانیں۔ پھر ان لوگوں نے بیٹھ کر کھایا پیا اور اُٹھ کر کھیل کود میں لگ گئے۔''

ایک جگہ لکھا ہے کہ ہارون پر خدا کا عذاب آنے والا تھا:

''اور خداوند ہارون سے ایسا غصہ تھا کہ اسے ہلاک کرنا چاہا پر میں نے اُس وقت ہارون کے لیے بھی دعا کی۔ اور میں نے تمہارے گناہ کو یعنی اس بچھڑے کو جو تم نے بنایا تھا لے کر آگ میں جلایا۔ پھر اسے کُوٹ کُوٹ کر ایسا پیسا کہ وہ گرد کی مانند باریک ہو گیا اور اُس کی اُس راکھ کو ندی میں جو پہاڑ سے نکل کر نیچے بہتی تھی ڈال دیا۔'' (استثناء باب نمبر ۹ آیت نمبر ۲۱۔۲۲)

اسلام:...... معاذ اللہ جو انبیاء کرام توحید کی دعوت دینے اور بت پرستی سے منع کرنے آئے تھے بائبل میں انھیں بت بنانے والا ابتلایا جا رہا ہے۔ حالانکہ بات اس کے برعکس ہے۔

چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام باذن اللہ چالیس دنوں کے لیے کوہِ طور پر چلے گئے تو شیطان نے بنی اسرائیل کو شرک میں مبتلا کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ مصر کے دورِ غلامی میں غیر اللہ کی عبادت اور شرکیہ اعمال کے ایسے عادی بن گئے تھے کہ فرعون سے نجات حاصل کرنے کے بعد بھی جب

بھی کوئی موقع میسر آتا تو فوراً ہی شرکیہ امور کی طرف لپکتے تھے، جبھی تو انھوں نے کوہ سینا کی طرف آتے ہوئے راستہ میں ایک قوم کو بت پرستی کرتے دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمارے لیے بھی کوئی معبود بنا دو۔

اور جب موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے لگے تو شیطان کے بہکاوے میں آ گئے اور اس بچھڑے کی پرستش شروع کر دی جو سامری نے قبطیوں کے زیورات سے ان کے لیے بنایا تھا۔ یہ زیورات بنی اسرائیل کے پاس عاریۃً آ گئے تھے، لیکن قبطیوں کے ہلاک ہونے کے بعد ان کے مالک بن گئے تھے۔ سامری نے اس بچھڑے میں وہ مٹی ڈال دی جو جبرائیل کے گھوڑے کے کھر کے نیچے سے اس نے لی تھی۔ چنانچہ سامری نے انھیں دھوکہ دیا اور کہا کہ یہی ہمارا وہ معبود ہے جس نے ہمیں فرعون سے نجات دلائی تھی۔ چنانچہ اُن سب نے اس کی یہ بات مان لی، اور ہارون علیہ السلام کے لاکھ سمجھانے کے باوجود اس بچھڑے کی عبادت کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس بت پرستی کی خبر کوہِ طور پر ہی دے دی تھی۔ جب مدت پوری ہونے کے بعد واپس آئے تو مارے غصّہ کے اللہ کی طرف سے دی گئی تختیوں کو زمین پر ڈال دیا، اور ہارون علیہ السلام کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے اور ان کی زجر و توبیخ کرنے لگے کہ آپ کے رہتے ہوئے ایسا کیوں ہوا؟ تو انھوں نے اپنی مجبوری بتائی کہ ان کی ہزار کوششوں کے باوجود بنی اسرائیل کے لوگ شرک پر جمے رہے، بلکہ ان کی سرکشی کا عالم یہ ہو گیا کہ قریب تھا سب مل کر مجھے قتل کر دیتے۔

جب موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام کی براءت کا یقین ہو گیا تو اللہ سے اپنی اور اپنے بھائی کی مغفرت کے لیے دعا کی:

﴿وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝۱۴۸ وَ لَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ يَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۱۴۹ وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ

بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ كَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۖؗ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِاَخِیْ وَ اَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖؗ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾

(الاعراف:۱۴۸۔۱۵۱)

''اور موسیٰ کی قوم نے ان کے کوہ طور پر چلے جانے کے بعد اپنے زیورات سے بچھڑے کا جسم بنایا جس سے ایک آواز نکلتی تھی، کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا کہ وہ ان سے نہ باتیں کرتا ہے اور نہ ہی ان کی رہنمائی کرتا ہے، انھوں نے اسے اپنا معبود بنالیا، اور وہ سراسر ظالم تھے۔ اور جب وہ اپنے گناہ پر پشیمان ہوئے اور انھیں معلوم ہوگیا کہ وہ تو گمراہ ہوگئے، تو کہا کہ اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں معاف نہ کردیا تو ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصّہ کی حالت میں افسوس کرتے ہوئے واپس ہوئے، تو کہا کہ تم لوگوں نے میرے جانے کے بعد میری بڑی بڑی نیابت کی ہے، اپنے رب کا حکم (تورات) آنے سے پہلے تم یہ حرکت کر بیٹھے، اور انھوں نے تختیوں کو ایک طرف ڈال دیا، اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے، ان کے بھائی نے کہا، اے میرے بھائی! لوگوں نے مجھے کمزور سمجھ لیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کردیتے، پس دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دو، اور مجھے ظالموں میں سے نہ بناؤ، موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کردے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کردے، اور تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

(۶) سیّدنا یعقوب علیہ السلام پر ایک وقت میں دو سگی بہنوں سے شادی کا الزام:

کتاب پیدائش باب نمبر ۲۹ آیت نمبر ۱۵ تا ۳۰ میں ہے کہ:

''تب لابن نے یعقوب سے کہا چونکہ تو میرا رشتہ دار ہے تو کیا اس لیے لازم ہے کہ تو

میری خدمت مفت کرے؟ سو مجھے بتا کہ تیری اجرت کیا ہوگی اور لابن کی دو بیٹیاں تھیں بڑی کا نام لیاہ اور چھوٹی کا نام راخل تھا۔ لیاہ کی آنکھیں چندھی تھیں پر راخل حسین اور خوبصورت تھی اور یعقوب راخل پر فریفتہ تھا۔ سو اس نے کہا کہ تیری چھوٹی بیٹی راخل کی خاطر میں سات برس تیری خدمت کروں گا۔ لابن نے کہا اسے غیر آدمی کو دینے کی جگہ تو تجھی کو دینا بہتر ہے۔ تو میرے پاس رہ۔ چنانچہ یعقوب سات برس تک راخل کی خاطر خدمت کرتا رہا پر وہ اسے راخل کی محبت کے سبب سے چند دنوں کے برابر معلوم ہوئے اور یعقوب نے لابن سے کہا کہ میری مدت پوری ہوگئی۔ سو میری بیوی مجھے دے تاکہ میں اس کے پاس جاؤں تب لابن نے اس جگہ کے سب لوگوں کو بلا کر جمع کیا اور ان کی ضیافت کی اور جب شام ہوئی تو اپنی بیٹی لیاہ کو اس کے پاس لے آیا اور یعقوب اس سے ہم آغوش ہوا اور لابن نے اپنی لونڈی زلفہ اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کردی کہ اس کی لونڈی ہو۔ جب صبح کو معلوم ہوا کہ یہ تو لیاہ ہے تب اس نے لابن سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ کیا کیا؟ کیا میں نے جو تیری خدمت کی وہ راخل کی خاطر نہ تھی؟ پھر تُو نے کیوں مجھے دھوکہ دیا۔ لابن نے کہا ہمارے ملک میں یہ دستور نہیں کہ پہلوٹھی سے پہلے چھوٹی کو بیاہ دیں تو اس کا ہفتہ پورا کر دے پھر ہم دوسری بھی تجھے دے دیں گے جس کی خاطر تجھے سات برس اور میری خدمت کرنی ہوگی۔ یعقوب نے ایسا ہی کیا کہ لیاہ کا ہفتہ پورا کیا تب لابن نے اپنی بیٹی راخل بھی اسے بیاہ دی اور اپنی لونڈی بلہاہ اپنی بیٹی راخل کے ساتھ کردی کہ اس کی لونڈی ہو۔ سو وہ راخل سے بھی ہم آغوش ہوا اور وہ لیاہ سے زیادہ راخل کو چاہتا تھا اور سات برس اور ساتھ رہ کر لابن کی خدمت کی۔"

اسلام:......دو سگی بہنوں سے شادی کرنا ناجائز وحرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۟﴾

(النساء:۲۳)

''اور دو بہنوں کو جمع کرنا، الا یہ کہ جو (عہد جاہلیت میں) گزر چکا، بے شک اللہ مغفرت کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔''

اور بائبل میں بھی دوسرے مقام پر دو سگی بہنوں کے ساتھ نکاح حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے:

''تو اپنی سالی سے بیاہ کر کے اسے اپنی بیوی کی سوکن نہ بنانا کہ دوسری جیتے جی اس کے بدن کو بھی بے پردہ کرے۔'' (احبار باب نمبر ۱۸ آیت نمبر ۱۸)

(۷) سیّدنا یعقوب کے بیٹے یہوداہ کا اپنی ماں سے زنا کرنا:

کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۲۲ میں ہے کہ:

''اور اسرائیل کے اس ملک میں رہتے ہوئے یوں ہوا کہ روبن [1] نے جا کر اپنے باپ کی حرم بلہاہ [2] سے مباشرت کی اور اسرائیل [3] کو یہ معلوم ہو گیا۔''

اسلام:...... یہاں اس آیت کا بائبل سے پتا چلا کہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹے نے اپنی ماں سے مباشرت کی اور یعقوب علیہ السلام کو پتا بھی چل گیا، لیکن انھوں نے اپنے بیٹے روبن کو کسی قسم کی سرزنش نہ کی اور نہ ہی اپنی بیوی کو۔ حالانکہ بظاہر اس شریعت کی رو سے زنا کی سزا آگ میں جلایا جائے۔ جیسا کہ لکھا ہے:

''اور قریباً تین مہینے کے بعد یہوداہ کو یہ خبر ملی کہ تیری بہو تمر نے زنا کیا اور اسے چھنالے کا حمل بھی ہے۔ یہوداہ نے کہا کہ اسے باہر نکال لاؤ کہ وہ جلائی جائے۔''

(کتاب پیدائش باب ۳۸ آیت ۲۴)

فائدہ:...... یہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ یہوداہ نے اپنی بہو کو جلایا نہیں۔ کیونکہ وہ زنا خود

---

[1] روبن یعقوب کا بڑا بیٹا تھا جو اس کی بیوی لیاہ سے پیدا ہوا۔

[2] بلہاہ یعقوب کی بیوی راخل کی لونڈی تھی اور جس سے یعقوب نے اپنی بیوی راخل کے کہنے پر شادی کر لی تھی اور اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے۔ جس کی تصریح کتاب پیدائش باب ۳۰ آیت ۱ تا ۷ میں موجود ہے۔

[3] اسرائیل یعقوب کا لقب تھا۔ (دیکھئے: کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۱۰)

یہوداہ نے کیا تھا۔

اس کے علاوہ باپ کی بیوی سے مباشرت کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

جیسا کہ لکھا ہے کہ:

''لعنت اس پر جو اپنے باپ کی بیوی سے مباشرت کرے۔ کیونکہ وہ اپنے باپ کے دامن کو بے پردہ کرتا ہے اور سب لوگ کہیں آمین۔'' (استثناء باب ۲۷ آیت ۲۰)

البتہ آخری وقت میں اپنے اس بیٹے کے لیے بددعا کرتے ہیں جس کی تصریح کتاب پیدائش باب ۴۹ آیت ۲ تا ۴ میں موجود ہے، جیسا کہ لکھا ہے کہ:

''اے یعقوب کے بیٹو جمع ہو کر سنو اور اپنے اسرائیل کی طرف کان لگاؤ۔ اے روبن تو میرا پہلوٹھا میری قوت اور میری شہزوری کا پہلا پھل ہے۔ تو میرے رعب کی اور میری طاقت کی شان ہے تو پانی کی طرح بے ثبات ہے۔ اس لیے تجھے فضیلت نہیں ملے گی کیونکہ تو اپنے باپ کے بستر پر چڑھا تو نے اسے نجس کیا۔ روبن میرے بچھونے پر چڑھ گیا۔''

(۸) سیّدنا داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کا بت سبع سے زنا کرنا:

کتاب سموئیل دوم باب ۱۱ آیت ۲ تا ۵ میں ہے کہ:

''اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔ تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا کیا وہ العام کی بیٹی بت سبع نہیں جو حتی اوریاہ کی بیوی ہے اور داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلا لیا۔ وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی (کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی) پھر وہ اپنے گھر چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہو گئی۔ سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں۔''

اسلام:...... بائبل کی تعلیم یہ ہے کہ سیّدنا داؤد عَلَیْہِ السَّلَام زانی تھے، معاذ اللہ! جبکہ قرآنِ کریم

کی روشنی میں سیّدنا داوٗد علیہ السلام بڑے نیک، پارسا، اللہ کے پیغمبر تھے۔ چھوٹی لغزش پر بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ داوٗد علیہ السلام کے پاس دو آدمی دروازے سے داخل ہونے کے بجائے دیوار پر چڑھ کر اس محراب میں داخل ہو گئے جس میں وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے، ان دونوں کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا گئے تو انھوں نے کہا کہ گھبرائیے نہیں، ہمارے درمیان جھگڑا ہے، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ عدل وانصاف کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجیے، کسی پر زیادتی نہ کیجیے اور صحیح راستے کی طرف ہماری رہنمائی کیجیے۔ پھر وہ شخص جو اپنے آپ کو مظلوم سمجھتا تھا، کہنے لگا کہ میرے اس مسلمان بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں، اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے یہ کہتا ہے کہ تم مجھے اپنی دنبی دے دو تاکہ اپنی دنبی کے ساتھ اسے ملا لوں، اور اپنی چرب زبانی کی وجہ سے مجھ پر غالب آ کر دنبی لے لی ہے۔ سیّدنا داوٗد علیہ السلام نے کہا: اس نے تمہاری دنبی مانگ کر تم پر زیادتی کی ہے، اس لیے ننانوے دنبوں کے رہتے ہوئے تمہاری دنبی زبردستی لینے کی اسے ضرورت نہیں تھی۔ مزید کہا کہ بہت سے شرکاء اسی طرح اخوت وصداقت کا پاس نہیں رکھتے، اور زیادتی کر بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ برادری کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے بھائی کو اپنے آپ پر ترجیح دیں۔ البتہ جو لوگ ایمان وتقویٰ والے ہوتے ہیں وہ ایسی زیادتی نہیں کرتے ہیں، اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ دونوں کے واپس چلے جانے کے بعد داوٗد علیہ السلام کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ قضیہ اللہ کی طرف سے ان کا امتحان تھا، اس لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے لگے اور ان کے دل پر خشیت کا ایسا غلبہ ہوا کہ سجدے میں گر کر رونے لگے اور پوری طرح اپنے رب کی طرف متوجہ ہو گئے، تو اللہ نے انھیں معاف کر دیا۔ مزید فرمایا کہ داوٗد کو ہم سے بہت قربت تھی، اور وہ جنت میں اونچے درجات پر فائز ہوں گے۔

﴿وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً

وَّلِيَ نَعۡجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۚ فَقَالَ اَكۡفِلۡنِيۡهَا وَ عَزَّنِيۡ فِي الۡخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدۡ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعۡجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَ اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡخُلَطَآءِ لَيَبۡغِيۡ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِيۡلٌ مَّا هُمۡ ؕ وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسۡتَغۡفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرۡنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَ اِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰى وَ حُسۡنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ (ص: ۲۱۔۲۵)

(۹) سیدنا سلیمان علیہ السلام کی والدہ زانیہ تھیں:

یاد رہے کہ بائبل کے مطابق یہی بت سبع جس سے داؤد نے زنا کیا حضرت سلیمان کی والدہ ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ:

''پھر داؤد نے اپنی بیوی بت سبع کو تسلی دی اور اس کے پاس گیا اور اس سے صحبت کی اور اس کے ایک بیٹا ہوا اور داؤد نے اس کا نام سلیمان رکھا اور وہ خداوند کا پیارا ہوا۔'' (کتاب سموئیل ۲۔ باب ۱۲ آیت ۲۴)

اس کے علاوہ انجیل متی باب ۱ آیت ۶ میں ہے کہ:

''اور داؤد سے سلیمان اس عورت سے پیدا ہوا جو پہلے اوریاہ کی بیوی تھی۔''

اسلام: ...... یعنی نعوذ باللہ سلیمان جیسے پیغمبر کی والدہ زانیہ تھیں۔ حالانکہ پیغمبر کی عزت و ناموس بیوی زانیہ نہیں ہوئی، اور یہ ہرگز مناسب نہیں تھا کہ کسی نبی کی بیوی زانیہ ہوتی۔ جیسا کہ بائبل نے بیان کیا ہے، نعوذ باللہ!

﴿اَلۡخَبِيۡثٰتُ لِلۡخَبِيۡثِيۡنَ وَ الۡخَبِيۡثُوۡنَ لِلۡخَبِيۡثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيۡنَ وَ الطَّيِّبُوۡنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا يَقُوۡلُوۡنَ ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ رِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ﴿۲۶﴾﴾

(النور: ۲۶)

''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں، پاک باز عورتیں پاک باز مردوں کے لیے اور پاک باز مرد پاک باز عورتوں کے لیے ہیں، وہ پاک باز مرد اور عورتیں، ان خبیث مردوں اور عورتوں کی بہتان تراشی سے

بالکل ہی بری ہیں، ان کے لیے (اللہ کی) مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔"

(۱۰) سیّدنا داؤد علیہ السلام کی شان میں مزید گستاخی:

کتاب "سلاطین اوّل" باب ا آیت ا تا ۴ میں ہے کہ:

"اور داؤد بادشاہ بڈھا اور کہن سال ہوا اور وہ اسے کپڑے اڑھاتے پر وہ گرم نہ ہوتا تھا۔ سو اس کے خادموں نے اس سے کہا کہ ہمارے مالک بادشاہ کے لیے ایک جوان کنواری ڈھونڈی جائے جو بادشاہ کے حضور کھڑی رہے اور اس کی خبر گیری کیا کرے اور تیرے پہلو میں لیٹ رہا کرے تاکہ ہمارے مالک بادشاہ کو گرمی پہنچے۔ چنانچہ انھوں نے اسرائیل کی ساری مملکت میں ایک خوبصورت لڑکی تلاش کرتے کرتے شونمیت ابی شاگ کو پایا اور اسے بادشاہ کے پاس لائے اور وہ لڑکی بہت شکیل تھی۔ سو وہ بادشاہ کی خبر گیری اور اس کی خدمت کرنے لگی لیکن بادشاہ اس سے واقف نہ ہوا۔"

اسلام:......زنا کی تہمت اور پھر ایک پیغمبر کی ذات اقدس پر بہت بڑی گستاخی ہے، بعض لوگوں نے نبی داؤد علیہ السلام کے متعلق ایک غلطی بیان کی ہے کہ ان کی ننانوے بیویاں تھیں، اور ایک آدمی کے پاس صرف ایک بیوی تھی جس پر داؤد علیہ السلام کی نگاہ پڑ گئی، اس کا شوہر میدان جنگ میں مارا گیا تو آپ نے اس عورت سے نکاح کر لیا۔ اس روایت میں حالانکہ صرف ایک نظر پڑ جانے کی وجہ سے اس سے نکاح کا ذکر ہے، مگر یہ بھی ان کی شان میں گستاخی ہے، کجا یہ کہ زنا کا ذکر کیا جائے۔

چنانچہ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ اپنی کتاب "الفصل" میں رقمطراز ہیں کہ یہ یہود و نصاریٰ کا قول ہے جو داؤد علیہ السلام پر سراسر بہتان ہے اور منصب رسالت کے بالکل خلاف ہے۔ پھر انھوں نے اس کی بھرپور تردید کی ہے۔ حافظ ابن حزم کے اس قول کی تائید حافظ ابن کثیر کے قول سے بھی ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ مفسرین نے یہاں ایک قصہ بیان کیا ہے جس کا اکثر حصہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی ثابت نہیں۔

(۱۱) سیّدنا داؤد علیہ السلام کی بیوی کا مہر ۱۰۰ سو عضو تناسل کی کھالیں:

ساؤل بادشاہ کی بیٹی میکل جب داؤد کی بیوی بنی تو ساؤل نے جو دراصل داؤد کو مروانا چاہتا تھا، نے اپنی بیٹی کا مہر اپنے دشمن فلستیوں کے عضو تناسل کی سو کھلڑیاں [1] مقرر کیا۔ لیکن داؤد نے دو سو کھلڑیاں اسے لاکر دیں۔ جس کی تصریح ''سموئیل اوّل'' باب ۱۸ آیت ۲۵ تا ۲۷ میں موجود ہے۔

جیسا کہ لکھا ہے:

''تب ساؤل نے کہا تم داؤد سے کہنا کہ بادشاہ مہر نہیں مانگتا۔ وہ فقط فلستیوں کی سو کھلڑیاں چاہتا ہے۔ تاکہ بادشاہ کے دشمنوں سے انتقام لیا جائے۔ ساؤل کا یہ ارادہ تھا کہ داؤد کو فلستیوں کے ہاتھ سے مروا ڈالے۔ جب اس کے خادموں نے یہ باتیں داؤد سے کہیں تو داؤد بادشاہ کا داماد بننے کو راضی ہو گیا اور ہنوز دن پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ داؤد اٹھا اور اپنے لوگوں کو لے کر گیا اور اور دو سو فلستی قتل کر ڈالے اور داؤد ان کی کھلڑیاں لایا اور انھوں نے ان کی پوری تعداد میں بادشاہ کو دیا تاکہ وہ بادشاہ کا داماد ہو اور ساؤل نے اپنی بیٹی میکل اسے بیاہ دی۔''

اسلام:...... اسلام کی رو سے، دولت، سونا، چاندی، زمین اور دیگر چیزیں مہر تو دی جاسکتی ہیں، پر ایسے مہر کا نہ اسلام میں تصوّر ہے اور نہ عقل سلیم اس کو مانتی ہے۔ بائبل میں انبیاء علیہم السلام کی کردار کشی کے ایسے سینکڑوں واقعات موجود ہیں۔

(۱۲) سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نسبی توہین اور گستاخی:

''انجیل لوقا'' باب ۳ آیت ۲۳ تا ۳۸ میں یسوع مسیح کے نسب کو نوح سے بھی ملایا گیا ہے

---

[1] یعنی عضو تناسل کی کھالیں۔ اس کے علاوہ کتاب ''پیدائش'' باب ۱۷ آیت ۱۰۔۱۱ میں بھی کھلڑی سے مراد عضو تناسل کی کھال ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ ''اور میرا عہد ہے جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا۔ اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔''

یعنی نوح یسوع مسیح کے اجداد میں سے ہیں۔

عہد نامہ قدیم کی کتاب ''پیدائش'' کے باب ۹ آیت ۲۰۔۲۱ میں لکھا ہے کہ:

''اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔''

یعنی نوح شرابی تھے اور ایک بار تو نشہ میں ایسے مست ہو گئے کہ اپنے کپڑے بھی اتار دیے۔

''انجیل متی'' باب ۱ آیت ۱ تا ۱۶ میں یسوع مسیح کا نسب نامہ بیان کیا گیا ہے۔ جسے ہم یہاں مختصراً بیان کریں گے۔

''یعقوب سے یہوداہ اور اس کے بھائی پیدا ہوئے اور یہوداہ سے فارص اور زراح تمر سے پیدا ہوئے .... اور سلمون سے بوعز راحب سے پیدا ہوا اور بوعز سے عوبید روت سے پیدا ہوا اور عوبید سے یسی پیدا ہوا اور یسی سے داؤد بادشاہ پیدا ہوا اور داؤد سے سلیمان اس عورت سے پیدا ہوا جو پہلے اوریاہ کی بیوی تھی اور سلیمان سے رجعام پیدا ہوا............اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے۔''

یعقوب نے ایک وقت میں دو بہنوں سے بیاہ کیا۔ جن میں ایک کا نام لیاہ اور دوسری کا نام راخل تھا۔ حالانکہ ''کتاب احبار'' باب ۱۸ آیت ۱۸ میں ایک وقت میں دو بہنوں سے شادی کرنے سے منع کیا ہے۔ لہٰذا زنا کا ارتکاب لازم آئے گا۔ یہوداہ جو کہ یسوع مسیح کے اجداد میں سے ہیں۔ وہ لیاہ کی اولاد ہیں۔

اسی طرح یعقوب پر زنا کا الزام آتا ہے اور یہوداہ پر زنا کی پیداوار کا الزام لازم آتا ہے۔ غور فرمائیں اس نبی کی کردار کشی پر۔

یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے زنا کیا اور فارص اور زارح پیدا ہوئے۔ [1] جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ حالانکہ شریعت میں بہو سے صحبت کرنے پر دونوں کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ [2] لہٰذا

---

[1] تفصیل کے لیے کتاب ''پیدائش'' باب ۳۸ آیت ۶ تا ۳۰ دیکھیں۔

[2] ''احبار'' باب ۲۰ آیت ۱۲۔

زنا کا ارتکاب لازم آئے گا لہٰذا یہوداہ زانی قرار پاتے ہیں اور فارص اور زارح دونوں زنا کی پیداوار اور فارص یسوع مسیح کے اجداد میں سے ہیں۔

بوعز بھی یسوع مسیح کے اجداد میں سے ہیں اور بوعز کی ماں کا نام راحب تھا جو کہ ایک کسبی [1] عورت تھی جس کی تصریح کتاب ''یشوع'' باب ۲ آیت ا میں موجود ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ:

''تب نون کے بیٹے یشوع نے شطیم سے دو مردوں کو چپکے سے جاسوس کے طور پر بھیجا اور ان سے کہا کہ جا کر اس ملک کو اور یریحو کو دیکھو بھالو۔ چنانچہ وہ روانہ ہوئے اور ایک کسبی کے گھر میں جس کا نام راحب تھا آئے اور وہیں سوئے۔

اس کے علاوہ اسی کتاب ''یشوع'' باب ٦ آیت ۲۵ میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔

یعنی بوعز جو کہ یسوع مسیح کے اجداد میں سے ہیں ایک فاحشہ۔ جسم فروش کے بیٹے تھے۔

عوبید کی ماں رُوت شادی سے پہلے بوعز کے ساتھ رات بھر لیٹی رہی۔ [2] پھر بعد میں دونوں کی شادی ہو جاتی ہے حالانکہ شادی سے پہلے وہ اسے بیٹی بھی کہتا تھا۔ [3] اور پھر عوبید پیدا ہوا۔ جس کی تصریح ''روت'' باب ۴ آیت ۱۷ میں موجود ہے کہ:

''سو انھوں نے اس کا نام عوبید رکھا۔ وہ یسی کا باپ تھا جو داؤد کا باپ ہے۔''

عوبید بھی یسوع مسیح کے اجداد میں سے ہیں۔

داؤد نے اپنی فوج کے جرنیل حتی اور یاہ کی بیوی بت سبع کو اپنے محل کی چھت سے ننگے نہاتے ہوئے دیکھ لیا تھا سو داؤد نے اپنے پاس بلوا لیا اور اس سے زنا کیا اور پھر بعد میں اس کے شوہر کو دھوکے سے قتل کرا دیا اور پھر اسی عورت سے سلیمان پیدا ہوا۔

متی کی انجیل کے مطابق یسوع مسیح سلیمان بن داؤد کی نسل سے ہیں۔ [4]

---

[1] فاحشہ۔ جسم فروش۔ طوائف۔

[2] کتاب ''روت'' باب ۳ آیت ۷۔

[3] کتاب ''روت'' باب ۲ آیت ۸ اور باب ۳ آیت ۱۰۔

[4] انجیل متی باب ا آیت ا تا ۱٦۔

اسلام:...... بائبل کی ان روایات کی روشنی میں داؤد علیہ السلام زانی ہیں، بت سبع زانیہ اور سلیمان علیہ السلام ان کی اولاد۔ (معاذ اللہ)

یہ ہے یسوع مسیح علیہ السلام کا نسب نامہ جو کہ بزعم نصاریٰ اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ اختلاف انجیل متی اور لوقا کی روشنی میں اکیس تک پہنچ جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی روشنی میں سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے بذریعہ جبریل مریم علیہا السلام کے رحم میں عیسیٰ علیہ السلام کی روح پھونک دی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التحریم آیت (۱۲) میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝۱۲﴾ (التحریم: ۱۲)

''اور مریم بنت عمران کی مثال دی ہے جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی، تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی، اور مریم نے اپنے رب کی شریعت اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی، اور وہ طاعت گزار بندوں میں سے تھی۔''

اور سورۃ الانبیاء میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَ جَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۱﴾ (الانبیاء: ۹۱)

''اور وہ عورت جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی، تو ہم نے اس کے بطن سے اپنی روح کو پھونک کے ذریعہ پہنچا دیا، اور اسے اور اس کے بیٹے کو جہان والوں کے لیے نشانی بنادی۔''

جب مریم علیہا السلام اپنے بچے عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں اٹھائے اپنی قوم کے پاس آئیں۔ لوگوں نے ان کی گود میں بچہ دیکھ کر غم و حیرت سے ملے جلے جذبہ کا اظہار کیا، کیونکہ مریم بہت ہی بڑے خاندان کی بیٹی تھیں۔ لوگوں نے ان پر نکیر کرتے ہوئے کہا، اے مریم! تو نے بہت برا کیا ہے کہ ناجائز بچہ اٹھائے چلی آرہی ہو۔ مزید ڈانٹتے ہوئے کہا، اے ہارون کی بہن! تیرا باپ تو کوئی

بدکار آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں زانیہ عورت تھی۔ یعنی مراد موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون ہیں، اس لیے کہ مریم ان ہی کی نسل سے تھیں یا اس لیے کہ لوگ مریم کو ہارون علیہ السلام کی طرح عابدہ اور صالحہ سمجھتے تھے، اسی لیے ان کا نام لے کر انھیں عار دلایا۔

سیّدہ مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کر کے لوگوں سے کہا کہ اس سے پوچھ لو، تو لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ گود کے بچہ سے کیسے بات کریں؟ عیسیٰ علیہ السلام ان کی بات سن کر بول پڑے، اور کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے ازل میں فیصلہ کیا ہے کہ وہ انجیل دے گا اور مجھے نبی بنائے گا اور میں جہاں بھی رہوں گا اس نے مجھے صاحب خیر و برکت اور صاحب دعوت بنایا ہے، میں اپنے ربّ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتا رہوں گا۔

﴿فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ○ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ○ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ○ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ○ وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ○ وَّ بَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ○ وَ السَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ○﴾ (مریم:۲۷۔۳۳)

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے پہلی مرتبہ بات کی تو اپنے آپ کو اللہ کا بندہ بتایا، اور اس کا بیٹا ہونے کا انکار کیا۔

(۱۴۳) عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے حواری پطرس کو شیطان کہنا:

کتاب ''انجیل متی'' باب ۱۶ آیت ۲۱ تا ۲۳ میں ہے کہ:

''اس وقت سے یسوع اپنے شاگردوں پر ظاہر کرنے لگا کہ اسے ضرور ہے کہ یروشلم کو جائے اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں کی طرف سے بہت دکھ اٹھائے اور قتل کیا جائے اور تیسرے دن جی اٹھے۔ اس پر پطرس اس کو الگ لے جا کر ملامت کرنے لگا کہ اے خداوند خدا نہ کرے۔ یہ تجھ پر ہرگز نہیں آنے کا۔

اس نے پھر کر پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لیے ٹھوکر کا باعث ہے کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔''

سمجھ میں نہیں آتا کہ کبھی یسوع مسیح کا حواری (شاگرد) یسوع پر لعنت و ملامت کرتا ہے اور کہیں یسوع اپنے شاگرد پطرس کو شیطان کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ پطرس کا شمار یسوع کے بارہ شاگردوں میں ہوتا ہے اور یہ بارہ شاگرد یسوع کی آمد ثانی کے وقت میں بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصار کریں گے جس کی تصریح انجیل متی باب ۱۹ آیت ۲۸ میں موجود ہے۔

جیسا کہ لکھا ہے:

''یسوع نے ان سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہو لیے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے۔''

گویا ان بارہ شاگردوں (حواریوں) کے حق میں کامیابی اور نجات کی گواہی دی جا رہی ہے۔ جن میں پطرس بھی شامل ہے۔ گویا یسوع کے نزدیک کامل ترین اور کامیاب بس یہی لوگ تھے۔ جنھیں یسوع نے بشارت دی اور ان کا حال یہ ہے کہ یسوع کی گرفتاری کے وقت یسوع کا ساتھی ہونے سے ہی انکار کر دیا اور یسوع پر لعنت و ملامت تک کی اور درجہ بالا عبارت میں یسوع پطرس کو شیطان کہہ کر دھتکار رہے ہیں۔ کامیابی اور نجات کا کیا اعلیٰ معیار ہے۔

(۱۴) پطرس حواری کا یسوع مسیح پر لعنت کرنا:

کتاب ''انجیل متی'' باب ۲۶ آیت ۵۷ تا ۵۸ میں لکھا ہے کہ:

''اور یسوع کے پکڑنے والے اس کو کائفا نام سردار کاہن کے پاس لے گئے جہاں فقیہہ اور بزرگ جمع ہو گئے تھے اور پطرس دور دور اس کے پیچھے پیچھے سردار کاہن کے دیوان خانہ تک گیا اور اندر جا کر پیادوں کے ساتھ نتیجہ دیکھنے کو بیٹھ گیا۔''

پھر اسی کتاب ''انجیل متی'' باب ۲۶ آیت ۶۹ تا ۷۴ میں لکھا ہے کہ:

’’اور پطرس باہر صحن میں بیٹھا تھا کہ ایک لونڈی نے اس کے پاس آ کر کہا تُو بھی یسوع گلیلی کے ساتھ تھا۔ اس نے سب کے سامنے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں نہیں جانتا تو کیا کہتی ہے اور جب وہ ڈیوڑھی میں چلا گیا تو دوسری نے اسے دیکھا اور جو وہاں تھے ان سے کہا یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا۔ اس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو وہاں کھڑے تھے انھوں نے پطرس کے پاس آ کر کہا بے شک تو بھی ان میں سے ہے کیونکہ تیری بولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا اور فی الفور مرغ نے بانگ دی۔‘‘

اسلام :......اب ایک طرف تو پطرس کو کامیابی اور نجات کی گارنٹی دی جا رہی ہے تو دوسری طرف اسے شیطان کہہ کر دھتکارا جا رہا ہے۔ جب کامل ترین شاگردوں کے ایمان اور کردار کی یہ حالت ہے تو پھر باقی قوم کے ایمان کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔

ذرا غور کیجیے کہ جب یہودی یسوع کو پکڑ کر سردار کاہن کی عدالت میں لے جاتے ہیں تاکہ یسوع کو سزا دلوائیں تو یہی پطرس جس کا شمار یسوع مسیح کے بارہ حواریوں میں ہوتا ہے یہ بھی سردار کاہن کے دیوان خانہ تک جاتے ہیں تاکہ عدالت کا فیصلہ سن سکے۔ لیکن افسوس کہ جب یہودی پطرس کو پہچان کر اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا تو بھی یسوع کا ساتھی ہے تو وہ انکار کر دیتا ہے کہ میرا یسوع سے کوئی تعلق نہیں ہے اور پھر دوبارہ پوچھنے پر وہ قسم کھا کر انکار بھی کرتا ہے اور یسوع مسیح پر لعنت بھی کرتا ہے۔ افسوس کہ اتنے قریبی حواری کا یسوع سے محبت وعقیدت کا یہ حال ہے تو باقی قوم کی عقیدت، محبت اور ایمان کا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت کی مثال دینے سے دنیا ہمیشہ قاصر رہے گی۔ اللہ کی قسم! ان کی عقیدت ومحبت کے واقعات سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

مزید برآں قرآن مجید کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا، دعوت الی اللہ کے کام میں ان کا ساتھ دیا، اور اُن سے اپنی جانوں کی قربانی دینے کا وعدہ کیا، اسی

طرح وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کا ہر طرح کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ ۚ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ۠﴾ (الصف:۱۴)

''اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ، جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا کہ دعوت الی اللہ کی راہ میں میری کون مدد کرے گا، حواریوں نے کہا، ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں، پس بنی اسرائیل کی ایک جماعت ایمان لے آئی اور دوسری جماعت کافر ہوگئی، تو ہم نے ایمان والوں کی اُن کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی، پس وہ غالب ہوگئے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''کہ جب حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی دعوت لوگوں تک پہنچانے کے لیے ہم آپ کی مدد کریں گے تو انھوں نے انھیں اسرائیلیوں اور یونانیوں کے پاس دعوت توحید کے ساتھ بھیجا۔[تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ]

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسلام مصطفی علیہ الصلوۃ والسلام کے اہم گوشوں کو واضح کر دیا گیا ہے، اس کے امتیازات کو بیان کر دیا گیا ہے کہ اسلام ہی انسانیت کا حل ہے اور اس کے مقابلے میں ادیان وفرق اور خاص کر عیسائیت کے خودساختہ عقائد اور ناپائیدار دستور میں تغیر وتبدل کو بھی بیان کر دیا گیا ہے، جو کہ اس کے نقص کی دلیل ہے جس کی بناء پر وہ تمام بنی نوع انسان کے لیے قابل عمل نہیں ہوسکتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله صحبه وسلم